حقیقت

حقیقت

(تہلکۂ پنجاب)

واقعات مندرجہ رپورٹ کمشنران کانگریس مع مفصل و بالتشریح ترجمہ

معہ دیباچہ و خاتمہ از مؤلف

جسمیں ہندوستان کے آیندہ تحفظ ترقی اور اتفاق باہمی کے عملی تدابیر

پر مفصل بحث کیگئی ہے۔

مؤلفہ بابو بینی پرشاد سنگھ (بھٹناگر) سابق ایڈیٹر دار العلوم فیض آباد

حسب فرمایش مؤلف

مطبوعہ میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ

ملنے کا پتہ

بابو بینی پرشاد سنگھ (بھٹناگر) بھیرو گنجی روڈ۔ لکھنؤ

بار اول ۳۰۰۰ قیمت فی جلد عہ/



Kundan Lal of Gujrat, aged 10 years, a Martial-law victim.



حقیقت

عجب دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

قتلِ حقیقت کا غیرارادی دھبہ ہمارے برادرانِ وطن کے پاک دامن سے ابھی تک نہ مٹ سکا۔ اگر سہولت اور انصاف کی نظرِ عمیق ڈالی جا سکے اور فہم اور عقل کی مناسب مدد سے اسکی حقیقت دریافت کیجائے تو حقیقت کھل جائیگی۔ درحقیقت محمد شاہ بادشاہ نے جو اُس قوم و ملت کا تھا جسکے زمانِ حکومت کو عموماً ہندوستان کے دونوں برادرانِ وطن کے درمیان نااتفاقی کے سلسلہ کی بنا ڈالنے کی غرض سے اکثر اصحاب نے جبر و ظلم و ستم کے ناواجب الفاظ سے تاریخوں کو آلودہ کیا ہے، ایک حقیقت کی جان کے بدلے اپنی قوم کی اُن بیشمار جانوں کو دریامیں تلف کا فرمان کیا تھا، جنکا شمہ بھر بھی اُس قتل سے یا اُس قتل کے احکام جاری کرانے والوں سے تعلق تھا۔ اس عادل بادشاہ نے درحقیقت اس داغ کو اپنی قوم اور اپنی حکومت کی چادر سے قطعی طور پر دھو ڈالنے میں اور اپنے

عزیزِ ہندو رعیت کی اشک شوئی میں اپنی دانست میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا ۔

اسرارِ حقیقت کے بے پایاں دریا میں غوطہ مارنا اور سچائی کے دُرِ بے بہا کا حاصل کر لینا اپنی موجودہ تربیت اور پالیسی سے کوسوں دُور ہے ۔ موجودہ تہذیب کے پروردہ اور نئی روشنی کے منور مورخوں کو کیا معلوم تھا کہ آسمان کا تھوکا کہاں جاتا ہے ، انکو کیا خبر تھی کہ چاہ کندہ را چاہ در پیش کا مسئلہ بھی کچھ معنی رکھتا ہے ! ان بیچاروں کو خواب و خیال میں بھی یہ گمان نہ تھا کہ ایک مہذب سلطنت کی لوحِ تقدیر پر جسکے عدل ، تہذیب اور دیانتداری کے ڈنکے نہایت شد و مد سے بج رہے ہیں ، قتلِ حقیقت کے مانند صد ہا سوانح کا ایک آہنی قلم سے نوشت ہو جانا انکا ایزدی سے حقیقت کے انکشاف کیلیے ممکنات سے ہے ۔

ہماری کیا حقیقت تھی کہ معاملاتِ پنجاب پر ہم حقیقت کی نظر ڈالتے ، مگر حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کھل گئی ۔ رپورٹ کانگریس بہ زبانِ انگریزی شائع ہو گئی اسلیے ہمارا بھی وطنی اور مذہبی فرض ہے کہ ہم جملہ اندوہگیں امور و دل پاش کن مصائب و دلخراش و کرخت عجیب و غریب امتحاناتِ پنجاب کو تھوڑے ہی اوراق میں قلمبند کریں ، تاکہ اُردو دنیا کی تشنگی اور تشویش دفع ہو ۔ اسکو بھی اپنی پوری رائے زنی کی گنجایش ہو سکے اور ہمکو بھی اپنی حقیقتِ دل کے انکشاف و اظہار کا موقع ملے ۔ انگلستان جیسے مہذب و منصف ملک کے منصف و مہربان دل کی حقیقت و کیفیت

کا موازنہ کر سکیں اور دریافت کریں وہ کہاں تک ہمارے زخموں پر ترحم اور انصاف کا مرہم لگانے کو طیار رہے ۔ ہم اپنی رام کہانی کہکر اپنے سوز دل و جگر پر آنسوؤں کا ٹھنڈا پانی ڈال سکیں ۔ اپنے شہدا کی متبرک روحوں کو تسلی اور تشفی دے سکیں اور ایسی تدابیر پر غور کریں کہ آیندہ سلطنت کے نائبوں کو ایسی مظالم کی ہمت اور جرأت نہ ہو سکے ۔ اور نہ ایک وفادار جاں نثار مگر بیکس رعیت کی ایسی مکروہ ذلت ہو سکے ۔

اس پنجاب کے مقتل میں حقیقت موجودہ صدی کون تھا ۔ ایک تھا یا بہت سے ہندو تھا یا مسلم یا عیسائی، طفل جوان یا بوڑھا ۔ ہم اسکو اپنے ناظرین کی ذہانت اور دنیا کے ایمان اور تصفیہ پر چھوڑتے ہیں ۔ جملہ شہدا کی قربانیوں کے کارنامے ہماری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں اور جاتے ہیں، مگر حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کہ کس نے غیر معمولی قربانی کی جسکو حقیقت کے نام سے یاد کریں ۔ اے انگلستان کے رہنے والو، اے یورپ کے باشندو، اور اے ناظرین جو بیوی اور بچہ والے ہو جو خدا کی ہستی پر ایمان رکھتے ہو، جو خداوند تعالی سے خوف کھاتے ہو، جو انسان کو انسان سمجھتے ہو، تلاش حقیقت میں ہماری مدد کرو ۔

دوست آں باشد کہ معایب دوست ہمچو آئینہ روبرو گوید
نہ کہ چوں شانہ از ہزار زباں از پس پشت مو بمو گوید

ممکن ہے کہ سر مائیکل اوڈائر سے قلیل العقل لوگ کانگریس کی آئینہ دار رپورٹ اور اسکے ترجموں پر جو اس کتاب کا اصل مدعا ہے، بل کھائیں، اگر ذی عقل

وذی شعور تو قطعی طور پر اسکو قدرت کی نگاہوں سے دیکھیں گے، کیونکہ اپنے عیوب کے اظہار و انسداد کی توقع اپنے سچے دوست ہی سے ہوسکتی ہے نہ کہ دشمن سے - واقعات ایسے ہوئے اور انکو بدرجہ مجبوری مناسب تحریر میں لانا پڑا جن سے ناظرین کے دل میں غصہ اور انتقام کی آگ بھڑکنے کا موقعہ ہوسکتا ہے، مگر یاد رہے کہ یہ جذبات سفلی ہیں، مفسدانہ ہیں اور نازیبا ہیں - غصہ کی آگ غصہ کرنیوالے کے دل کو جلا کر سیاہ کرہی دیتی ہے، جسپر غصہ کیا گیا ہے اُس تک یہ آگ پہونچے یا نہ پہونچے یہ ایک سوال ہے اس کتاب کا منشا صرف یہی ہے کہ اسکے ناظرین جملہ اسباب و کیفیت و حالات کو اپنے نظر کے دائرہ اقتدار میں رکھتے ہوئے عقل سلیم کی کشتی پر سوار ہوکر اور صبر و تحمل کے بادبانوں سے اسکی روش تیز کرتے ہوئے، کمزوری، خوف، غصہ اور انتقام و جہالت کے دریا کو عبور کریں اور حقیقت کے ساحل پر پہونچکر ایسی تدابیر عمل میں لائیں تاکہ ہماری سب کی نسلوں کی آئیندہ زندگی اُن دنیوی طلاطم کی شکار نہ ہوسکے -

بینی پرشاد سنگھ

معذرت - کانگریس کمیٹی کی رپورٹ کے ترجمہ میں حتی الامکان پوری احتیاط سے کام لیکر کمشنران کے مفہوم کو صحیح اُردو میں ادا کرنیکی کوشش کیگئی ہے، لیکن پھر بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے اور نہ کوئی مترجم اسکا دعویٰ کرسکتا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں کسی مطلب کو واضح طور پر ادا کرنے میں، ترجمہ افراط و تفریط سے بالکل پاک ہوگا -

مترجم

خاطر شکستگی ہے کلید در فتوح
اندیشہ ذوالفقار ہے ہر دل دو نیم کا

امرت سر

یہین نکالے ہین ارمان دل کے ڈائر نے — کہ بھاڑ بھون دیا بے پناہ فائر سے
یہین چلی ہین یہین گولیان نہتّون پر — کہ آگ برسی ہے آتش بجان نہتّون پر

مشیت ایزدی یہ ہی تھی کہ امرت سر کو یہ فخر حاصل ہو کہ قربانی اور ایثار نفسی کی آتش پر کشید کیے ہوئے آب حیات کی ایک گھونٹ اتفاق دلی و یکجہتی دائمی کے ساغر سے خود پیے اور اپنے ہمسایہ مقامات و دیگر ممالک ہند کو اسکا مناسب حصہ دے ۔ چنانچہ کانگرس کی رپورٹ نے امرت سر ہی کا اول تذکرہ کیا اور یون رقمطراز ہے ۔ کہ سب کے پہلے ہم امرت سر کے واقعات سے اپنی بحث شروع کرتے ہین ۔ کیونکہ در اصل یہ ہی مقام ہے جہان سے جبر اور زبردستی کی ابتدا ہوئی ۔ لاہور کے بعد پنجاب مین سب سے بڑا شہر امرت سر ہی ہے

مگر بلحاظ اہمیت و دیگر وجوہ لاہور سے بھی سبقت لے گیا ہے۔ اسکی آبادی ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہے سکھون کی عبادت کا سب سے بڑا او متبرک مقام ہے۔ سکھون کا گولڈن ٹیمپل یعنی سونے کا شوالہ اسی جگہ واقع ہے و نیز پنجاب کے تجارتی مرکز ہونے سے اس صوبہ کے ہر حصہ سے و بیرونجات سے لوگ بغرض سیر تجارت و پرستش کثیر تعداد مین آتے ہین۔

وسط اپریل مین ہندؤن کے یہان بہ تقریب نوروز امرت سر مین مویشیون کے میلے ہوتے ہین۔ اس دن کو بیساکھی کہتے ہین جو مذہبی اور تجارتی دونون حیثیتون سے ایک خاص دن سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر سال بیشمار آدمیون کا مجمع ہوتا ہے۔ بیساکھی سے پہلے رام نومی کا تیوہار ہوتا ہے۔

۶ اپریل کو امرت سر کے ہندو، مسلمانون اور سکھون نے پوری طرح ہرتال منائی۔ یہ ہرتال لوگون نے بالکل اپنی خوشی اور مرضی سے کی۔ مجمع کا طرز عمل بالکل قابل اعتراض نہ تھا اور اسلیے کوئی افسوسناک واقعہ پیش نہین آیا (یہ ہرتال رولٹ ایکٹ کے خلاف، مہاتما گاندھی کی درخواست اور انکے تجاویز کے مطابق منائی گئی تھی، تاکہ اُن ناواجب قوانین سے رعایا کی بیزاری اور رنج و ملال کا اظہار کیا جائے۔ اس روز ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہرون مین اسی قسم کی ہرتالین کی گئی تھین)۔

۹ اپریل کو رام نومی تھی، جو ہندؤن کا ایک مذہبی تیوہار ہے۔ لیکن اس مرتبہ یہ موقع ہندو مسلم اتحاد کے مضبوط اور مستحکم کرنے کا ایک ذریعہ بنا۔ مسلمانون نے اس تیوہار کے منانے مین نمایان حصہ لیا۔ ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال اس اتحاد و اتفاق کے بانی تھے۔ یہ دونون لیڈر اس واقعہ سے بہت پہلے اپنی قومی اور ملکی خدمات کی بدولت پبلک مین ممتاز ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر سیف الدین کچلو ایک مسلمان بیرسٹر ہین جو اپنے پیشہ مین بہت کامیاب ہین - کیمبرج یونیورسٹی کے گریجوایٹ اور منسٹر یونیورسٹی کے پی - ایچ - ڈی ہین - انھون نے علیگڈھ مین بھی تعلیم پائی تھی - انکا سن ۳۵ سال ہے - انکی شادی ہوچکی ہے اور دو بچے بھی ہین - کئی سال سے وہ ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ مین خاص دلچسپی لیتے رہے ہین -

ڈاکٹر ستیہ پال ہندو کھتری ہین - پنجاب یونیورسٹی کے بی - اے ایم - بی ہین - ایک سال تک ایک کمیشن یافتہ لفٹنٹ کی حیثیت سے انگریزی فوج کیساتھ عدن مین بھی رہ چکے ہین - ڈاکٹر کچلو کے رفیق رہے ہین اور امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر ہندوستانیون کو پلیٹ فارم ٹکٹ نہ دیے جانے کے خلاف انھون نے جو کامیاب جدوجہد کی تھی، اس سے پبلک کی نظرون مین اُنکی وقعت اور بڑھ گئی - یہ دونون اصحاب رولٹ ایکٹ کے خلاف جدوجہد مین نمایان حصہ لینے کے سبب سے اور زیادہ ہر دلعزیز ہوگئے تھے - ان دونون نے "ستیاگرہ" کی تحریک کی بھی پر زور تائید کی "ستیاگرہ" کی تحریک مسٹر گاندھی کی تجویز پر شروع کی گئی تھی، جس کا مقصد یہ ہے کہ حق بات کی تائید کیجائے اور ناحق کی مخالفت - لیکن یہ مخالفت خاموش ہو، کسی قسم کی زبردستی یا فتنہ و فساد نہ برپا کیا جائے (اُردو مین اسکے معنی "خاموش مقابلہ" یا "دوستی یا استقامت بالحق" ہین) اسمین کوئی شک نہین کہ اور مقامات کی طرح امرتسر مین بھی رولٹ ایکٹ کے خلاف جسقدر جلسے منعقد ہوے ان مین حاضرین کثیر تعداد مین شریک ہوتے تھے اور جسقدر یہ جدوجہد بڑھتی رہی، یہ دونون لیڈر پبلک مین اور زیادہ ہر دلعزیز ہوگئے - ۲۹ مارچ کو پنجاب گورنمنٹ کے حکم سے "ڈاکٹر ستیہ پال کو جلسون مین تقریر کرنے سے روک دیا گیا

اور وہ امرتسر ہی مین نظر بند کر دیے گئے۔

"مجھکو نہ کر اسیر کہ مین صید خستہ ہون
صحن چمن مین طائر بازو شکستہ ہون"

"پہ میرے کس کے باندھ نہ صیاد باغ مین
اُڑنے بھی دے مجھے مرے کنج فراغ مین"

۳۰ مارچ کو بھی ہندوستان کے اکثر حصوں مین ہڑتال منائی گئی اور ایسا ہی امرتسر مین بھی ہوا۔ ۳۰ مارچ کو امرتسر مین جو جلسہ ہوا اسمین سرکاری بیانات کے مطابق تین پینتیس ہزار آدمی شریک ہوے تھے۔ لیکن یہ دن بخیریت تمام گزر گیا۔ جلسہ مین جن لوگون نے تقریرین کین انھون نے بھی اس موقع کی مذہبی اور امن پسند حیثیت پر خاص کر زور دیا۔ ڈاکٹر کچلو کی تقریر کے آخری الفاظ یہ تھے۔

ہمین ہمیشہ اپنے ذاتی اغراض کو قومی اغراض پر قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے مہاتما گاندھی کا پیغام آپکو پڑھکر سنا دیا گیا۔ اب ہمارے ہموطنون کو مقاومت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اسکے یہ معنی نہین ہین کہ اس مقدس شہر مین یا اس ملک کے کسی حصہ مین خون کے دریا بہائے جائین۔ ہماری مقاومت خاموش ہونی چاہیے۔ اپنے ضمیر کے مطابق عمل کیجیے گو اسکے سبب سے آپ کو جیل مین جانا پڑے یا آپ نظر بند کر دیے جائین۔

"آئین کی رو سے یا مثلاً دین کے سبب
یا اپنے ملک کے لیے ہنگامہ کارزار

انسان پہ کوئی حادثۂ ہولناک بھی
آجائے سامنے تو نہ سہنا ہے ننگ و عار"

اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوے انھون نے کہا دکسی کو تکلیف یا دکھ نہ پہونچائیے کسی پولیس کے آدمی یا کسی غدار اور مفسد کو برا بھلا نہ کہیے جس سے اسکو صدمہ پہونچے اور امن و امان مین

خلل واقع ہو یا کوئی ہنگامہ اور فساد برپا ہو جائے

بھیکین یارب نہ بغفلت ہم دو   خار غم جس سے کوئی زخمی ہو
زخم جو شخص کہ پہونچائے ہے   تا کہ زخمی کا تماشہ دیکھے
علم اخلاق سے بالکل ہے تہی   جسمین ممنوع ہے تکلیف دہی"

لیکن امرتسر کے جلسہ اور ہڑتال سے سر مائیکل اوڈائر بہت پریشان ہو گئے اسلیے انھون نے ڈاکٹر کچلو کے خلاف بھی وہی حکم صادر کیا جو انسے پہلے ڈاکٹر ستیہ پال کے خلاف صادر ہوا تھا۔ مصرعہ "بدگمان وہم کی دارو نہین لقمان کے پاس"

یہ حکم ۳ر اپریل کا تھا، جسمین لکھا تھا کہ "(۱) جبتک مزید سرکاری احکام صادر نہ ہون انکو چاہیے کہ شہر امرتسر کے میونسپل حدود کے اندر رہین (۲) براہ راست یا بالواسطہ اخبارات مین کچھ نہ لکھین اور (۳) نہ کوئی جلسہ طلب کرین نہ کسی جلسہ مین شریک ہون یا کوئی تقریر زبانی یا لکھکر یا اور کسی طریقہ سے کرین"۔ اسی طرح پنڈت کوتومل، پنڈت دینا ناتھ اور سوامی انوبھوانند پر بھی سرکاری قیود عائد کیے گئے۔

"ناحق سے بدگمان مرے بیداد خو نہو   بیکس سمجھ کے درپے آزار تو نہو"

ان سرکاری احکامات سے بلاشبہ پبلک مین بے چینی ظاہر ہوئی لیکن فساد یا بدامنی کی صورت نہین پیدا ہوئی۔ اس وجہ سے ۶ر اپریل کو ایک دوسری ہڑتال ہوئی اور ۲۹ر مارچ کے جلسہ سے بھی بہت بڑا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ امرتسر کے مشہور بیرسٹر مسٹر بدرالاسلام علی خان نے اس جلسہ کی صدارت کی، جسمین کہا جاتا ہے کہ پچاس ہزار آدمی شریک

ہوئے۔ سرکاری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ مین بھی ایک تجویز اس مضمون کی منظوری ہوئی کہ گورنمنٹ سے درخواست کیجائے کہ وہ ڈاکٹر ستیہ پال و دیگر اصحاب کے خلاف اپنے احکام واپس لیلے۔ اِن تقریرون کا خلاصہ رپورٹ کے حسب ذیل الفاظ مین ملسکتا ہے جسمین مرقوم ہے کہ

"انکا قصور صرف اسقدر تھا کہ انھون نے ہم سب کو رولٹ ایکٹ کے اصل مقاصد سے مطلع کر دیا،،

اس جلسہ مین ایک اور تجویز منظور کی گئی جسمین رولٹ ایکٹ کو منسوخ کردینے کی درخواست کی گئی تھی۔ جلسہ کے صدر نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے کہا :-

"آج کا جلسہ گذشتہ اتوار کے جلسہ سے بھی زیادہ کامیاب رہا آپکا یہ مقصد حاصل ہوگیا کہ آپ نے اس مسئلہ پر اپنی رائے اور اپنے خیالات کا اظہار کردیا۔ یہ وقت جوش اور غصہ کے اظہار کا نہین ہے بلکہ لوگون کو صبر اور ضبط سے کام لینا چاہیے - مہاتما گاندھی کی نصیحت یہ ہے کہ اس جدوجہد مین ہمین صبر و تحمل سے کام لیکر سب طرح کے رنج و غم برداشت کرنے چاہین اور اس طرح تشدد اور فتنہ و فساد سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جھوٹ پامال ہوگا اور حق بات کو کامیابی ہوگی۔

اگر آپ سکون قلب اور ضبط و تحمل سے کام لین گے تو اسی جلسہ کا بہت بڑا اثر ہوگا - لیکن اگر ذرا بھی فساد ہوا اگر دو آدمی بھی آپس مین لڑے تو اُسکے نتائج بڑے ہونگے اور اس جلسہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ لہذا حاضرین جلسہ سے میری گذارش یہ ہے کہ وہ اس

جلسہ سے خاموشی کیساتھ واپس جائیں اور کوئی جلوس یا مظاہرہ نہ کریں ''

پڑتی ہے آدمی پہ مصیبت تو ہے یہ بات   آیندہ ہو گذشتہ سے بہتر وہ نیک ذات
ترک لذت بھی نہیں لذت سے کم   کچھ مزا اسکا بھی چکھا چاہیے ''

جس رپورٹ سے جلسہ پہ تقریر لی ہے وہ ۸ اپریل کو لکھی گئی تھی اور اس رپورٹ کے خاتمہ پر لکھا ہے کہ وہ پبلک نے صدر جلسہ کے ارشادات کی پوری طرح پابندی کی ''

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ۹ اپریل کو رام نومی تھی۔ مقامی لیڈروں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اسی موقع پر ہندو مسلمانوں کے درمیان برادرانہ ربط ضبط ہو۔

مل کر چلو کہ دونو آخر ہو بھائی بھائی   بھائی سے کیا برائی بھائی سے کیا لڑائی
کب تک یہ خانہ جنگی کب تک یہ خود ستائی   زیبا نہیں بڑوں سے پندار خود نمائی
مل کے نکالو دل کا غبار دونو   اک خاک کے ہو پتلے پایان کار دونو
خون جگر سے سینچو اس گلستان کو مل کر   دو آب جان نثاری نوک سنان کو مل کر
رشک چمن بناؤ ہندوستان کو مل کر   لہراؤ آسمان پہ قومی نشان مل کر
میدان جدوجہد کے ہو شہسوار دونو   حب وطن پہ کردو دل کو نثار دونو

رام نومی اگرچہ ایک مذہبی تیوہار ہے لیکن چونکہ مسلمانوں نے بھی اس تیوہار کے منانے کا فیصلہ کرلیا تھا اسلیے اس تیوہار کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال نے مختلف مقامات سے جلوس کا تماشا دیکھا اور جب یہ جلوس ان دونوں کے پاس سے ہوکر گذرا تو مجمع نے انکی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ امرتسر کے ڈپٹی کمشنر نے

بھی یہ جلوس دیکھا تھا، اور جب کوئی مجمع انکے پاس سے گزرتا تھا تو بینڈ بجانیوالے "خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے" کا ترانہ گاتے تھے۔ اس عظیم الشان مظاہرہ کے باوجود کوئی واقعہ یا حادثہ پیش نہین آیا۔

"کیا خبر تھی انقلاب آسمان ہونے کو ہے   تیرا جلوہ آہ آنکھون سے نہان ہونے کو ہے
یک بیک تجھ پر بغاوت کا گمان ہونے کو ہے   تو شکار اتہام افسران ہونے کو ہے"

اس قومی مظاہرہ اور قومی احساس کی یہ غیر معمولی نمایش ایک حکمران کے دماغ مین خوشگوار خیالات پیدا کرسکتی تھی اور اسکے دل مین قومی توقعات سے ہمدردی کے جذبات متحرک کرنے کے لیے کافی تھی۔ لیکن اسکے برخلاف سر مائیکیل آڈوائران حالات سے سخت برہم اور غضبناک ہوگئے۔ انکو غصہ اس بات کا تھا کہ اُنکے احکام سے (جنکا ہم حوالہ دے چکے ہین) لوگ دب نہین گئے بلکہ اسکے برعکس وہ اور زیادہ دلیر اور سرگرم ہوگئے۔ اسلیے عین اسوقت جبکہ یہ پبلک مظاہرے اور جلسے سکون اور امن کیساتھ منعقد ہو رہے تھے، پنجاب گورنمنٹ کے دفتر سکریٹریٹ مین وہ احکام گڑھے جا رہے تھے جنکا مقصد یہ تھا کہ رعایا کی امن پسندی مین خلل ڈالا جائے۔ کیونکہ اب لفٹنٹ گورنر نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو جلا وطن کردیا جائے۔

یہ احکام ۹ را پریل کی شب کو امرتسر پہونچے اور ۱۰ را پریل کی صبح کو ڈپٹی کمشنر نے ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو طلب کیا انھین سرکاری حکم سنایا اور ایک موٹر پہ سوار کرکے کسی غیر معلوم مقام پر بھیجدیا۔

ہمنے یہ مانا کہ اب تصویر حیرانی ہے تو ۔۔۔ نقش حسرت ہر اسراپا درد پنہانی ہے تو
جرم الفت مین اسیر قید سلطانی ہے تو ۔۔۔ جان نثار تلج ہر اب بھی وہ زندانی ہے تو

اے حبیب ملک تو اب بھی وفادار وطن ہے
دولت برطانیہ کے اب بھی غمخوار وطن ہے"

بجلی کی طرح یہ خبر شہر امرتسر مین پھیل گئی - فوراً ایک انبوہ جمع ہوگیا - یہ ماتمی گروہ تھا، جس مین ہر شخص ننگے پیر اور ننگے سر تھا - کسی کے ہاتھ مین کوئی چھڑی یا لاٹھی نہ تھی - مجمع ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہ ڈپٹی کمشنر سے ان دونون محبوب لیڈرون کی رہائی کے لیے درخواست کرے - یہ مجمع شہر کی تمام بڑی بڑی سڑکون پر ہوتا ہوا نیشنل بنک ٹاؤن ہال اور کرسچین مشن ہال کی عمارتون کے سامنے سے گزرا جو اس مجمع کے چند آدمیون کے ہاتھون تھوڑے عرصہ بعد تباہ و برباد ہوئین - ریلوے کیرج کے بالائی پل کے قریب پہنچکر، ایک فوجی گارد نے اس مجمع کو آگے بڑھنے سے روکدیا مجمع نے آگے بڑھنے پر اصرار کیا اور کہا کہ وہ ڈپٹی کمشنر کے پاس فریاد کرنے جارہے تھے یہ لوگ آگے بڑھے، تو گارد کے سپاہی کچھ دور پیچھے ہٹ گئے، اور جب مجمع اور آگے بڑھا تو گارد کے سپاہیون نے فیر گولیان چلائین، جس سے بعض آدمی ہلاک اور بعض مجروح ہوئے اور مجمع پیچھے ہٹا - اور صلح جو نہ رہا - کیونکہ اپنے لیڈرون کے رہائی کی کوشش مین ناکامیابی اور اپنے رفقا کی ہلاکت کے نظارے نے انکے دلون مین کھلبلی ڈالدی اور اشتعال پیدا ہوا - یہ برہم گروہ پھر اپنے مقتولین اور زخمیون کو لیتا ہوا پھر ہال بازار کی

طرف روانہ ہوا۔ اور کچھ ریل کے پل کی جانب۔ اب مجمع مین پوری طرح جوش اور فساد پیدا ہوگیا کیونکہ فوجی سپاہیون کی گولیون سے انکے کچھ آدمی مجروح اور کچھ ہلاک ہوگئے تھے جن لوگون نے ان مجروحین اور مقتولین کو دیکھا انمین غیظ اور برہمی پیدا ہوگئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور مجمع جسمین پچھلے مجمع سے زیادہ لوگ تھے پھر ریل کے بالائی اور زیرین پلون کے سامنے پہونچا۔ اس مرتبہ لوگون نے لاٹھیان اور چھڑیان بھی لیلی تھین لیکن اب دونون پلون پر گارد کے سپاہی مسلط تھے۔

اس عرصہ مین شہر کے وکلا کو اس ہنگامہ کی خبر ہوئی اور انھون نے ڈپٹی کمشنر سے خواہش کی کہ انھین دخل دیکر معاملہ کو صلح و آشتی کیساتھ طے کردینے کا موقع دیا جائے جسکی انھین اجازت دی گئی۔ جب یہ لوگ موقع واردات پر پہونچے تو مسٹر پلامر ڈپٹی سپرنڈنٹ پولیس نے ان سے کہا کہ ایک بہت بڑا مجمع ریلوے اسٹیشن کے حدود کی طرف چلا گیا ہے۔ چنانچہ انمین سے کچھ لوگ ادہر گئے اور کچھ وہین پل کے قریب موجود رہے۔ جو لوگ ریلوے حدود کی طرف گئے وہان کے مجمع کے منتشر کرنے مین کامیاب ہوے۔ ریلوے لائن کے بالائی پل کے قریب صورت حالات بہت نازک تھی۔ مسٹر سلاریہ اور مسٹر مقبول محمود ایک طرف تو مجمع کو سمجھاتے تھے اور دوسری طرف وہ حکام کو روکتے تھے کہ وہ گولیان نہ چلائین۔ ایک موقع پر تو یہ امید بندھی کہ شاید انھین اس کوشش مین کامیابی ہو لیکن اسیوقت مجمع مین سے کچھ لوگون نے فوج اور پولیس کے آدمیون پر پتھر پھینکے۔ اسکے جواب مین فوج نے پھر گولیان چلائین، جس سے تقریباً بیس آدمی ہلاک اور دو سو سے زیادہ

مجروح ہوے خود مسٹر سلاریہ اور مسٹر مقبول محمود بال بال بچ گئے۔ بعد کو افسر انچارج نے ان دونون سے معافی مانگی کیونکہ اُنھون نے ایسی حالت مین گولیان چلائین جبکہ دونون اصحاب مجمع کے اندر تھے اور حکام کی تائید مین مجمع کو سمجھا رہے تھے کہ وہ منتشر ہو جائے۔ وہان سے مسٹر مقبول محمود سیدھے سول اسپتال جا کر ڈاکٹر دھنپت راے کو بلا لائے تاکہ وہ زخمیون کو فوری طبّی امداد پہونچا سکین۔ زخمیون کے لیے اسپتال سے کھلی ڈولیان بھی آئی تھین لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ مسٹر پامر نے یہ کہکر ان ڈولیون کو واپس کر دیا کہ اہل مجمع اپنے زخمیون کا خود ہی انتظام کرینگے۔ بعض زخمیون کو ڈاکٹر کدار ناتھ کے مکان پر لے گئے، جو زنانہ اسپتال کے قریب رہتے ہین۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسز ایسڈن (زنانہ اسپتال کی منتظمہ) ان زخمیون کو دیکھکر ہنسین اور انھون کہا کہ ہندو مسلمان آخر اپنے کیے کی سزا پا گئے۔ یہ سنکر مجمع مین سے ایک جماعت اسپتال کے اندر گھس گئی اور مسز ایسڈن کو تلاش کیا لیکن اس درمیان مین مسز بنجمن نے مسز ایسڈن کو چھپا دیا تھا اور اس طرح وہ بچ گئین۔ اس مشتعل مجمع نے اسکے بعد نیشنل بنک پر حملہ کیا اور عمارت کے اندر داخل ہوکر بنک کے منیجر مسٹر اسٹوارٹ اور اکاؤنٹنٹ مسٹر اسکاٹ کو مار ڈالا۔ مجمع کا وہ حصہ جو پارسل گھر کو گیا تھا اُسنے مسٹر رابنسن ریلوے گارڈ کو مار ڈالا۔ اسکے بعد ہی اس مجمع نے الائنس بنک پر حملہ کیا اور جب بنک کے منیجر مسٹر تامسن نے اپنے ریوالور سے مجمع پر دو چار فیر کیے تو مجمع جوش غضب سے بیقابو ہو گیا اور انکو مار کر انکی لاش کو بنک کے سامان کیساتھ جلا دیا۔ سرجنٹ رولینڈ (جو کنٹونمنٹ مین الکٹریشین تھے) انکو ریگو برج کے قریب مار ڈالا گیا۔ ٹاؤن ہال، پوسٹ آفس اور مشن ہال کی

عمارتین جلاکر تباہ کردی گئین اور بھگتانوالا کے ریلوے اسٹیشن کی عمارت کے کچھ حصہ کو بھی تباہ کیا گیا - چارٹرڈ بنک پر بھی دہاوا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اسکو کچھ زیادہ نقصان نہین پہونچا کیونکہ بنک کے ہندوستانی ملازمین نے اسکو بچالیا - مس شروڈ جو اُسوقت اپنی سائیکل پر سوار وہان سے گزر رہی تھین انپر نہایت وحشیانہ حملہ کیا گیا، لیکن انکے ایک ہندوستانی شاگرد کے والدنے انکو ہلاکت سے بچالیا - ہمین کوئی شک نہین کہ مجمع مین بھی بدمعاش کافی تعداد مین تھے اور انھون نے موقع پاکر بنک لوٹنا شروع کیا - یہان ہم یہ بھی بیان کردینا چاہتے ہین کہ اس واقعہ کے بعد بعض پولیس کے آدمی اس جرم مین گرفتار ہوے کہ انکے پاس سے ان بنکونکا کچھ چوری کیا ہوا مال برآمد ہوا - یہ تباہ کاری اور لوٹ مار ۱۰ر اپریل کو پانچ بجے شام کے بعد ختم ہوگئی -

محبوب لیڈرون کی گرفتاری سے حکام نے اہل امرتسر کو نہایت شدید اور بلاوجہ اشتعال دلایا - یہ اشتعال اسوقت اور بڑھ گیا، جب مجمع کو ڈپٹی کمشنر کے پاس فریاد کرنیکے لیے پل سے گزرنے نہین دیا گیا اور جب مجمع نے اصرار کیا تو اُس پر گولیان چلائین گئین - یہان اس بات کو واضح طور پر بیان کردینے کی ضرورت ہے کہ جبتک مجمع پل کے قریب نہین پہونچا اور اسپر گولیان نہین چلائی گئین اسوقت تک اُسنے کسی قسم کی شورش یا فساد نہین کیا - یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر مجمع کو ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ پر جانیکا موقع دیا جاتا اور وہان وہ اپنی فریاد پیش کرتا جسکا مسترد ہوجانا یقینی تھا تو وہ پھر وہ کیا کرتا - اس صورت مین اسکا طریق عمل بہت کچھ ڈپٹی کمشنر کے برتاؤ پر

منحصر ہوتا۔ یہ ماننا پڑیگا کہ مجمع اسوقت اپنے مطالبات پر مُصر تھا۔ اگر حکام نے یہ خیال کیا کہ مجمع فساد پر آمادہ تھا اور اسلیے انھون نے اسکو آگے بڑھنے سے روکا تو ہم انکی اس کارروائی پر انھین قابل الزام نہین سمجھتے۔ مارشل لا کمیشن کے سامنے جسقدر شہادتین گزرین اور ہنٹر کمیشن کے سامنے جو بیانات ہوے اور ہمنے بطور خود جسقدر گواہون کے بیانات اور شہادتین سنین اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ حکام کے لیے مجمع پر گولیان چلانیکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ انھون نے اُن درمیانی کارروائیون پر عمل نہین کیا، جو ایسے مواقع پر تمام متمدن ممالک مین کی جاتی ہین۔ نہ مصالحت کی کوئی کوشش کی گئی، نہ مجمع کو سمجھایا گیا اور نہ اعتدال کے پہلو کو ملحوظ رکھا گیا۔ جیسے ہی مجمع کو ضد پر آمادہ پایا، ویسے ہی گولیان چلانیکا حکم دیدیا گیا۔ اس ملک مین اب یہ عام بات ہوگئی کہ حکام اور فوجی افسر تحمل اور ضبط سے کام نہین لیتے یا بالفاظ دیگر انکی نظر مین ہندوستانی جانون کی مطلق کوئی حقیقت نہین۔

مسٹر مقبول محمود وکیل ہائیکورٹ جنھون نے مسٹر سلاریہ کیساتھ مجمع کو سمجھانے کی کوشش کی تھی دوسری مرتبہ گولیان چلانیکے واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہین:۔

"مینے اور سلاریہ نے ڈپٹی کمشنر اور دوسرے افسران سے چلّا کر کہا کہ وہ ہٹ جائین اور گولیان نہ چلائین کیونکہ ہمین اب بھی امید تھی کہ مجمع پیچھے ہٹ جائیگا۔ مجمع مین سے چند آدمیون نے سپاہیون پر لکڑیان اور پتھر پھینکے۔ اسپر سپاہیون نے بغیر اطلاع دیے فوراً ہی گولیان چلانی شروع کردین۔ اسوقت گولیاں میرے داہنے بائین

گزر رہی تھیں۔ مجمع ۲۰ یا ۲۵ مقتولین اور مجروحین کو چھوڑ کر منتشر ہو گیا۔ جب یہ آتشباری بند ہو گئی تو مینے آگے بڑھکر سپاہیون سے پوچھا کہ انکے پاس زخمیون کے اٹھانے اور انکی تیمارداری کا کوئی سامان ہے مین چاہتا تھا کہ جلد اسپتال پہونچکر کوئی طبی امداد حاصل کرون کیونکہ اسپتال بہت ہی قریب تھا مگر سپاہیون نے مجھے روک لیا لیکن بعد کو مسٹر سیمور نے مجھے جانیکی اجازت دیدی۔ جب گولیان چلائی گئین تو اس موقع پر ڈپٹی کمشنر بھی موجود تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مین اور مسٹر سلاریہ وکالت کا پیشہ کرتے ہین اور ہم لوگ مجمع کو شہر کی طرف واپس لیجانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ ہم لوگون کی جانین بچ گئین۔ مجھے اب بھی یقین کامل ہے کہ اگر حکام ذرا صبر و تحمل سے کام لیتے تو ہم مجمع کو واپس کر دیتے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب حکام نے گولیان چلانے کا فیصلہ کیا تو انھون نے اس سے پہلے زخمیون کی تیمارداری کا کوئی انتظام نہین کر لیا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر بروقت طبی امداد پہونچ جاتی تو بہت سی جانین بچ سکتی تھین۔ چند ہی گولیان چلی تھین کہ مجمع پیچھے ہٹنے لگا لیکن پھر بھی آتشباری جاری رکھی گئی حالانکہ اب لوگون نے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ بہت سے لوگون کے پشت پر گولیان لگین۔ زیادہ تر زخمیون کے کمر کے اوپر یا چہرہ اور سر پر گولیان لگی تھین"

یہ واضح رہے کہ اب تک مجمع کی طرف سے کوئی تشدد یا زیادتی نہین ہوئی تھی ایسی حالت مین حکام کے لیے اس بے اعتنائی، بے صبری اور سنگدلی کے اظہار کی مطلق کوئی ضرورت نہ تھی، جیسے کہ مندرجہ بالا شہادت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایسی حالت مین اگرچہ ہم (ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کے خلاف) جلاوطنی کے احکام اور گولیان چلانے جانے کے واقعہ کو نامناسب سمجھتے ہین اور زخمیون کے لیے تیمارداری کا کوئی انتظام نہ ہونا انسانیت کے خلاف تھا تاہم ہم مجمع کی اس حرکت کو قابل درگزر نہین سمجھتے کہ انھون نے عمارتون کو تباہ و برباد کیا اور بیگناہون کی بلاوجہ جان لی بنک کے منیجران خاصکر ہر دلعزیز تھے۔ انکے علاوہ جن اشخاص کی مجمع نے جان لی انسے کوئی واقف نہ تھا اور اسلیے وہ بھی بالکل بیگناہ تھے۔ مس شروڈ ایک مستعد اور اور سرگرم مسیحی اُستانی تھین اور مسز ایسڈن نے خواہ کچھ بھی کہا ہو لیکن مجمع کے لیے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ وہ انکے ساتھ سختی کا برتاؤ کرے۔ عمارتون کی تباہی اور بربادی ایک مجنونانہ کارروائی تھی اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ امرت سر کے لوگون نے جس قابل تعریف تحمل اور بردباری کا ابتدأً ثبوت دیا تھا اسکو مجمع کی وحشیانہ اور ناواجب کارگزاریون نے بعد کو برباد کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زیادتیان رُوکی جاسکتی تھین؟ کیا بیگناہون کی جانین بچ سکتی تھین؟۔ اسوقت پولیس کیا کر رہی تھی؟ کوتوالی کی عمارت دراصل ٹاؤن ہال کا ایک حصہ ہے، جہان پولیس کی ایک معقول جماعت موجود تھی۔ مجمع نے کوتوالی پر ہاتھ نہین لگایا لیکن ٹاؤن ہال کو جلا کر بالکل مسمار اور برباد کر دیا اور اس سے کوئی باز پرس نہین کی گئی۔ اور جسقدر عمارتین جلا کر تباہ کی گئین وہ بھی کوتوالی سے صرف تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع ہین۔ پولیس کو اسکی کوئی خبر نہین ہوئی کہ مجمع بنکون کو جلا رہا تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ پولیس کا فرض تھا کہ وہ مستعدی سے کام لیتی اور اپنی جانوں کو خطرہ مین ڈالکر بھی وہ اُن انگریزون کی جان بچا لیتی، جو ہلاک کیے گئے تھے۔

قتل و غارتگری کے یہ واقعات کچھ ایسی سرعت کیساتھ پیش آئے کہ حکام بالکل پریشان اور بدحواس ہو گئے۔ لفٹنٹ گورنر نے فوراً ہی لاہور سے مسٹر کچن کو روانہ کیا۔ ہنٹر کمیٹی کے سامنے انھون نے اپنی شہادت مین بیان کیا کہ جب وہ امرتسر پہونچے تو لوگ انھین سڑکون پر ملے۔ لاہور سے امرتسر تک جسکا فاصلہ صرف ۳۵ میل ہے وہ موٹر پر آئے لیکن راستہ مین کسی نے اُنسے کچھ باز پرس نہ کی۔ ۱۰ اپریل کو چار بجے شام کیوقت وہ امرتسر پہونچ گئے۔ رات کو گیارہ بجے میجر ڈونالڈ کی ماتحتی مین ایک گاڑی پر کچھ فوجی امداد بھی آگئی۔ مسٹر کچن نے میجر ڈونالڈ سے کہا کہ "شہر کی حالت اُنکے قابو سے باہر ہے لہذا انکو ایسی کارروائی کرنی چاہیے جو موقع کے مناسب حال ہو"

پھر انھون نے اپنی شہادت مین یہ بھی کہا کہ "مینے انسے (یعنی میجر صاحب سے) خواہش کی کہ وہ اپنی فوج کے کچھ حصہ کو فوراً شہر مین بھیجدین تاکہ وہ وہان کے حالات کی کچھ خبر لائے اور جو لوگ (یورپین) ہلاک ہونے سے بچ گئے ہین انکو بحفاظت واپس لائے"

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اسپر لارڈ ہنٹر نے اُنسے سوال کیا کہ "ایک سول مجسٹریٹ کیون نہین بھیجا گیا؟" مسٹر کچن نے جواب دیا کہ "مجھے خیال تھا کہ اس فوجی جماعت کو لڑکر شہر مین گھسنے کا موقع مل سکیگا اور اسلیے سول مجسٹریٹ کی موجودگی سے قدرتاً فوجی کارروائی مین خلل واقع ہوگا یہ فوجی جماعت نہ بھیجے ہوئے لوگون (یورپین) کو واپس لائی اور کو توالی کو بھی "بدلا[illegible]

پہونچگئی۔ اس جماعت کی کوئی مزاحمت نہین کیگئی۔

وہ ۱۱۔ اپریل کو لاہور واپس آگئے شہر کا انتظام اور نگرانی مسٹر مائیلس ارونگ نے فوجی حکام کے سپرد کردی جب وہ لاہور واپس آئے تو انھون نے اس کارروائی کی کیفیت سے لفٹننٹ گورنر کو اطلاع دی جنھون نے اس سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز صبح کو مسٹر کچن موٹر پر امرتسر پھر تشریف لے گئے لیکن انھین وہان ہنگامہ یا فساد کے کوئی آثار نہ معلوم ہوئے۔ اسی عرصہ مین جنرل ڈائر بھی پہونچ گئے جنھون نے رام باغ کو اپنا صدر قیام بناکر شہر کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے لیا۔

سب سے پہلے جنرل ڈائر نے گرفتاریان شروع کین وہ خود شہر مین داخل ہوے اور انھون نے بلا کسی قسم کی مزاحمت یا مقابلہ کے بارہ اشخاص کو گرفتار کیا۔

اب ہم یہ بتائینگے کہ اس عرصہ مین لوگون نے کیا کارروائیان کین۔ ۱۰ اپریل کی رات خیریت سے گذر گئی کوئی لوٹ مار نہین ہوئی۔ ۱۱۔ کی صبح کو لوگون نے اپنے مقتولین کی تجہیز و تکفین کا ارادہ کیا۔ فوجی افسران نے ابتدا مین اسکی اجازت نہ دی کہ ایک لاش کے ساتھ چار سے زیادہ آدمی جا سکین جس سے لوگون کو سخت پریشانی ہوئی۔ انھون نے اپنے قائم مقام بھیجے کہ وہ فوجی افسرون سے اس معاملہ کے متعلق گفتگو کرین۔ بڑی جھک جھک کے بعد آخر ان کی درخواست منظور ہوئی لیکن اس شرط پر کہ لاشون کے ساتھ جو جلوس ہو وہ دو بجے سے قبل تجہیز و تکفین سے فراغت کرکے واپس آجائے۔ یہ جلوس بہت بڑا تھا لیکن فوجی احکام کی پابندی سختی سے

گیگئی اور وقت مقررہ پر لوگ واپس آگئے - ۱۲-اپریل کو ہنسراج نے (جو بعد کو امرتسر
کے مقدمہ سازش مین سرکاری گواہ ہوگیا) دہاب کھٹیکان مین ایک جلسہ منعقد کیا
اور وہین اسکا بھی اعلان کیا کہ ۱۳-اپریل کو ایک دوسرا جلسہ جلیانوالہ باغ مین لالہ
کنھیا لال کی زیر صدارت منعقد ہوگا - لالہ کنھیا لال نے اسکی تردید کی ہی کہ اُن سے
اس جلسہ کی صدارت کے لئے کہا گیا یا اُنھون نے اس تجویز کو منظور کیا' وہ ایک معزز
وکیل ہین جنکی عمر ۷۵ سال ہی اور پبلک مین بہت ہی ہردلعزیز ہین - کوئی شک
نہین کہ ان کا بیان بالکل صحیح ہی - ہمارا خیال ہی کہ ان کا نام اسوجہ سے لیا گیا کہ مجمع
زیادہ ہو - بعد کے واقعات کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے امرتسر کی صورت
حالات کا ایک خاکہ پیش کردین جو وہین کے ایک صاحب نے بیان کیا - اگرچہ ان
واقعات کے پیش آنے سے چندروز قبل وہ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے -

یہ بیان لالہ گردھاری لال کا ہی جو پنجاب کے ایوان تجارت کے نائب صدر
ہین اور امرتسر کے فلور اور جنرل ملس کے منیجر بھی ہین انھون نے بیان کیا ہے -

مین کانپور سے ۱۱-اپریل کو ساڑھے گیارہ بجے کلکتہ میل سے امرتسر پہونچا -
نہر کے پل کے قریب اور وہان سے آگے بڑھکر مین نے دیکھا کہ پولیس کے سپاہی
ریلوے لائن کی حفاظت کررہے ہین جب گاڑی اسٹیشن کے اندر داخل ہوئی تو ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ کل اسٹیشن ایک فوجی چوکی بنگیا ہے، جابجا فوجی سپاہی اور توپین چھپی ہوئی
تھین، نہ کوئی قلی اور نہ اسٹیشن پر کوئی گاڑی تھی جیسے ہی مین پلیٹ فارم کے باہر آیا

سردار کرم سنگھ سے ملاقات ہوئی جنھون نے یہ صلاح دی کہ یا تو مین جس مقام سے آیا تھا وہین واپس جاؤن اور یا بہر صورت شہر مین داخل ہونے سے پرہیز کرون چونکہ وہ بہت ہی پریشان معلوم ہوتے تھے اس لیئے اُنھون نے مجھ سے زیادہ بات چیت نہین کی۔ ایک ریلوے ملازم کی مہربانی سے مجھے ۲۰ منٹ انتظار کرنے کے بعد آخر کار بمشکل ایک قلی ملا جو اس بات پر رضامند ہوگیا کہ وہ میرا اسباب "گولڈن ٹمپل" تک پہونچا دے۔ پل کے قریب گوروں کا ایک گارڈ تھا جو بغیر تلاشی لیے کسی شخص کو شہر مین داخل نہ ہونے دیتا تھا، ہر قسم کی چھڑیاں لے لی جاتی تھین، جب میرے اسباب کی اچھی طرح تلاشی لے لیگئی تو اُسکے بعد مجھکو آگے بڑھنے کی اجازت ملی۔ گارڈون کے پُل سے کسی کو گزرنے کی اجازت نہ تھی، یہ حالت شاید ۱۵۔ اپریل تک ہی شہر سے باہر ہر قدم پر سوائے پولیس اور فوج کے آدمیون کے جو بندوقین در سنگینین لئے ہوئے تھے اور کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ شہر کے اندر پولیس کا کوئی سپاہی نہ دکھائی دیتا تھا، شہر مین داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مجھے یہ معلوم ہوا کہ نلون سے پانی بند کردیا گیا ہے۔ پھر شام کو یہ بھی معلوم ہوا کہ شہر مین بجلی کی روشنی بھی بالکل رُک ہی گئی تھی، جہانتک مجھے یاد ہے یہ تکلیف اور دقت بھی ۱۸-۱۹-اپریل تک ہی ممکن ہے کہ اس سے زیادہ دنون تک ہی ہوئے

جب مین گولڈن ٹمپل کیطرف جارہا تھا تو مین نے یہ دیکھا کہ عمارتین تباہ کیگئی تھین ٹیلیگراف کے تار کاٹ دیے گئے تھے اور عمارتون کو جلایا گیا تھا۔

سرکاری بیان کے مطابق بھی کم و بیش تین چار روز تک نلون کا پانی بند کردیا گیا

اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک مجمع کے فساد اور تشدد کی سزا سارے شہر کو دی گئی حالانکہ اس مجمع مین صرف چند ہی لوگ شریک تھے اور جیسا کہ لارڈ ہنٹر نے ایک گواہ سے کہا کہ یہ بات امن پسند شہریون کے اختیار سے باہر تھی -

۱۳- اپریل کی صبح کو جنرل ڈائر تھوڑی سی محافظ فوج کے ساتھ شہر مین داخل ہوئے اور اُنھون نے ایک اعلان عام مشتہر کیا۔ جنرل کے بیان کے مطابق اس اعلان کو تین حصون مین تقسیم کیا گیا تھا جسکا آخری حصہ البتہ صورت حالت سے کچھ تعلق رکھتا ہے' اس اعلان مین مرقوم تھا شہر کے کسی حصہ مین کسی وقت بھی کسی قسم کا کوئی جلوس نہین نکل سکتا۔ اس قسم کا ہر جلوس اور چار آدمیون کا ہر گروہ خلاف قانون مجمع سمجھا جائیگا اور اُسکو بزور قوت منتشر کیا جائیگا "اگر اسکی ضرورت ہوئی" جنرل ڈائر سے باصرار سوال کیا گیا کہ وہ بتائین کہ اُنھون نے "اگر اسکی ضرورت ہوئی" کی شرط کیون لگائی تھی اور "جلوس" کے لفظ کے ساتھ انھون نے مجمع کا مساوی لفظ کس غرض کے طور پر کیون استعمال کیا "اگر ضرورت ہوئی" کے صرف یہی معنی ہو سکتے ہین کہ اگر مجمع اور تدبیرون سے منتشر نہ ہوا تو بزور قوت ایسا کیا جائیگا۔ پھر "مجمع" کے صرف یہی معنی ہو سکتے ہین کہ عام گذرگاہون پر چند آدمیون کا جمع ہوجانا ورنہ گھر کے اندر بھی اگر چار آدمی ملکر بیٹھین تو وہ بھی خلاف قانون مجمع ہو گیا جیسا کہ اعلان کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے

یہ اعلان ایک مترجم نے پنجابی اور اردو دونون زبانون مین کچھ وقفہ کیساتھ پڑھا جبکہ جنرل ڈائر شہر کی سڑکون سے گزرے تھے۔ اس کارروائی مین صرف دو تین گھنٹے

صرف ہوئے اوسکے بعد ڈھنڈھورا پٹوا کر لوگون کو جمع کیا گیا۔ پھر جنرل ڈائر کو ایک نقشہ حوالے کیا گیا جسمین وہ مقامات دکھائے گئے تھے جہان ان کا اعلان لوگون کو پڑھکر سنایا گیا تھا اور اُنھون نے خود تسلیم کیا ہے کہ شہر کے بہت سے حصون مین یہ اعلان نہین سنایا گیا۔ ہم نے خود اس نقشہ کو بچشم خود دیکھا ہے جسمین تمام رستے بھی دکھائے گئے ہین نصف سے زیادہ اور شہر کے بہت ہی آباد حصے مین یہ اعلان نہین پڑھا گیا۔ علاوہ ازین جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہین ۱۳- اپریل کو بیساکھی کا تیوہار تھا اور قرب وجوار کے مواضع سے لوگ برابر شہر مین آرہے تھے جنکو اس اعلان کی کوئی خبر نہ تھی۔ خود سرکاری افسرون نے تسلیم کیا ہے کہ یہ لوگ آئے اور یہ اس اعلان سے بالکل بیخبر تھے۔

اس اعلان کیوقت ایک لڑکا ایک پیپہ بجا کر شہر کے بازارون مین لوگون کو اسکی اطلاع دے رہا تھا کہ ۴ بجے جلیانوالہ باغ مین ایک بڑا جلسہ منعقد ہوگا اور لالہ کنھیا لعل صاحب اس جلسہ کے صدر ہونگے“۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ کیا وقت تھا جب یہ لڑکا اس جلسہ کے متعلق ڈھنڈھورا پیٹ رہا تھا، ہمارے پاس جو شہادت ہے اُس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت لڑکے نے جلسہ کے متعلق اعلان کیا تو وہ جنرل ڈائر کے اعلان سے کچھ پہلے تھا، لالہ کنھیا لعل نے بیان کیا ”مین نے یہ سنا کہ کچھ لوگون نے (جنکے متعلق ابھی تک مجھے کچھ علم نہین کہ وہ لوگ کون تھے) ۱۳- اپریل کو یہ اعلان کیا کہ اس روز شام کو مین جلیانوالہ باغ مین ایک لکچر دونگا۔ اس سے کچھ لوگون کو یہ خیال ہوا کہ مین ان کو صورت حال

کے متعلق کچھ مفید مشورہ دیسکونگا"۔

تقریبًا پونے بارہ بجے جنرل ڈائر کو اطلاع ملی کہ ساڑھے چار بجے شام کو جلیانوالہ باغ مین ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوگا"۔ جنرل ڈائر نے تسلیم کیا ہی کہ خود اُنھون نے اس جلسہ کو روکنے کی کوئی تدبیر نہین کی"۔ لارڈ ہنٹر نے دریافت کیا "مین آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ آپنے لوگون کو جلیانوالہ باغ مین جمع ہونے سے کیون نہین روکا"۔ جنرل ڈائر نے جواب دیا "جسقدر جلد ممکن تھا مین اپنے مقام پر پہونچا۔ مجھے اپنی فوج کو ترتیب دینا تھا اور صورت حال پر غور کرنا تھا۔ مین نے خیال کیا کہ جس حد تک ممکن تھا مین نے لوگون کو پہلے ہی سے آگاہ کر دیا تھا۔ لارڈ ہنٹر نے پھر پوچھا کہ "کیا فوج کو ترتیب دینے کے لئے ۱۲ بجے سے ۴½ بجے تک وقت درکار ہوتا ہی" جنرل نے جواب دیا کہ مجھے یقین نہ تھا کہ وہ فی الواقعی وہ لوگ جلسہ منعقد کرینگے جبکہ مین صبح کو انھین اچھی طرح آگاہ کر چکا تھا مین نے یہ مناسب سمجھا کہ شہر مین ایک دفعہ فوج بھیجکر انھین آگاہ کرون"۔ ۴ بجے انھین مستند اطلاع ملی کہ واقعی جلسہ ہو رہا ہے وہ فورًا شہر کی طرف روانہ ہو گئے اور فوجی جماعتون کو موقعون پر متعین کر دیا۔ ان کے ساتھ ۲۵ گورکھے اور ۲۵ سکھ سپاہی تھے۔ ان کے ساتھ ۴۰ گورکھے اور تھے جو کھکریون سے مسلح تھے۔ علاوہ اس کے ان کے ساتھ دو مسلح موٹرین بھی تھین۔ جو جلسہ کے مقام پر معمولی رفتار سے پہونچے۔ لارڈ ہنٹر نے سوال کیا کہ "اُنھون نے کسیقدر تیز چلنے کی کوشش کیون نہین کی" جنرل نے جواب دیا کہ "وہ نہین جناب اُس وقت

گرمی بہت تھی، اسلیے ہم معمولی رفتار سے گئے"۔ وہ پانچ اور سوا پانچ بجے کے درمیان جلیانوالہ باغ پہونچے۔

جلیانوالہ باغ کی صورت کیا ہے؟ باغ تو وہ محض برائے نام ہی ہی۔ جلّے اس فرقہ کا نام ہی جس سے اس باغ کے مالک کا تعلق تھا۔ اور "والا" اضافت تخصیصی ہی۔ یہ باغ ایک کھلا ہوا میدان ہی، جسکے چاروں طرف مکانات ہیں۔ اب یہ ایک مشترکہ ملک ہے۔ یہ ایک بے جوڑ اور غیر ہموار چوگوشہ مقام ہی، جو جگہ جگہ دیوالوں سے گھرا ہوا ہی اور اکثر جگہ مکانات کے پشت کی دیواریں اسکا احاطہ کیے ہوئے ہیں اس چوگوشہ مقام پر کچھ درخت بھی لگے ہیں اور اس میں ایک شکستہ مقبرہ بھی ہی، جسکے قریب ہی ایک کنواں ہی، باغ کا صدر دروازہ تنگ ہے اور اسلیے خوش قسمتی سے مسلح موٹریں اسمیں سے نگذر سکیں، اسکے علاوہ اور کوئی صدر دروازہ نہیں ہی، البتہ چار یا پانچ مقام پر گذرنے کے تنگ راستے ضرور تھے، باہر جانیکا جو راستہ ہی، وہاں زمین کسیقدر بلند ہی۔ اور یہاں سپاہیوں کو بٹھانے اور سامنے مجمع پر گولیاں چلانیکا بہت اچھا موقع ہی۔ ایسی حالتمیں جب جنرل اپنے نوّے سپاہیوں کے ساتھ باغ میں داخل ہوئے تو لوگوں کے لیے وہاں سے چلے جانیکا کوئی آسان راستہ نہ تھا۔

ہمارے سامنے جو شہادت ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل ڈائر کے موقع واردات پر پہونچنے سے قبل ہنسراج مجمع کو روکے ہوئے تھا، حاضرین کی تعداد کا

اندازہ بیس ہزار کیا جاتا ہی وہ خود اور اسکے ساتھ چند اشخاص چبوترہ پر کھڑے تھے اور ایک ہوائی جہاز جلسہ کے اوپر اڑ رہا تھا، قبل اسکے کہ فوج وہان پہونچے ہنسراج نے حاضرین سے کہا کہ وہ خوف زدہ نہ ہون، اس جلسہ مین بہت سے لڑکے اور بچے بھی شامل تھے اور بہت سے لوگ اپنے چھوٹے بچونکو گود مین لیکر جلسہ مین آئے تھے کسی شخص کے پاس کوئی لاٹھی نہ تھی، جلسہ مین کچھ خفیہ پولیس کے آدمی بھی موجود تھے جنمین سے دو ہنسراج سے باتین کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ جنرل ڈائر نے اپنی مختصر سی سپاہ کے ۲۵ سپاہیونکو اپنے داہنے اور ۲۵ کو بائین جانب متعین کیا اور یہ سپاہی شمال مین بلند جگہ پر کھڑے ہوگئے یہ بہت مناسب ہوگا کہ ہم یہان خود جنرل ڈائر کی زبان سے بعد کے واقعات بیان کردین۔ جنرل ڈائر سے حسب ذیل سوالات کیے گئے،

سوال - جب آپ باغ مین داخل ہوئے تو آپ نے کیا کیا؟

جواب مین نے گولیان چلانی شروع کردین۔

سوال۔ فوراً ہی؟

جواب۔ ہان فوراً۔ مین نے اس امر پر پہلے ہی غور وخوض کرلیا تھا اور اسوقت تیس ہی سکنڈ کے اندر مین نے طے کرلیا کہ اسوقت میرا فرض کیا تھا۔

سوال - اسوقت مجمع مین کیا ہو رہا تھا۔

جواب - جلسہ ہو رہا تھا - ایک شخص جلسہ کے بیچ مین ایک بلند جگہ پر کھڑا ہوا تھا

اسکے ہاتھ ہل رہے تھے بظاہر وہ تقریر کر رہا تھا - جہاں تک میرا خیال ہے وہ جلسے کے بالکل بیچ میں تھا ، میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ جس مقام پر تھا، وہاں سے میرے سپاہی صرف پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر تھے -

جنرل نے اپنے بیان میں یہ بھی تسلیم کیا کہ جلسہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھیں انکے اعلان کی اطلاع نہ ہوگی ، اسلیئے لارڈ ہنٹر نے پھر دریافت کیا "یہ خیال کر کے کہ شاید جلسہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جنھیں آپکے اعلان کی کوئی اطلاع نہ ہو - تو کیا آپنے اسبات کا لحاظ نہ کیا کہ یہ مناسب ہو گا کہ گولیاں چلانے سے پہلے جلسہ کو منتشر کرنیکی تدبیر کیجائے -"

جواب - نہیں اسوقت میں نے ایسا نہیں کیا - میں نے صرف یہ خیال کیا کہ میرے احکام کی تعمیل نہیں کی گئی مارشل لا (فوجی قانون کی حکومت ، جس کے نفاذ کے بعد سول حکام کے اختیارات باقی نہیں رہتے - شہر یا ملک کا انتظام فوجی افسروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے - تمام مقدمات فوجی عدالتوں میں فیصل ہوتے ہیں - مترجم) کا مذاق اڑایا گیا - اور اسلیے یہ میرا فرض تھا کہ میں فورًا گولیاں چلاؤں !

سوال - قبل اسکے کہ آپ جلسہ کو منتشر کریں ، خود جلسہ نے بھی کوئی کارروائی کی ؟

جواب - نہیں جناب - بس اتنی سے چند لوگوں نے بھاگنا شروع کیا !

سوال - کیا حاضرین جلسہ بھاگنے لگا - ؟

جواب - ہاں جب میرے سپاہیوں نے گولیاں چلانا شروع کیں تو درمیان میں

جو بڑا مجمع تھا وہ میرے داہنی جانب بھاگنے لگا۔

سوال۔ مارشل لا (فوجی قانون) کا اُسوقت تک اعلان نہین ہوا تھا۔ اس قسم کی سخت گیر کارروائی کے قبل آپ نے یہ خیال نہین کیا کہ آپکو ڈپٹی کمشنر سے مشورہ کر لینا چاہیئے جو سول حاکم کی حیثیت سے شہر کے انتظام کے ذمہ دار تھے؟

جواب۔ وہان کوئی ڈپٹی کمشنر نہ تھا جس سے مشورہ کیا جاتا۔ مین نے یہ ضروری نہ سمجھا کہ مزید مشورہ لون مجھے جلد اسکا فیصلہ کرنا تھا کہ مین کیا کارروائی کرون۔ جنگی پہلو سے مین نے یہی خیال کیا کہ مجھے فوراً گولیان چلانی چاہئین اور اگر مین نے ایسا نکیا تو مین اپنے فرض کے ادا کرنے مین قاصر رہونگا۔

سوال۔ کیا گولیان چلانے سے آپکا مقصد مجمع کو منتشر کرنا تھا؟

جواب۔ نہین جناب مین اُسوقت تک گولیان چلانیکا ارادہ رکھتا تھا۔ جبتک وہ منتشر نہ ہوجائین۔

سوال۔ کیا جیسے ہی آپ نے گولیان چلانی شروع کین ویسے ہی مجمع منتشر ہونے لگا؟

جواب۔ فوراً ہی۔

سوال۔ کیا پھر بھی آپ گولیان چلاتے رہے۔؟

جواب۔ ہان۔

سوال۔ جب مجمع کے طرز عمل سے یہ معلوم ہوا کہ وہ منتشر ہوا جاتا ہے تو آپ نے گولیان چلانا روک کیون نہین دیا۔

جواب - مین نے اپنا فرض سمجھا کہ اُسوقت تک گولیان چلاؤن جبتک وہ بالکل منتشر نہ ہوجائین اگر مین تھوڑی دیر گولیان چلاتا تو پھر گولیان چلانا ہی غلطی ہوتی مختلف سوالات کا جواب دیتے ہوئے جنرل ڈائر نے کہا کہ انھون نے دس منٹ گولیان چلائین اور یہ کہ انھین اس بات کا کوئی تجربہ نہ تھا کہ فوج کے ذریعہ سے مجمعون کے منتشر کرنیکی اور کیا صورت ہوا کرتی ہے وہ بغیر گولیان چلائے بھی شاید مجمع کو منتشر کرسکتے تھے انھون نے اسلیے گولیان چلائین کہ اگر وہ ایسا نکرتے "تو اہل مجمع پھر واپس آتے اور انکا مذاق اُڑاتے اور اسطرح وہ خود بیوقوف بنجاتے" ایک اور سوال کے جواب مین جنرل موصوف نے گولیان چلانے کے وجوہات اسطرح بیان کیے ہین۔

"مین نے خیال کیا کہ لوگ مجھپر اور میری فوج پر حملہ کرنیکا ارادہ رکھتے تھے ان تمام حالات سے یہ صاف ظاہر تھا کہ یہ تحریک (شورش) صرف امرتسر ہی تک محدود نہ تھی بلکہ بہت وسیع تھی - اور اسوقت کی حالت جنگی نقطۂ نظر سے بہت وسعت رکھتی تھی جبکا صرف امرتسر ہی سے تعلق نہ تھا جنرل نے ۱۶۵۰ گولیان چلائین - جنرل موصوف نے یہ بھی تسلیم کیا کہ اگر وہ اپنے مسلح موٹرونکو باغ مین لیجا سکتے تو وہ ضرور لیجاتے اور جلسہ پر آتشباری کرتے - انھون نے گولیان چلانا اس لیے بند کیا کہ کارتوس ختم ہوگئے تھے - اور یہ کہ مجمع بہت کثیر تھا - انھون نے زخمیون کی تیمارداری کرنے یا اُنکو وہان سے ہٹانیکا کوئی انتظام نہین کیا تھا انکی رائے مین

اُسوقت اُنکا یہ فرض تھا - یہ طبی افسران سے متعلق تھا - جب گولیان چلنا ختم ہوئین تو جنرل بھی واپس گیے وقتاً فوقتاً اُنھون نے "گولیونکا رُخ بدلکران مقامات پر اُنتشاری کی جہان مجمع زیادہ گھنا تھا"، اور پھر یہ انھون نے اسلیے نہین کیا کہ لوگ آہستہ آہستہ جا رہے تھے بلکہ انھون نے "یہ طے کر لیا تھا کہ وہ لوگونکو جلسہ کرنے کی سزا دینگے"

اب ہم اس واقعہ کی مزید تفصیلات عینی گواہونکی زبانی بیان کرتے ہین - ہم اس سے پہلے لالہ گردہاری لال کا بیان نقل کر چکے ہین - انھون نے اس واقعہ کو ایک مکان کی چھت سے دیکھا، جو باغ کے سامنے ہی تھا وہ کہتے ہین کہ - "مین نے سیکڑون آدمیونکو مرتے ہوئے دیکھا - اس واقعہ کا سب سے بدترین پہلو یہ تھا کہ باہر جانے کے جو راستہ تھے اُس طرف گولیونکی بوچھار زیادہ تھی اور ادھر ہی لوگ بھاگ رہے تھے - صرف چار یا پانچ جگھون پر باہر جانے کے راستے تھے لیکن یہان گولیونکی بارش ہو رہی تھی - بہت سے آدمی تو لوگون کے پیرونکے نیچے کچل کر مر گئے - خون کا ایک سیلاب روان تھا جو لوگ زمین پر لیٹ گئے تھے اُنکے بھی گولیان ماری گیئن تھین - حکام نے مجروحین اور مقتولین کی دیکھ بھال کے لیے کوئی انتظام نہین کیا تھا - مین نے یہ حالت دیکھکر بہت سے زخمیونکو پانی پلایا اور جسقدر مین انکی مدد کر سکتا تھا وہ مین نے کی - مین نے اس مقام کا ایک چکر لگایا اور دیکھا کہ ہر طرف زخمی اور مقتول پڑے ہوئے تھے بعض جگھون پر تو مقتولین کا

ڈھیر تھا لاشین جوانون اور لڑکون دونون کی تھین بعض کے سر پھٹ گئے تھے کچھ لوگونکی آنکھین، ناکین ۔ سینے اور ہاتھ پیر ٹکڑے ہوگئے تھے ۔ مین نے لوگون کو بھاگتے ہوئے دیکھا اور بہت سے لوگون نے اپنے زخمیون اور مردونکو چھوڑ دیا کیونکہ انھین یہ خوف لگا تھا کہ آٹھ بجے شب کے بعد ان پر پھر گولیان چلائی جائینگی ۔

یہان اس اعلان کے دوسرے حصہ کا بیان کردینا بھی ضروری ہے جو ۱۳ - اپریل کو بذریعہ ڈھنڈورہ مشتہر کیا گیا تھا وہ اسطرح پر ہے :-

کسی باشندہ شہر کو آٹھ بجے رات کے بعد سے گھر چھوڑنے کی اجازت نہین کوئی شخص اگر آٹھ بجے کے بعد سڑک پر دکھائی دیا تو اسکے گولی ماردیجاویگی ۔"

گواہ نے یہ بھی بیان کیا "کہ بہت سے مجروحین جو کسی نہ کسی طرح باغ سے بھاگ نکلے راستون پر مر گئے انکی لاشین سڑکون پر پڑی تھین باشندگان امرتسر نے اسطرح بیساکھی کا میلا منایا"

"حکایتین جو مصائب کی انکے سنتے ہین — تو دونون ہاتھون سے لیتے ہین ہم کلیجہ تھام
خدا ہی جانے ہوئین کتنی عورتین بیوہ — خدا ہی جانے ہوئے بچے کسقدر ایتام"

تعداد مقتولین کی بابت یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ خود گورنمنٹ کے بیان کے مطابق انھون نے ۲۰ - اگست یعنی اس افسوسناک واقعہ کے چار ماہ بعد معلوم کرنیکی کوشش کی تب مسٹر تھامسن نے یہ اعلان کیا کہ تعداد اموات ۲۹۰ سے زائد نہ تھی ۔ اب گورنمنٹ نے سیوا سمتی کی تعداد یعنی ۵۰۰ کو عملاً تسلیم کرلیا ہے

جسکا انحصار ان اموات پر ہے جنکی کافی تلاش و جستجو کی گئی اور یہ تعداد بھی کم سے کم ہے ٹھیک تعداد تو کبھی نہ معلوم ہو گی لیکن اگر تلاش کیجائے تو ہمارے خیال سے لالہ گردھاری لال کا تخمینہ ایک ہزار مبالغہ نہ ہوگا یقیناً بے تکے طریقہ پر نشانہ بازی کیگئی ہوگی جبکہ باوجود اسکے کہ گولیاں اس مجمع پر چلائی گئیں جسکی تعداد ۲۰ ہزار تھی سپاہی ایکہزار آدمی بھی نہ مار سکے اور یہ بھی یاد رہے کہ کوچہ ہنسلی کی جو ایک تنگ گلی ہے اس موقع کے سیدھے ہاتھ پر ہے۔ اندر اور باہر دونوں طرف سے گولیاں چلائی گئیں ہم نے گولیوں کے نشانات اس برآمدہ پر بھی دیکھے جو گلی کے اسطرف ہے ہمارے سامنے ایسی شہادتیں بھی موجود ہیں کہ سپاہی باغ کے بیرونی مقامات پر بھی مقرر کیے گئے تھے تاکہ چھوٹے چھوٹے راستوں کی حفاظت کریں اور آدمیوں پر گولیاں بھی چلائی گئیں جبکہ وہ ان راستوں سے بھاگ رہے تھے ہمیں کچھ شک و شبہ نہیں کہ جنرل ڈائر نے ایک بڑی تعداد مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اگر تعداد ایکہزار یا اس سے زیادہ تھی تو ہمیں جنرل موصوف کی کوئی خطا نہ تھی گولہ بارود ختم ہو گیا تھا اور نہ مسلح موٹر اس راستہ سے نہیں گذر سکتی تھیں کیونکہ راستہ بہت تنگ تھا۔

یہ ناممکن ہے کہ ۱۳ اپریل کے افسوسناک واقعات یا جیسا کہ جسٹس رنکن نے کہا اسکی ہیبتناک کارروائیاں تفصیلاً بیان کیجائیں۔ پوری طرح اندازہ کرنے کے لیے افسروں کی شہادات اور وہ شہادتیں جو ہم نے چھاپی ہیں دیکھنے کی ضرورت ہے

۱۰- اپریل کے تصادم کے بعد سے انگریزی حکام بہت برہم ہو گئے اور شاید انکا ایسا کرنا بیجا نہ تھا خود اُن اشخاص نے جنکی حکام بہت قدر و منزلت کیا کرتے تھے انکا ساتھ چھوڑ دیا - لالہ دھولن داس جو شہر امرتسر کے ایک مشہور باشندے ہین انکی مثال موجود ہے لیکن جب افسرونکی طلبی سے وہ گئے تو اُنھون نے دیکھا کہ افسران خائف اور برافروختہ ہین اور سب کے سب بگڑے ہوئے تھے یہانتک کہ مسٹر سیمر کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انھون نے ایک موقع پر یہ بھی کہا کہ اگر ایک یوروپین کی جان جائیگی تو اسکے لیے ایک ہزار ہندوستانی قتل کیے جائینگے کسی شخص نے یہ بھی تجویز کی کہ شہر پر گولہ باری کیجائے - اور لالہ دھولن داس نے افسران سے کہہ دیا کہ اگر کسی طرح سے گولڈن ٹمپل کے کسی حصہ پر اثر پڑا یعنی نقصان ہوا تو یہ بے چینی کسیطرح کم نہوگی کیونکہ یہ مندر کل پنجاب مین متبرک سمجھا جاتا ہے -

۱۱- اپریل کو مسٹر محمد صادق بیرسٹر مع چند دیگر اصحاب کے حکام کے پاس مُردونکی تجہیز و تکفین کے متعلق گفتگو کرنے گئے - انکا بیان ہے کہ افسرونکی گفتگو سے مین اس نتیجہ پر پہونچا کہ چونکہ انگریز مارے گئے ہین اس لیے انکا خون بغیر بدلہ لیے نہ چھوڑا جائیگا اور اگر ذرا بھی مدافعت یا نافرمانی یا کوئی ایسی بات کیگئی جس سے امن مین فرق آئے تو کافی فوجون کا انتظام کیا جاوے گا اور اگر ضرورت ہوئی تو شہر پر گولہ باری بھی کرائی جاوے گی -

ڈاکٹر بالموکند سب اسسٹنٹ سرجن کا بیان ہے کہ کرنل سمتھ سول سرجن نے

گیارہ اپریل کو کہا کہ جنرل ڈائر آ رہے ہین اور شہر پر گولہ باری کیجاویگی۔ انھون نے ایک نقشہ کھینچا اور بتایا کہ کسطرح شہر پر گولہ باری کیجاویگی اور کسطرح ایک آدھ گھنٹہ کے اندر شہر مسمار کر دیا جاویگا مین نے کہا کہ مین بھی شہر مین رہتا ہون اگر شہر پر گولہ باری ہوئی تو میرا کیا حشر ہوگا۔ کرنیل نے جواب دیا کہ آپ کے لیے بہتر ہے کہ شہر چھوڑ دین اور اسپتال چلے آئین اگر آپ اپنی سلامتی چاہتے ہین"

ہم جانتے ہین کہ ۱۳۔ اپریل کی ہیبتناک کاروائیان کیون ظہور پذیر ہوئین ایک تھرا دینے والی ضرب کی ضرورت تھی۔ شہر پر گولہ باری کیے جانیکا خیال فوراً ترک کر دیا گیا ۱۳ تاریخ کے جلسہ نے ایک اچھا موقع بہم پہنچایا جس سے جنرل ڈائر نے فی الفور فائدہ اٹھایا۔ مسٹر سی۔ ایف اینڈریوز نے قتل عام گلینکو کیطرح اسکو بھی قتل عام سے یاد کیا ہے۔ اگر ظلم اور وحشت کے تولنے کا بھی کوئی پیمانہ ہوتا تو ہمارا خیال یہ ہے کہ گلینکو کا قتل عام جلیانوالہ باغ کے قتل عام سے بدتر تھا لیکن آج تہذیب کا جو معیار ہے وہ اس زمانہ کے فوجی ضوابط اور قوانین مین داخل نہ تھا جبکہ گلینکو کا قتل عام ہوا تھا۔ ہم سمجھتے ہین کہ وہ لوگ بھی جنھون نے اعلان کو سنا وہ یا تو اسکی اہمیت کو نہ سمجھے یا اس حصہ کے منے نہ سمجھے جسمین انھین منع کیا گیا تھا۔ اس جلسہ مین ایک شخص بھی قانون کی خلاف ورزی کرنے نہین گیا تھا۔ کسی قسم کا اشتعال افسران فوجی کو نہین دیا گیا اور نہ کوئی بات ایسی پیش آئی جس سے امرتسر کے اندر یا باہر قتل عام کیے جانے کی ضرورت ہوتی۔ یہ ایک بیدریغ

وحشیانہ فعل تھا۔ اگر ہندوستان میں انگریزی حکومت ان غلطیوں سے پاک ہونا چاہتی ہے تو جنرل ڈائر کو فوراً برطرف کیا جاوے اور انپر باقاعدہ مقدمہ چلایا جاوے۔ جنرل موصوف نے ہنٹر کمیٹی کے سامنے یہ بیان کیا کہ سر مائیکل اوڈ اُڈائر نے انکے کل کاموں سے اتفاق کیا۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص باشندگان پنجاب کا معتمد ہو انسانیت کے خلاف ایسے جرم کی تائید کرے۔ حتیٰ کہ فوجی قانون کے نافذ ہونے کے بعد تہذیب اور انسانیت کے چند اصول کی پابندی ذمہ دار افسران فوج پر ضروری ہوتی ہے۔ ہم یہ کہنے کی جرأت کرسکتے ہیں کہ جنرل ڈائر نے ان سب باتوں کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد کسی صورت یا کسی حالت میں یہ نہیں ہے کہ ہم بلوائیوں کی آتش زنی کی حرکت یا انگریزوں کے قتل کو کم دکھائیں ہمکو یقین ہے کہ وہ قابل عزت نہیں ہیں لیکن ساتھ ہی اسکے ہم یہ بھی کہیں گے کہ ایک برافروختہ مجمع کا کوئی فعل چاہے وہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہو ایسا نہیں ہوسکتا جو بے گناہ لوگوں کی تباہی کا باعث ہو اور اس فعل کے مجرم جنرل ڈائر تھے۔

۱۳۔ تاریخ کا دن لوگوں نے مردوں کو پہچاننے اور انکو دفن یا جلانے میں بسر کیا جسکے لیے اجازت لینا پڑتی تھی۔ اعلان یہ کیا گیا تھا "باشندگان شہر مقتولین کی تجہیز و تکفین کرسکتے ہیں جسوقت وہ چاہیں لیکن ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی جلوس نہ ہو"

لارڈ ہنٹر کے اس سوال کے جواب مین کہ ۱۴ تاریخ کو شہر کی کیا حالت تھی جنرل
نے جواب دیا کہ "مین نے شہر کی گشت کی تاکہ دیکھون کہ میرے احکام کی پوری
تعمیل ہوئی ہے یا نہین مین نے پہرے دار سپاہیونکو دیکھا سب بدستور تھے۔ ۹
کو توالی مین قریب دو بجے ایک جلسہ منعقد ہوا جسمین شہر کے کل میونسپل کمشنر
مجسٹریٹ۔ اور تاجر بلائے گئے ۔ یہان کمشنر نے ایک تقریر مین کہا کہ "آپ لوگ
کیا چاہتے ہین صلح یا جنگ ؟ ہم ہر طرح تیار ہین گورنمنٹ بہت ہی طاقتور ہے
اس نے جرمنی کو فتح کیا اور بہت کچھ کر سکتی ہے ۔ آج جنرل صاحب احکام صادر کرینگے
جنکے قبضہ مین شہر ہے مین کچھ نہین کر سکتا ہون آپ لوگون کو حکم ماننا پڑے گا"
کمشنر صاحب مسٹر کچن اسوقت چلے گئے اور جنرل ڈائر مع مسٹر ساملس اور ونگ
ہل و پلامر اور فوجی گارڈ کے قریب پانچ بجے تشریف لائے اور مع اپنے
ساتھیونکے کمرہ مین داخل ہو گئے ۔ ان لوگون کے چہرون پر سخت غصہ کے آثار
نمایان تھے جنرل ڈائر نے ایک تقریر اردو مین کی وہ یہ ہے "آپ لوگ خوب
جانتے ہین کہ مین ایک فوجی سپاہی ہون ۔ آپ لوگ کیا چاہتے ہین صلح یا جنگ ؟
اگر آپ جنگ چاہتے ہین تو گورنمنٹ اسکے لیے بھی تیار ہے ۔ اگر آپ صلح چاہتے ہین
تو میرے احکام کو مانیے اور دوکانین کھولیے ورنہ گولیان چلائی جائین گی ۔ میرے
لیے فرانس کا میدان اور امرتسر برابر ہین مین فوجی آدمی ہون ۔ اور اسی کے مطابق
کرونگا مین الٹا سیدھا کچھ نہین دیکھونگا ۔ آپ لوگ جلد بولین کہ آپ کیا چاہتے ہین

یا ہنگ تو نہین چاہتے اگر آپ امن و امان چاہتے ہین تو میرا کہنا مانیے اور دوکانین کھولیے ۔ آپ لوگ گورنمنٹ کے خلاف بہت کچھ کہتے ہین اور وہ لوگ جو جرمنی یا بنگال کے تعلیم یافتہ ہین وہ مفویانہ گفتگو کرتے ہین مین ان سب باتون کی اطلاع گورنمنٹ کو کرونگا میرے احکام ماننا پڑینگے ۔ مین اور کچھ نہین چاہتا ۔ بتیس برس سے مین فوج مین ملازم ہون ۔ مین ہندوستانی سپاہیون اور سکھ لوگونکو خوب جانتا ہون ۔ آپ لوگونکو امن قائم کرنا پڑیگا ورنہ دوکانین بندوقونکے زور سے جبریہ کھلوائی جاوینگی ۔ مجھے کل بدمعاشونکی اطلاع دیجیے مین ان سب کے گولی مارونگا میرے حکم کو مانیے اور دوکانین کھولیے ۔ مین پھر آپ سے پوچھتا ہون کہ کیا آپ لڑنا چاہتے ہین ؟

اسکے بعد مسٹر مائلس اروینگ ڈپٹی کمشنر نے تقریر کی ۔ ہم انکی تقریر سے دو جملے کہتے ہین آپلوگون نے بہت برا کیا کہ انگریزون کو مارا ۔ اسکا انتقام آپسے اور آپکے بچون سے لیا جاویگا ۔ ۱۵ - تاریخ کو دوکانین کھولی گئین اور یہ خیال ہوسکتا ہے کہ ۱۳ تاریخ کے واقعات اور ۱۴ - کی تقریر دن اور پھر دوکانونکے کھل جانے سے معمولی ملکی حکومت کی پابندی شروع ہوگئی ہوگی مگر یہ ہونیوالی بات نہ تھی انتقام پوری طرح نہین لیا جاسکتا تھا اسلیے فوجی قانون ۔ (مارشل لا) کا اعلان کردیا گیا ۔ اور جو باتین امر واقعی تھین وہ قانوناً بھی جائز ہوگئین فوجی قانون ۹ - جون تک جاری رہا ۔ اور باشندگان امرتسر کی زندگیان مختلف صورتون سے ناقابل برداشت ہوگئین تھین

۱- وہ سڑک جہاں پر مس شروڈ پر حملہ کیا گیا تھا اسکے لیے رکھی گئی کہ اس پر سے گزرنے والے پیٹ کے بل چلیں اور کوڑے لگیں۔

۲- ہر شخص مجبور تھا کہ سلام کرے جو بظاہر تو انھیں کے لیے مخصوص تھا جو انگریزی افسر تھے لیکن حقیقتاً ہر انگریز کو سلام کرایا جاتا تھا ورنہ انھیں اندیشہ تھا کہ وہ گرفتار کر لیے جائینگے اور انکی ذلت کیجائیگی۔

۳- کوڑے بازار میں سب لوگوں کے سامنے لگائے جاتے تھے حتیٰ کہ معمولی معمولی باتوں پر بھی یہی سزا دیجاتی تھی

۴- شہر کے کل قانون پیشہ لوگ بلا وجہ اسپیشل کانسٹبل بنائے گئے تھے اور انکو معمولی قلیوں کی طرح کام کرنا پڑتا تھا۔

۵- لوگ بلا امتیاز شخصیت گرفتار کیے جاتے تھے اور ان قیود کی حالت میں وہ لوگ طرح طرح سے ذلیل کیے جاتے تھے اور انھیں ناگفتہ بہ تکلیفیں اٹھانا پڑتی تھیں اور ایذائیں دیجاتی تھیں۔ یا تو صرف اسوجہ سے کہ ان کو تکلیف دیکر اقرار کرالیں اور شہادت دلانے کے لیے راضی کرلیں اور یا صرف اسوجہ سے کہ انکو ذلیل کریں۔

۶- خاص عدالتیں قائم کی گئیں کہ مقدمات کا فیصلہ کریں جنمیں قانون کے نام سے بڑی ناانصافی برتی جاتی تھی اور مجرموں کے ساتھیوں کو اسکا حق بھی نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ کسی دوسری جگہ اپیل کریں۔

اب ہم کچھ ذکر اسکا بھی کرینگے جسکو پیٹ کے بل چلنا کہا جاتا تھا - وہ سڑک جس مین پیٹ کے بل چلنا پڑتا تھا نہایت تنگ اور بہت ہی آباد رہتی ہے - اس گلی کے دونون جانب دو منزلہ مکانات ہین - چند چھوٹی چھوٹی گلیان بھی ادھر ادھر گئی ہین جنمین چند مکانات ہین - وہ لوگ جو اس گلی مین رہتے تھے اگر انکو شہر مین کوئی چیز خرید و فروخت کرنے کے لیے جانا ہوتا تو مجبور تھے کہ اس گلی سے نکلین جس صورت مین انکو پیٹ کے بل چلنا ضرور پڑتا تھا حفظان صحت یا ڈاکٹری ضروریات اسوقت بہم پہونچائی جاتی تھین جبکہ وہ پیٹ کے بل چلین گلی جسمین یہ حکم صادر تھا ۵۰ گز لمبی ہے اس کے وسط مین ایک ٹکٹکی لگائی گئی تھی - جو خاص اس مقصد کے لئے بنائی گئی تھی - کہ اس مقام پر کوڑے مارے جائین - یہ حکم آٹھ روز تک جاری رہا اگرچہ جنرل ڈائر نے اس حکم کو ہاتھ اور پیرون کے بل چلنے" کے نام سے یاد کیا ہے - اور اخبارات نے ہاتھ اور گھٹنون کے بل - لیکن حقیقت مین وہ اسطرح چلائے جاتے تھے کہ پیٹ کے بل لٹائے جاتے تھے اور شل کیڑون کے گھسنا پڑتا تھا - اگر ذرا بھی ٹانگ زمین سے اٹھی تو بندوق کا کندہ چلنے والے کی پیٹھ پر رسید کیا جاتا تھا - اسلیے پورا رستہ ہاتھ اور پیٹ ہی کے بل چلکر طے کرنا پڑتا تھا - ہندوستانی اور گلیون کی مانند یہ گلی بھی ناپاکی اور غلاظت سے معمور تھی یہ بھی یاد رکھنے قابل ہے کہ حکم صرف زبانی ہی صادر ہوا تھا اور اسی وقت اٹھا لیا گیا جبکہ بڑے

حکام کی طرف سے حکم آیا۔ جنرل ڈائر اس حکم کو اسطرح پر مناسب ثابت کرتے ہین
"مجکو یہ خبر لگی کہ عورتین جنکو ہم متبرک سمجھتے ہین ماری گئی ہین مین نے اپنے
دماغ مین ان وحشیانہ حرکات کے لیے سزا سوچی لیکن کوئی سزا میری سمجھ
مین ایسی آئی جسمین کچھ نہ کچھ جان کا خطرہ نہ ہوتا۔ آخرکار جبکہ مین نے فوجی چوکیونکا
معائنہ کیا تو مین نے حکم دیا کہ ایک مثلث تیار کیجائے۔ چونکہ مین یہ چاہتا
تھا کہ یہ سڑک متبرک سمجھی جائے اس لیے مین نے دونون کنارون پر پہرے دار
کھڑے کرائے اور یہ حکم دیا کہ کوئی ہندوستانی اس طرف سے گذرنے نہ دیا جاوے
اور یہ بھی کہدیا کہ اگر کوئی ہندوستانی اس طرف سے گذرنا چاہے تو ہاتھ پیر کے
بل چلے۔ مین یہ نہین سمجھا تھا کہ کوئی سمجھدار یا عقلمند آدمی ایسی حالت مین
اس گلی کے اندر سے گذرنیکا قصد کریگا"۔ اس بالارادہ اور وحشیانہ سزا سے بڑھکر
کوئی اور سزا نہین ہوسکتی۔ مس شروڈ پر ۱۰۔ اپریل کو حملہ کیا گیا اور یہ حکم ۱۹۔ کو
نافذ ہوا۔ اس حکم کی پابندی ان لوگون پر لازم کی گئی جنھون نے کبھی بھی
مس شروڈ کو نہ دیکھا تھا۔ گو ان لوگون نے بھی امرتسر کے بیشتر باشندونکی طرح
مس موصوفہ پر اس شرمناک حملہ کی سختی سے مذمت کی۔ یہی لوگ تھے، جنھین
سزائین بھگتنی پڑین۔ ایک ایسے دماغ کی خصوصیت بیان کرنی مشکل ہے
جو اس قسم کی سزا تصنیف کرتا ہے اور اس کے اجرا سے خوش ہوتا ہے
جسکا مقصد صرف یہی ہے کہ انسان کو ذلیل کیا جائے۔ پہرے دار سپاہی بجے

آٹھ بجے شب تک موقع پر موجود رہتے تھے، اسلیے جب لارڈ ہنٹر نے اُن سے سوال کیا کہ ایک ایسے حکم کے نافذ کرنیکی ضرورت کیا تھی، جس کا مقصد یہ تھا کہ جب لوگ اپنے مکانوں سے باہر نکلیں تو وہ پیٹ کے بل چلیں جنرل ڈائر نے جواب میں کہا "وہ ہر وقت جا سکتے تھے۔ دس بجے شب کے بعد اور چھ بجے صبح سے پہلے (١٥ اپریل کو ٨ بجے کے بجائے دس بجے شب کا وقت مقرر ہو گیا تھا) جنرل صاحب یہ بھول گئے کہ ایک اور حکم بھی تھا، جو اس حکم کے بالکل خلاف تھا۔ کیونکہ کسی شخص کو دس بجے شب کے بعد گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی اور جو شخص ایسا کرتا تو اسکے گولی ماردیجاتی۔ لیکن پھر بھی انھوں نے اپنے مذکورہ بالا جواب میں اسقدر اور اضافہ کر دیا "میں نہیں سمجھتا کہ اس حکم سے لوگوں کو کچھ زیادہ تکلیف پہونچی اور اگر انھیں کچھ تکلیف بھی پہونچی تو مارشل لا کی حالتوں میں یہ کوئی بڑی تکلیف دہ بات نہ تھی وہ ضروریات زندگی کی چیزیں دوسرے طریقوں سے حاصل کرا سکتے تھے۔ پھر بھی اگر انھیں کچھ تکلیف پہونچی تو یہ مجبوری کی بات تھی"

لارڈ ہنٹر نے اسکے بعد کہا کہ "آپ اس بات کو تسلیم کرینگے کہ بد امنی کی حالتوں میں امن پسند شہریوں کیلیے فسادات کے دبانے میں مدد دینا دشوار ہوا کرتا ہے پھر کیا ایسی صورت میں یہ مناسب نہ ہوگا کہ بد امنی کے دفع کرنیکی انتہائی تدابیر کا استعمال صرف شورش پسند مجمع تک محدود ہونا چاہیئے اور امن پسند شہریوں کے مقابلہ میں تفریق روا رکھنی چاہیئے" اسکے جواب میں جنرل ڈائر نے کہا "بیشک

وہ لوگ صرف زبانی اور خیالی آئین کے پابند تھے لیکن اس موقع پر مین نے صرف یہی خیال کیا کہ مین مفسدونکو سزا دون "

سوال - لیکن وہ گلی وہی نہ تھی جسمین زیادہ تر مس شروڈ کو زدوکوب کرنیوالے جاتے تھے -

جواب - نہین بلکہ مین نے سڑک کے درمیان مین ایک چبوترہ بنوایا تھا کہ جب یہ لوگ میرے ہاتھ آجائینگے تو مین انھین کوڑے مار کر گرواؤنگا - مین انھین کوڑے مارنا چاہتا تھا -

اب ہمین ایک لحظہ کے لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ فی الواقع کیا صورت پیدا ہوئی - لالہ ایشور داس فرم کے ایک کارخانہ مین نائب ہین - وہ ۱۸ اپریل کو لالہ لابھ چند کے مکان گئے تھے، فوراً ہی مسٹر پلومر فوجی سپاہیونکو ساتھ لیکر سڑک پر نمودار ہوئے - اسوقت لالہ ایشور داس اور لابھ چند احباب ایک بیٹھکی سے جھانک رہے تھے مسٹر پلومر نے اسوقت پھاٹک کو گرا دیا اور انسے کہا کہ وہ کھڑے ہوکر سلام کرین مسٹر لابھ چند سے کہا گیا کہ وہ اپنے مکان کا کچھ حصہ فوجی سپاہیونکے قیام کے لیے خالی کردین - اس گواہ کا بیان ہے کہ شام کو چار بجے کے قریب ایشور داس - تیرا لال - سیتا رام - اور مین مکان جانا چاہتے تھے لیکن پولیس نے ہمکو روکا اور جانیکی اجازت نہ دی ہم نے پھر اجازت چاہی لیکن اس شرط پر اجازت ملی کہ ہم اس گلی کو رینگ کر طے کرین لیکن ہم لوگونکو مجسٹریٹ کے بل دیا گیا کروہ

گلی طے کرنی پڑی - ہم کسی دوسرے راستے اپنے مکان نہ جا سکتے تھے" یہ واضح رہے کہ اس حکم کے نافذ ہونے کا یہ پہلا دن تھا، اور وہ زبانی یا تحریری کسی صورت میں ہنوز مشتہر نہیں ہوا تھا - ایک دوسرے گواہ لالہ میگا مل تاجر پارچہ اپنی شہادت میں بیان کرتے ہیں "میرا مکان کوچہ کریچن میں ہے جو رینگ کر چلنے والی گلی کی ایک تنگ شاخ ہے میری دوکان گرو بازار میں ہے - پہلے روز کچھ سپاہی کوچہ کریچن میں متعین کیے گئے - جب میں پانچ بجے مکان واپس آرہا تھا، تو سپاہیوں نے مجھ کو روکا اور مجھے حکم دیا کہ میں پیٹ کے بل رینگ کر چلوں - لیکن میں وہاں سے بھاگ گیا اور جب تک سپاہی وہاں سے ہٹا نہیں گئے اس طرف واپس نہ گیا - اُس روز نو بجے شب کو مکان پر پہونچا میں نے دیکھا کہ میری بیوی سخت بخار میں مبتلا ہے نہ گھر میں اس کے پلانے کو پانی تھا نہ ڈاکٹر اور دوائیں دستیاب ہو سکتی تھیں زیادہ رات گئے میں خود ہی جا کر اُس کے لیے پانی لایا - سات روز تک میری بیوی بغیر علاج کے پڑی رہی کیونکہ کوئی ڈاکٹر اس پر رضامند نہ ہوتا تھا کہ وہ اس گلی کو پیٹ کے بل رینگ کر طے کرے"

اسی گلی میں جین سبھا کا ایک مندر بھی ہے جہاں کچھ سادھو رہا کرتے ہیں - لالہ رالیہ رام جو افیون کے ٹھیکہ دار ہیں اُن کا مکان بھی اسی مندر کے قریب ہے جبکہ وہ اپنی دوکان جا رہے تھے - انھیں رینگ کر چلایا گیا - وہ بیان کرتے ہیں کہ "جب میں رینگ رہا تھا، سپاہیوں نے اپنے جوتوں سے میرے ٹھوکریں

مارین؛ اور میری پشت پر بندوق کے کندے رسید کیے۔ اس لیے مین کھانا کھانے مکان نہین گیا۔ پورے آٹھ روز کوئی خاکروب اُدھر نہین آیا اور نہ دوکان کا کوڑہ اُٹھایا گیا اور نہ پاخانہ صاف ہوئے بہشتی (سقہ) بھی نہین آئے۔ نہ ہم ترکاریان خرید سکتے تھے اور نہ کھانے کی کوئی اور چیز۔

جین مندر کے لالہ گنپت رائے جو اس سڑک پر رہتے ہین انھون نے بیان کیا ہے کہ جو لوگ شوالہ مین بغرض عبادت آتے تھے، انکو بھی اسیطرح رینگ کر چلنا پڑتا تھا۔ لالہ دیو می داس جنیدر کو بھی رینگ کر چلایا گیا۔ انھون نے اپنے مکان واپس جانا چاہا۔ لیکن انھین رینگنے پر مجبور کیا گیا۔ وہ بیان کرتے ہین کہ پہلے مین نے اسکی کوشش کی کہ مین ہاتھ پیر کے بل چلون لیکن مجھے سنگین سے دھمکی دی گئی اور پیٹ کے بل چلنے پر مجبور کیا گیا'' کاہن چند جو بیس سال سے نابینا ہین انکو بھی رینگ کر چلایا گیا۔ اور ٹھوکرین ماری گئین۔ عبداللہ جو مدرسی کا پیشہ کرتے ہین انھین بھی رینگ کر چلایا گیا اور جب تھک کر انھون نے راستہ مین دم لیا تو انھین بندوق کے کندے سے مارا گیا چونکہ وہ مضبوط آدمی ہین اسلیے انکا تمام بدن چھل گیا۔

جبکہ رینگ کر چلنے کا حکم نافذ تھا، مقدس کبوترون اور دیگر پرندونکا گولیون سے شکار کیا گیا وہ بیچارہ پول'' ایک قابل حرمت گھر ہے جو ان پرندونکے رہنے کے لیے وقف ہے، اُسکی بے حرمتی کیگئی۔ اس گلی مین جسقدر کوئین ہین انکو گورے سپاہیون نے انکے قریب اپنی حاجتین رفع کرکے گندہ کر دیا۔ سرکاری بیان کے

مطابق پچاس آدمیونکو اسطرح رینگ کر چلنے کی وحشیانہ سزا دیگئی جن لوگون سے ذلت کے ساتھ زبردستی سلام نہین کرایا گیا وہ اس اہانت اور تکلیف کا اندازہ نہین کرسکتے جو اُن لوگونکو برداشت کرنی پڑین جن سے سلام کرایا گیا ہم لوگ جنھون نے اسطرح سلام کرنیکی صرف اُن لوگونکی زبانی کیفیت سُنی ہے، جن سے سلام کرائے گئے، صرف ایک حد تک اس تکلیف اور پریشانی کا اندازہ کرسکتے ہین، جو انکو بھگتنی پڑی - ایک ایسے شہر مین جسکی آبادی ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہے سلام کرنیکا حکم کوئی معمولی بات نہین ہے - جسکے معنی یہ تھے کہ لوگونکو کھڑے ہوکر داہنے ہاتھونسے مقررہ حرکت کرنی پڑتی تھی ایسی حالت مین یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ بعض ایسے گواہ بھی ہمارے سامنے گذرے ہین، جنھون نے بیان کیا کہ "صرف باقاعدہ سلام نکرنے کی سزا مین انھین گرفتار کرلیا گیا - پھر اس حکم کا منشا، صرف اسیوقت پورا نہ ہوجاتا تھا، جب لوگ مقررہ طریقہ پر سلام کرلیتے تھے - جو لوگ ایسا نہین کرتے تھے - اُنھین مختلف صورتونمین سزائین دیجاتی تھین -

۱۸ اپریل کو لالہ ہرگوپال کھنہ بی - اے - چند دوستونکے ساتھ ایک سڑک سے گذر رہے تھے انھون نے دیکھا کہ چند پولیس کے سوار اور اُنکے پیچھے پیچھے جنرل ڈائر آرہے تھے، جنھون نے ان لوگونکو رک جانیکا اشارہ کیا - جب لالہ ہرگوپال انکے سامنے پہونچے تو اُنھون نے فوجی طریقہ پر سلام کیا - لیکن اُن سے کہا گیا کہ انھین ٹھیک طریقہ پر سلام کرنا نہین آتا لہذا وہ دوسرے روز رام باغ مین حاضر ہون - لالہ صاحب جنرل ڈائر سے رخصت

ہوئے اور انھوں نے مسٹر پلائمر سپرنٹنڈنٹ شہر سے دریافت کیا کہ وہ رام باغ میں کس مقام پر حاضر ہوں مسٹر پلائمر نے فوراً ایک کانسٹبل کو حکم دیا کہ وہ لالہ صاحب کو کوتوال صاحب کے پاس لیجائیں جب وہ وہاں پہونچے تو انھیں حکم دیا گیا کہ وہ زمین پر دو تین اور اشخاص کیساتھ پلتھی مار کر بیٹھیں۔ ۵ بجے شام کو اور لوگ بھی انھیں کے ساتھ شامل کر دیے گئے تب وہ دو دو آدمی کرکے یہ لوگ چلا کر کوتوالی پہونچائے گئے کوتوالی میں انھیں تمام رات زمین پر لیٹ یا بیٹھ کر کاٹنی پڑی وہاں گورکھا سپاہی کا گارد انکی پہرہ داری کرتا رہا۔ دوسرے روز ۸ بجے صبح کو انھیں رام باغ لے گئے میدان انکو دھوپ میں کھڑا کیا گیا۔ اسکے بعد ایک فوجی حولدار نے انکو سلام کرنا سکھایا۔ اسکے بعد انھیں چھوڑ دیا گیا۔ میاں فیروزالدین آنریری مجسٹریٹ کا بیان ہے کہ وہ جو لوگ جنرل ڈائر اور مسٹر پلائمر کو کھڑے ہو کر سلام نکرتے تھے انکے کوڑے مارے جاتے تھے اور جو لوگ سلام نہ کرتے تھے، انکو اکثر حالتوں میں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ میں نے خود اسطرح کوڑے مارتے اور گرفتار کرنیکے چند واقعات دیکھے ہیں۔ بعض لوگ تو اسقدر خوف زدہ ہو جاتے تھے کہ ان میں بہت سے عملاً دن بھر ڈر کی وجہ سے کھڑے رہتے تھے تاکہ ان سے کوئی غلطی نہ ہو، جسکی انھیں سزا بھگتنی پڑے۔ میں "عملاً" اسوجہ سے کہتا ہوں کہ یہ لوگ جسوقت بھی کسی موٹر کے گذرنے کی آواز سنتے تھے انکو کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ میں نے خود بھی ایسا ہی کیا"۔

اسمیں صرف ذلت ہی نہ تھی کہ کوڑے شاہراہ عام ہی پر لگائے جاتے تھے

بلکہ یہ سزا بذات خود سخت عذاب تھی اگر کاری تہادتون سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو سمجھ مین نہین آتا کہ کوڑے کیون لگائے جاتے تھے۔ سرکاری بنایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فوجی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پر کوڑے مارے جاتے تھے۔ اور جن لوگون نے مس شروڈ پر حملہ کیا تھا اُنکے متعلق خود جنرل ڈائر نے کہا ہے کہ وہ اُنکو رینگ کر چلنے والی گلی مین کوڑے لگانا چاہتے تھے۔ چھ لڑکون کے ٹکٹکی سے باندھ کر کوڑے لگائے گئے۔ ہر لڑکے کو ٹکٹکی مین باندھا گیا اور ہر ایک کے تیس کوڑے مارے گئے انمین سے ایک لڑکا سندر سنگھ، چوتھے کوڑے کے بعد بیہوش ہو گیا لیکن ایک گورہ سپاہی نے اسکے منھ مین پانی کے قطرے ڈالے اور جب اُسے ہوش آیا تو پھر اسکے کوڑے مارے گئے دوسری مرتبہ وہ پھر بیہوش ہو گیا لیکن کوڑے اُسوقت تک پڑتے رہے، جبتک کہ تیس کی مقرر تعداد پوری نہین ہو گئی۔ جب وہ کھمبہ سے کھولا گیا تو اسکے بدن سے خون جاری تھا اور وہ بالکل بیہوش تھا دوسرے لڑکون کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا گیا اور انمین سے بیشتر کوڑے مارنے کی حالت مین بیہوش ہو گئے۔ اسکے بعد ان سب کے ہاتھون مین ہتھکڑیان ڈالی گئین اور چونکہ وہ چلنے سے معذور تھے، اسلیے پولیس نے انکو گھسیٹا اور قلعہ کو لے گئے

جنرل ڈائر نے اپنی شہادت مین بیان کیا کہ قانون پیشہ کانسٹبلون نے مفید خدمات انجام دیے اور مسٹر کچن نے اپنی شہادت مین کہا کہ انھون نے اس خدمت گزاری کو پسند کیا اب ہمین دیکھنا ہے کہ اسکے متعلق خود یہ قانون پیشہ لوگ کیا کہتے ہین

اوران سے کس قسم کی خدمات لیگی - ہم لالہ کنھیا لال کا ذکر کر چکے ہین - وہ امرتسر کے سب سے پرانے وکیل ہین - وہ بھی اس خدمت سے نہ بچ سکے - وہ کہتے ہین :-

مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ منجملہ تمام مقامی قانون پیشہ لوگون کے ساتھ مجھے بھی خاص کانسٹبلون مین بھرتی کیا گیا - میرا تقرر ۲۲ - اپریل کو ہوا جبکہ اس قسم کے تقرر کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی تھی کیونکہ شہر مین امن و امان قائم ہو چکا تھا - پولیس اس مقصد کے لیے بالکل کافی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ ان دنون شہر مین سکون قائم تھا - اس ضعیفی مین مجھ سے قلیونکی طرح کام لیا گیا - مجھے ایک مقام سے دوسرے مقام تک میزین اور کرسیان لیجانا پڑتی تھین - اور دھوپ مین شہر کی پہرہ داری کرنی پڑتی تھی - ہم لوگون پر جو گالیونکی بوچھار ہوتی تھی اور جو توہین اور ذلت ہماری کیجاتی تھی اس سے ہماری تکالیف اور بڑھ گئی تھین مین نہین یقین کرتا کہ شہر مین امن و امان قائم کرنے کیلئے ہم لوگونکے تقرر کی کوئی ضرورت تھی - اس حکم کا مقصد ہمکو سزا دینا تھا مقامی قانون پیشہ لوگ سیاسی معاملات مین حصہ لیتے ہین اور رولٹ ایکٹ کے خلاف جد و جہد مین بھی چونکہ انھون نے نمایان حصہ لیا تھا - اسلیے تمام قانون پیشہ لوگونکو اسکی سزا دیگئی "

لالہ بالمکند بھاٹیہ وکیل ہائی کورٹ و میونسپل کمشنر خاص کانسٹبلونکے تقرر کے رسم کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہین کہ ان لوگون کو زمین پر بٹھایا گیا بعدہ دو آدمیونکو کھمبے سے باندھ کر انکے کوڑے مارے - ہاباد یکھنے کے لیے ہم لوگونکو طلب کیا ہمین جا کر حکم دیا گیا کہ ہم اس نظارہ کو دیکھین شام کو تمام وکلا سے کہا گیا کہ وہ ایک قطار مین کھڑے ہون

لفٹنٹ نیوٹمین ہماری نگرانی کرتے تھے - انھوں نے ہم ہیں سے ایک کو ٹھوکر لگا کی دھمکی دی - ہم لوگوں کو دن میں تین مرتبہ حاضری دینی پڑتی تھی اور بقیہ دن شہر میں پہرہ دیتے تھے - مسٹر بھاٹیہ کا بالفاظ دیگر بیان ہے کہ " ہمیں دن بھر حاضری دینی پڑتی تھی یا تو باغ میں اور یا شہر میں - ہم سے برابر کہا جاتا تھا کہ ہماری حیثیت ایک کانسٹبل سے زیادہ نہیں اور عدول حکمی کی صورتمیں ہمارے لیے صرف کوڑوں یا قید ہی کی نہیں بلکہ موت کی سزا بھی تھی - ہمیں قلیوں کی طرح کام کرنا پڑتا تھا - بہت سے لوگوں کی موجودگی میں ہمیں میزیں اور کرسیاں اٹھانی پڑتی تھیں - حالانکہ وہ لوگ ہمیں عزت کی نظر سے دیکھتے تھے - واضح رہے کہ اس کام کے لیے ملازمین اور خدام موجود تھے انھیں سلام کرنے کا طریقہ خاصکر سکھایا جاتا تھا اور ۱۲ - مئی کو یہ لوگ رہا کیے گئے وہ بھی لالہ کنھیالال کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس حکم کا منشاء یہ تھا کہ وکلا رکو سزا دیجائے -

پنڈت رام چندر مصرا اور دوسرے قانون پیشہ لوگ ان بیانات کی تصدیق کرتے ہیں اور انکی رائے میں اس طریقہ سے ان لوگوں کی توہین اور ذلت کی گئی کہ انھوں نے حکام کی مدد کی تھی - کل ۹۳ وکلا رکی اسطرح توہین کی گئی اسکے علاوہ انھیں مالی خسارہ بھی اٹھانا پڑا کیونکہ انھیں اپنا کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا

شاید مارشل لا کے ایام میں عام گرفتاریاں اور قید کی حالت میں لوگوں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کی گئیں وہ سزا کی نہایت پریشان کن صورتیں تھیں اور

ان گرفتاریون سے زمانہ مین کوئی شخص خود کو محفوظ نہین سمجھتا تھا لالہ گردھاری لال کا بیان ہے کہ جہانتک مجھے یاد ہے پولیس نے ۱۲-اپریل سے لوگونکو گرفتار کرنا شروع کردیا- ان گرفتاریون مین کوئی وقفہ نہین ہوا- اور ہر حیثیت کے لوگ روزمرّہ گرفتار ہوتے تھے گو وہ امن کیساتھ اپنے فرائض منصبی بجالاتے تھے- ان پر کوئی الزام نہین لگایا جاتا تھا" ان لوگونکے ہاتھون مین ہتھکڑیان ڈالدیجاتی تھین اور وہ حوالات مین دنون اور مہینون کے لیے بند کردیے جاتے تھے- انھین یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ انپر کونسا الزام قائم کیا گیا ہے ان لوگونکو اسکی اجازت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے اعزّا اور احباب سے مل سکین- جب ڈاکٹر بدرالاسلام علیخان گرفتار کیے گئے تو شہر مین عام طور پر یہ اندیشہ پیدا ہوگیا کہ کانگریس سے جن لوگونکا تعلق ہے- اُنمین سے ہر شخص کا یہی حشر ہوگا- لالہ گردہاری لال ۷-اپریل کو امرتسر سے روانہ ہوئے اور ۱۱-اپریل کو پھر واپس آگئے وہ کانپور مین اپنے ایک عزیز کو علیل چھوڑ آئے تھے- اسلیے وہ پھر کانپور واپس جانا چاہتے تھے بڑی دقتون سے انھین ایک پروانہ راہداری ملا اور امرتسر چھوڑنے کی اجازت دیگئی وہ ۲۱-اپریل کو کلکتہ میل سے روانہ ہوگئے- دریاے بیاس کے پل پر گاڑی روک لی گئی اور تمام ہندوستانی مسافرونکے اسباب کی اچھی طرح تلاشی لی گئی- انھون نے بعد کو یہ بھی سُنا کہ امرتسر مین حکام انکی تلاش مین تھے جب وہ کانپور پہونچے تو وہ شہر کے پولیس سپرنٹنڈنٹ کے پاس گئے- جو نہایت شفقت سے پیش آئے اور بعد کو ایک پہرہ دار گارڈ کے ہمراہ انھین امرتسر واپس روانہ کیا—

جو سب انسپکٹر پولیس انکے ساتھ تھے، اُنکی اجازت سے اُنھوں نے ایک اخبار لے لیا تھا
یہ بات امرتسر کے پولیس سپرنٹنڈنٹ کو برہم کر دینے کے لیے کافی تھی لیکن انسپکٹر نے
اُسے جھڑکی سے کہدیا کہ اخبار خریدنے کی خود اسی نے اجازت دی تھی کیونکہ اسکو اپنے
سپرنٹنڈنٹ نے انکی آزادی پر اسطرح کے قیود عائد کرنیکی ہدایت نہ کی تھی۔ لالہ گردہاری لال
کے ہاتھ میں فوراً ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں اور یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ وہ کیوں گرفتار
کیے گئے انکے دریافت کرنے پر کوئی جواب نہیں دیا گیا ۲۲-اپریل کو گیارہ بجے
دن سے دوسرے روز آٹھ بجے تک انھیں کچھ کھانیکو نہیں دیا گیا۔ ایک چھوٹے
سے کمرے میں گیارہ آدمیوں کے ساتھ انھیں بند کر دیا گیا اس کمرہ کے ایک
کونے میں ایک گندہ بدبودار کونڈہ رکھا تھا۔ دوسرے روز صبح کو چند منٹ کے
لیے انھیں معمولی حاجت روائی کی غرض کمرہ سے باہر نکلنے کی اجازت دیگئی۔ نہ انھیں
نہانے کی اجازت ملی اور نہ کپڑے دھونے کی پانی بھی بمشکل ملتا تھا اور وہ بھی جب
کوئی نیک دل کانسٹبل قریب آجاتا تھا۔ مئی کا مہینہ نہایت ہی گرم ہوتا ہے
اور ایک تنگ کمرہ میں جب بہت سے لوگ ہونگے تو اُنکی تکلیف کا آسانی سے
اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ وقت مقررہ کے اندر وہ چند حکام کے سامنے حاضر کیے گئے
جنمیں سے ایک نے انکے متعلق نہایت مذمت آمیز اور دل آزار باتیں کہیں ۲۴ مئی کو
وہ حوالات سے ایک امدادی جیلخانہ میں منتقل کیے گئے خوراک ایسی ملتی تھی جسکو
کوئی انسان کھا نہیں سکتا ۲۶ کو لالہ صاحب کو مع انکے ساتھیوں کے ہتکڑیوں میں

دو دو آدمیونکو ایک ساتھ باندھکر لاہور بھیجا گیا۔ کسی شخص کو انکے پاس آنیکی اجازت نہ تھی جنھونے اُن سے باتین کرنیکی کوشش کی انھین فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ لاہور کے ریلوے اسٹیشن سے کچہری تک انھین پیدل چلایا گیا۔ جسکا فاصلہ تقریباً دو میل ہے پولیس انسپکٹر نے راستہ مین انکو پانی بھی پینے کی اجازت نہ دی۔ جب وہ کچہری پہنچے تو تمام دن انھین عدالت کے باہر بٹھلایا گیا۔ اسکے بعد وہ لاہور کے سنٹرل جیل روانہ کئے گئے جہان انمین سے ہر شخص کو لوہے کے پنجرہ مین بند کر دیا گیا۔ جو سات فیٹ لمبا دو فٹ چوڑا اور چار فٹ بلند تھا۔ نہانیکا انتظام نہایت ہی گندہ تھا۔ ایک ہی کٹھری تھی جس سے ہر طرح کے کام لیے جاتے تھے۔ وہان نہانے کو بتایا گیا ۲۷ مئی کو صرف چند اشخاص جنکے اعزا نے بڑی بڑی رقمین ادا کی تھین انھین ایسے کمرون مین منتقل کر دیا گیا جو کسیقدر بہتر تھے اور خوراک بھی کچھ اچھی ملتی تھی صرف یہان کپڑونکے بدلنے کی اجازت ملی۔ ۲۸ مئی کو وہ بارسٹال کے جیلخانہ مین منتقل کر دیے گئے۔ ۳۰ جون کو امرتسر کے کچھ قیدیونکے مقدمات شروع ہوے بعضونے اسبات کی درخواست کی کہ انھین صفائی مین گواہ پیش کرنیکا موقع دیا جائے حالانکہ انکو اپنے متعلق الزامات کا کوئی علم نہ تھا۔ لالہ گردہاری لال کو ۲ جون کو رہا کر دیا گیا۔ انھین بھی کوئی علم نہ ہوا کہ وہ کیون گرفتار کیے گئے تھے۔ اسطرح امرتسر کے ایک سربرآوردہ شخص کو جسکے طور و طریق سے حکام ناواقف نہ تھے گرفتار کر کے مہینون تک قید رکھا گیا اور ایک معمولی بدمعاش سے بھی زیادہ انکے ساتھ

سختی برتی گئی کیونکہ بلاشبہ ہر قیدی کو اسکے اعزا اور قانونی مشیرون سے ملنے کی اجازت ہوتی ہے- اور جس قسم کی غذا وہ پسند کرے اُسے مل سکتی ہے میان فیروزالدین ایکسال سے انریری مجسٹریٹ ہین اور امرتسر کے رئیس ہین بیان کرتے ہین کہ ان ایام مین شہر کے معززین کو طرح طرح پر پریشان کیا جاتا تھا مشہور بدمعاشون سے مطلق کوئی بازپرس نہ ہوتی تھی-

مسٹر مقبول محمود وکیل ہائیکورٹ جنھون نے اپنی جان کو خطرہ مین ڈال کر ۱۰- اپریل کو پل کے متصل مجمع کو اس مقام سے ہٹانے کی کوشش کی تھی بعد کو انھین ایک پولیس سب انسپکٹر نے گرفتار کرلیا- انھین تھانہ پر لے گئے وہان انھین یہ کہنے پر مجبور کیا "مین رابنسن اور رولینڈ کے قاتلون کی شناخت کر سکتا تھا اور اب بھی پہچان سکتا ہون مجھے پولیس کو اطلاع دی کہ مین اسکے پاس ایک تحریری بیان بھیج چکا ہون اور یہ کہ مین یہ بھی کہہ چکا ہون کہ مین کسی شخص کو پہچان نہ سکتا تھا- اسکے بعد یہ بیان تحریری میرے پاس لایا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ مین خود اپنے ہی ہاتھون سے اسکو پھاڑ ڈالون اور ایک از سر نو تحریری بیان پیش کردن جن مین ان لوگون کے نام لکھ دون جنکو پولیس نے مجرم قرار دیا تھا- مین نے اسکے ماننے سے انکار کردیا اور اسکے بعد مجھے دھمکیان دیگئین بہرکیف اسکے بعد مجھے چلے جانیکی اجازت دیگئی" اسکے بعد انکا نام ملزم کی طرف سے بطور گواہ پیش کیا گیا سردار سکھا سنگہ نے اُن سے کہا کہ بہت سے لوگون نے شہادت دینے سے انکار کردیا اور اس لیے انھین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے- مسٹر محمود نے

انکے جواب مین کہاکہ وہ اپنے ضمیر کے پابند ہین سردار سکھا سنگہ نے پھر کہاکہ اس زمانہ مین وہ کوئی شخص ضمیر نہین رکھتا اور جو رکھتے ہین وہ تکلیف اٹھاتے ہین۔ سردار صاحب نے یہ بھی دھمکی دی کہ وہ انکی وکالت کا ڈپلومہ ضبط کرادینگے اور انکو طرح طرح کی تکلیفین بھی پہونچائی جائینگی۔"

۱۰- اپریل کو سردار سکھا سنگہ نے ڈاکٹر کیدار ناتھ بھنڈاری سینئر اسسٹنٹ سرجن سے (جنکی عمر ۶۲ سال ہے) کہاکہ وہ اس مجمع مین سے کسی ایک شخص کا نام بتائین جو ۱۰- اپریل کو مسٹر ایسڈن پر حملہ کرنیکی غرض سے گیا تھا - ڈاکٹر کیدار ناتھ نے معذوری ظاہر کی - اس جواب پر سردار سکھا سنگہ، مسٹر پلومبر اور مسٹر مارشل نے چلا کر کہاکہ "اچھا آپ گورنمنٹ کی مدد نہین کرتے اسلیے آپ بھی گرفتار کیے جائینگے" ڈاکٹر نے جواب دیا کہ "جب کسی شخص کو مین نے نہین دیکھا تو مین کسی کا نام بھی نہین لے سکتا - آپ میرے ساتھ جو چاہین کرین" سردار سکھا سنگہ نے کہاکہ انکو حکم ہے کہ وہ انھین گرفتار کرلین اس لیے وہ خود کو گرفتار سمجھین - انکو سرکاری احکام نہین دکھائے گئے۔ بلکہ مع انکے اسسٹنٹ کے - انھین حوالات مین بھیجدیا گیا۔ جہان یہ دونون ۲۷ اپریل تک رہے اور اس روز وہ امدادی جیلخانہ مین منتقل کردیے گئے - چونکہ انھین ایک میل پیدل چلنا تھا اور انکا دل ضعیف تھا اس لیے انھون نے گاڑی پر جانے کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہاکہ اگر ہتھکڑیان ڈال کر دوسرے قیدیون کے ساتھ شہر کی سڑکون پر انکی سربازار تشہیر کیگئی تو اس سے انکے قلب کو سخت صدمہ پہونچے گا

لیکن اسکے باوجود دیگر ۲۶ قیدیون کے ساتھ انھین پیدل جیلخانہ لے گئے - ان کا بیان ہے کہ "دھوپ بہت ہی تیز تھی، اس لیے جب مین جیلخانہ پہونچا تو مین غش کھا کر بیہوش ہوگیا - لیکن ایک مہربان پولیس مین نے مجھے تھوڑا سا پانی پلایا جس سے مین پھر ہوش مین آگیا" انھین ایک تنگ کوٹھری مین بند کردیا گیا" اور غذا ایسی دیگئی، جسکو وہ کھا نہ سکتے تھے - انکے ایک دوست نے درخواست کی کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے لیے باہر سے غذا بھیجدیا کرین - لیکن یہ درخواست منظور نہین ہوئی - اسیطرح انکی یہ درخواست بھی منظور نہین کی گئی کہ وہ کپڑے بدل ڈالین، جن پر کثیف میل اور گرد جم گئی تھی اور اس سے بو آنے لگی تھی - ۲ - مئی کو ڈپٹی کمشنر صاحب جیلخانہ گئے اور انسے ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ وہ کیون قید کیے گئے، جسکا جواب یہ دیا گیا کہ انکے خلاف کوئی الزام اسکے سوا نہین ہے کہ جب مسز اسیٹڈن پر حملہ کی غرض سے مجمع بڑھا تو انھون نے مسز موصوفہ کی جان بچانے کی کوئی کوشش نہین کی - ڈاکٹر صاحب نے یہ عذر کیا تھا کہ یہ بات انکے اختیار سے باہر تھی کیونکہ انھین اسکا بھی کوئی علم نہ تھا کہ مجمع کس وقت مسز موصوفہ پر حملہ کرنیکی غرض سے گیا تھا - لیکن یہ عذر نہین سنا گیا - بہرکیف انکو اور انکے اسسٹنٹ کو ۱۲ - مئی کو چھوڑ دیا گیا بغیر یہ بتائے ہوئے کہ ان پر کیا الزامات تھے - جب ۱۰ اور ۱۲ اپریل کے درمیان وہ کوتوالی کے حوالات مین تھے تو کوئی شخص انکے پاس گیا اور انسے کہا "تم بیکار تکلیف اٹھا رہے ہو - اگر تم مجمع مین سے صرف چند آدمیون کے نام بتا دو تو تمکو فوراً رہا کردیا جائیگا"

مسٹر محمد امین پلیڈر، جو محمد اکرم کے والد ہیں جنھیں اسے موت کا حکم ہوا تھا - (جو بعد کو پانچ سال کی قید سخت کی صورت میں بدل گیا) کیونکہ انپر بھی یہ الزام تھا کہ مسٹر لیسڈن کے حملہ میں شریک تھے - ان کا بیان ہے کہ مسٹر لیسڈن انکے دوست ہیں - اور انھون نے اپنے بیان میں جو شامل ہے یہ بھی لکھا ہے کہ "وہ انکا بیٹا جو مسٹر موصوف کو ابھی ان کے برابر سمجھتا ہے، بالکل بیگناہ ہے - ۲۰ - اپریل کو وہ مع اپنے بیٹے اور بھائی کے گرفتار کئے گئے - اور انھیں کوتوالی لے گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "ایک کانسٹبل مجھے حوالات دروازہ پر لیگیا - یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا - لیکن اسمین کئی بدقسمت شخص بند تھے - یہ ایک نہایت ہی دردناک نظارہ تھا جبکہ بہت سے آدمی حوالات سے باہر ہاتھ نکالے ہوئے پینے کو تھوڑا سا پانی مانگ رہے تھے - قریب تھا کہ اس ہیبتناک منظر کو دیکھکر مین بیہوش ہوجاؤن - مین نے ایک پولیس کے آدمی سے کہا "مجھکو اس کے اندر جانے مین کوئی عذر نہین لیکین مین تمہین یقین دلاتا ہون کہ مین اسکے اندر پندرہ منٹ بھی زندہ نہین رہ سکتا" وہ انسپکٹر پولیس کے پاس گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر مجھے دوسرے کمرے میں لیگیا جہان ڈاکٹر بشیر اور مسٹر بدرالاسلام علیخان بیرسٹر بھی موجود تھے - اس کمرہ سے انھون نے کچھ آدمیونکو نکال لیا اور انکے بجائے ہم تینون آدمیون کو اسمین بند کردیا - مین نے اپنی تمام عمر مین اس سے زیادہ کوئی گندہ مقام نہین دیکھا ہم مین سے بہت سے لوگ تمام رات ایک حالت مین بیٹھے رہے - ہم نے درخواست کی کہ کم ازکم ابھی بوقت شام کو ہمین اپنے گھر سے کھانا منگانے کی اجازت دی جائے -

لیکن ہماری درخواست مسترد کر دی گئی - ہم نے بستر مانگا، لیکن وہ بھی نہیں ملا - تھوڑی دیر کے بعد ایک پولیس کا آدمی گنگا ماکے پاس آیا اور اس سے کہا کہ وہ تم اپنی جان کیوں خطرہ میں ڈال رہے ہو، تم ایسے چار پانچ آدمیوں کے نام بتا دو جن سے تمہاری دشمنی ہو - اور پھر ہم تمہیں سرکاری گواہ بنالیں گے۔ گنگا ما نے جواب دیا کہ میرا کوئی بھی دشمن نہیں ہے جس کا نام بتاؤں۔ پولیس کا آدمی چلا گیا - لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ پھر واپس آیا - اور گنگا ما سے کہا - دیکھو قیام کا نام بتا دو اور دوسروں کے متعلق جو کچھ تمہارے دل میں آئے کہو۔ ہم یہ دیکھکر نہایت ہی خوف زدہ ہوئے کہ پولیس کس طرح شہادتیں تصنیف کر رہی تھی - ہمیں خیال پیدا ہوا کہ اب ہماری جانیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اس گواہ نے جیلخانے کے مزید حالات بھی بیان کیے ہیں - کوٹھریوں کے اندر بھی ان لوگوں کو دو دو ایک ساتھ ہتھکڑیوں سے باندھ دیا گیا تھا، حتیٰ کہ پاخانہ پیشاب کے لیے بھی وہ اسی حالت میں جاتے تھے - انھوں نے التجا کی کہ پاخانوں میں تو انکی ہتھکڑیاں کھول دی جائیں لیکن اسکا بھی کوئی نتیجہ نہیں ہوا - ان سے دھوپ میں گشت کرایا جاتا تھا - ہمارا خیال یہ ہے کہ شاید ورزش کی غرض سے - ۳۰ گھنٹہ تک انھیں کھانے کو کچھ نہیں ملا اور خالی زمین پر انھیں لٹایا جاتا تھا - بعد کو ہتھکڑیاں علیحدہ کر لی گئیں - گواہ کا بیان ہے کہ وہ ہم سے جس قسم کی غذا کھانے کی توقع کیجاتی تھی وہ تھوڑے سے چنے اور ایک گلاس پانی کا تھا جو ایک کونہ میں رکھے ہوئے تھے - ہمارے قریب ہی ایک ٹین کا پاٹ پانی دینے کے لیے رکھا تھا - ہم نے کچھ نہیں کھایا اور دوسرے روز تک بھوکے رہے۔ دوسرے دن

اس حالت مین کچھ اصلاح ہو گئی اور ان لوگون کو اسکی اجازت مل گئی کہ وہ خود ہی
اپنے کپڑون اور خوراک کا انتظام کرین - اس حالت مین وہ ۲۲ روز تک قلعہ مین
رہے ۱۲ مئی کو وہ لاہور بھیجے گئے تاکہ وہان انپر مقدمہ چلایا جائے یہ ۵۲ آدمی ایکساتھ
باندھ دیے گئے تھے - لاہور مین انھین دن بھر بغیر کھائے پیئے بیٹھے رہنا پڑتا تھا -
لاہور کے اسٹیشن سے کچہری تک اور وہان سے سنٹرل جیل تک سخت دھوپ
مین انھین پیدل چلایا جاتا تھا ۲۰ مئی کو وہ اور انکے بھائی رہا کر دیے گئے -

مسٹر نیلی بھجن سب اسسٹنٹ سرجن مسٹر ایسٹڈن کی دوست اور رفیق ہین -
انہی نے انکو حملہ سے بچایا تھا انکا بیان ہے کہ جب تحقیقات جاری تھی تو دو مرتبہ
مجھے کوتوالی بلایا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ مین یہ کہون کہ مین نے محمد امین کو مجمع کے ساتھ
دیکھا تھا - جب مین نے یہ کہا کہ یہ صحیح نہین ہے تو مسٹر پلومر نے مجھے جیل بھیجدینے کی
دھمکی دی مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ مین نے ان سے بیان کر دیا لیکن جھوٹی شہادت
دینے سے مین نے انکار کر دیا - انھون نے مجھے یہ بھی لالچ دلایا کہ اگر مین مسٹر ایسٹڈن کے
اس بیان کی تائید کر دونگی کہ محمد امین بھی مجمع کے ساتھ تھے - تو گورنمنٹ مجھے انعام
دیگی - لیکن مین نے پھر بھی انکار کر دیا

سیٹھ گل محمد جو شیشہ کے برتنونکی تجارت کرتے ہین - انھین ۲۰ - اپریل کو گرفتار
کیا گیا جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور وہان سے انھین کوتوالی لے گئے - انسے
کہا گیا کہ وہ جھوٹی شہادت دین - انکا بیان ہے انسپکٹر جواہر لال نے میری داڑھی

پکڑ کر اتنے زور سے منھ پر طمانچہ مارا کہ تھوڑی دیر کے لیے مجھکو چکر آگیا اسکے بعد انھون نے (ڈپٹی انسپکٹر نے) مجھسے کہا کہ مین یہ بیان کر دون وہ ڈاکٹر سیتہ پال اور ڈاکٹر کچلو نے ۶ - اپریل کو ہڑتال کے لیے ترغیب دی تھی اور یہ کہ وہ بم کے گولون کے ذریعہ سے انگریزونکو اس ملک سے نکال دینگے - انھون نے میری ہمت بڑھائی تھی۔" لیکن گواہ نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا - اسکے بعد انسپکٹر نے اپنے ماتحتون سے کہا کہ وہ گواہ کو علحدہ لیجا کر سیدھا کر دین - اسکے بعد چند کانسٹبل گواہ کو انسپکٹر کی میز سے چند قدم کے فاصلہ پر لیگئے اور ان سے کہا کہ وہ جواہر لال کو خوش کرنیکی غرض سے وہی کہدین جو وہ کہتے ہین اب بھی انھون نے انکار کیا - اسکے بعد کانسٹبلون نے انکا ہاتھ پکڑا ایک تخت کے نیچے اسکو دبا دیا اور آٹھ کانسٹبل اسپر چڑھکر بیٹھے - گواہ نے کہا جب درد اور تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تو مین چلایا کہ مجھے چھوڑ دو مین وہی کہدونگا جو تم کہتے ہو اسکے بعد پھر انھین جواہر لال کے سامنے لے گئے - لیکن گواہ نے پھر ڈاکٹر سیتہ پال اور ڈاکٹر کچلو کے خلاف شہادت دینے سے انکار کر دیا - اس روز وہ تمام دن ایک کمرہ مین بند کیے گئے دو دن تک برابر انکی زدوکوب بید اور طمانچون سے ہوتی رہی - انھین یہ بھی دھمکی دیگئی کہ - انکو مجرم ٹھہرا کر پھانسی دیجائیگی - آٹھ دن برابر یہ مار پیٹ ہوتی رہی آٹھوین روز وہ پھر اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ انسپکٹر کے حسب دلخواہ شہادت دینگے اسکے بعد انھین آغا ابراہیم مجسٹریٹ کے سامنے لے گئے جہان انھون نے وہی جھوٹی شہادت دی" جسکے لیے ان سے کہا گیا تھا - ہنسراج، سرکاری گواہ

جو اسوقت کوتوالی مین تھا، اس نے بھی گواہ سے یہی کہا کہ جو کچھ پولیس کہے وہ ویسا ہی کرین - دس روز قید رہنے کے بعد انھین اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ روزمرہ کوتوالی مین حاضر ہوا کرین - ۹ جون تک برابر وہ ایسا ہی کرتے رہے اس کے بعد انھین لاہور لے گئے - ۱۶ جون کو وہ مارشل لاکی خاص عدالت مین پیش ہوئے جہان انھون نے ساری قلعی کھولدی اور یہ کہدیا کہ پولیس نے انپر ظلم و تشدد کیا تھا

برج لال چودہ سال کا ایک لڑکا ہے - اسکو ۹ روز تک حوالات مین رکھا گیا ۹ روز کے بعد وہ ہمسر جج کے حوالہ کر دیا گیا، جسنے اُسے ترغیب دلاکر اس سے مارشل لاکی عدالت خاص کے سامنے جھوٹی شہادت دلوائی اب یہ لڑکا ہمارے سامنے اپنی شہادت کی تردید کرتا ہے -

سردار آتما سنگھ، تاجر شراب کو جنرل ڈائر کے سامنے ۱۳ اپریل کو گرفتار کیا گیا تھا - انھین جلوس کے ساتھ چلنے پر مجبور کیا گیا - انکا بیان ہے کہ "انھون نے میرے ایک ہاتھ مین کپڑا باندھا اور شہر کی کئی سڑکون سے مجھے کھینچتے ہوئے لے گئے" ایک رہ سپاہی نے انکو پانی نہین پینے دیا - اُس روز کچھ اور لوگ بھی گرفتار کئے گئے تھے جن مین سے نو آدمیون کے ہاتھ مین ہتھکڑیان ڈالدی گئی تھین - اور ایک کوٹھری مین بغیر کسی قسم کی غذا کے انھین رکھا گیا - ۱۵ کو جنرل کے سامنے حاضر کیے گئے - ان سب کو ایک درخت سے کسکر باندھ دیا گیا - انھین برابر گالیان دیجاتی تھین اور انکا مذاق اڑایا جاتا تھا" جب جنرل صاحب صبح کے کھانے سے فارغ ہوئے تو یہ لوگ انکے سامنے

پیش کیے گئے۔ مسٹر داس آتما سنگھ کو آٹھ روز بند رہنے کی سزا دیگئی۔ انھین یہ نہین بتایا گیا کہ انپر کیا الزام ہے۔ اس قید کے زمانہ مین ایک سرجنٹ نے انکی سونے کی انگوٹھی اور جیبی گھڑی جسپر انکا نام لکھا تھا اُتار لی۔

محمد اسمٰعیل بوچڑ ۱۸۔ اپریل کو گرفتار کیا گیا۔ اس کا باپ بھی گرفتار کیا گیا۔ اور ان دونون پر اسوقت تک سخت مار پیٹ ہوتی رہی جبتک کہ انھون نے اپنے بھائی دینا کو پیش نہین کیا خود دینا کو تین روز قید رکھا گیا اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسکو نہایت بیرحمی سے مارا گیا۔

عبدالعزیز میوہ فروش کو اس الزام پر گرفتار کیا گیا کہ اُس نے ایک خانساماں کو گالی دی تھی اسکو جنرل کے سامنے لے گئے دو روز حوالات مین بند رکھا پھر دس کوڑے لگائے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ وہ ۱۴ روز تک اپنی دوکان بند رکھے۔

لالہ رلیا رام پنشنر جنکی عمر ۵۰ سال ہے۔ اُن سے ایک انسپکٹر نے کہا کہ وہ اُن لوگون کے نام بتائین جنھون نے مس شروڈ کو مارا تھا۔ انھون نے جواب دیا کہ انھین اسکا کوئی علم نہین کیونکہ جب مس شروڈ پر حملہ کیا گیا تو وہ اس موقع پر موجود نہ تھے۔ انھین ایک بید سے مارا گیا اور انکی داڑھی کھینچ لی گئی۔ دن بھر انھین اس گلی مین نیچے اوپر چلایا گیا اور شام کو انھین رہا کر دیا گیا۔

لالہ دادو دل کو مار کر مجبور کیا گیا کہ وہ رینگ کر چلین۔ انکو اور انکے بیٹے کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک مرتبہ چھوڑ دیا گیا۔ اسکے بعد پھر گرفتار کیا گیا۔ لیکن آخرکار جب بازار کے

کچھ کے ذریعہ سے انھون نے پولیس کو سو روپیہ دیے۔ تب وہ چھوڑ دیے گئے تیسری مرتبہ انھین پھر گرفتار کیا گیا اور اس مرتبہ پچاس روپیہ اور لیکر چھوڑا گیا۔ پولیس والے برابر انکی دکان پر جاتے تھے اور جو چیزین چاہتے تھے مثلاً بالائی وغیرہ وہ لیجاتے تھے انکے لڑکے کو آٹھ روز بند رکھا گیا، پھر تیس کوڑے مارے گئے اگرچہ وہ اسی حالتمین بیہوش ہوگیا اُس نے دوسرے لوگون کو بھی کوڑے مارتے ہوئے دیکھا۔ اُسکا بیان ہے کہ وہ یہ لوگ چیخت تھے اور اُنکے بدن سے خون بہتا تھا ؎

لالہ رکھا رام نے دھنی رام کو دیکھا کہ انھین اسطرح بٹھایا گیا کہ پیرون کے نیچے سے ہاتھ نکالکر کان پکڑے گئے (یعنی مرغا بنایا گیا)

غلام قادر توپ گر کو اپریل کے تیسرے ہفتہ مین سب انسپکٹر امیر خان نے گرفتار کیا اُن سے کہا گیا کہ وہ لوٹے ہوئے مال کی شناخت کرین اور انھین بُری طرح مارا گیا جب اُنھون نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اُنسے کہا گیا وہ اِس مجمع مین سے چند آدمیون کے نام بتائین جنھون نے بھگتانوالہ کے ریلوے اسٹیشن کو لوٹا اور جلایا تھا۔ انکی پگڑی ہی لیکر اس سے انکے ہاتھ باندھے گئے۔ اور دس منٹ تک انھین ایک درخت سے لٹکا دیا گیا علاوہ اپنے انھون نے آٹھ نو آدمیونکو اور دیکھا جن پر اسطرح سختی کی گئی انکا بیان ہے کہ جب مین نے پیر اگو جر کو دیکھا کہ وہ زمین پر چت لیٹا ہے اور ایک حولدار جسکو مین پہچانتا ہون اُس نے سب انسپکٹر امیر خان کی موجودگی مین ایک چھڑی اُسکے مقام مخصوص مین گھوس دی۔ وہ برابر چلاتا رہا لیکن پولیس کو اُسپر مطلق رحم نہ آیا

تین دن اور تین راتین ہم لوگونکو کچھ بھی کھانے کو نہین ملا - اور اس عرصہ مین پولیس برابر جور اور ظلم کرتی رہی - مجھے پانچ دنکے بعد چھوڑا گیا معراج الدین حجام نے اس بیانکی تصدیق کی ہے - خود اسکے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا، جو غلام قادر کیساتھ

غلام جیلانی جو ایک مسجد کے امام اور پٹہ نویس ہین شاید انکے ساتھ جو وحشیانہ ظلم اور سختی کا برتاو کیا گیا اسکی کوئی نظیر ہماری نظر سے نہین گذری - رام نومی کا تیوہار منانے مین انھون نے نمایان حصہ لیا تھا - انھین ۱۶ - اپریل کو گرفتار کیا گیا - انکا بیان اسقدر مفصل ہے کہ پیش امام پر پولیس کے جو جور و ستم کیے انکا پوری طرح اندازہ کرنے کے لیئے اسکو شروع سے آخر تک پڑھنا چاہیئے - میان فیروز الدین آنریری مجسٹریٹ اور مسٹر غلام یسین بیرسٹر نے گواہ کے بیان کی تائید کی ہے - محمد شفیع نے اُن مظالم کو دیکھا جو غلام جیلانی پر توڑے گئے اور اُنکے شور اور چیخ کی آوازین سُنین انکا بیان ہے کہ اسی روز خیر الدین کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا اور اس تکلیف سے اُنکی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ اس سے کبھی اچھے نہ ہوئے میان قمر الدین خان زمیندار کا بیان ہے کہ وہ غلام جیلانی کی رہائی کے بعد ہی اُنسے ملے - اُنھون نے اُنکے زخمونکو دیکھا - جو غلام جیلانی کے لگے تھے اور جو کچھ انھون نے بیان کیا وہ حرف بحرف وہی ہے جو خود غلام جیلانی نے ہمارے سامنے بیان کیا - غلام محمد نے بھی غلام جیلانی اور خیر الدین کی اسطرح کے مظالم ہوتے ہوئے دیکھا - آخر الذکر کا چند روز ہوئے کہ ان ہی زخمون سے انتقال ہوگیا - حاجی شمس الدین زمیندار اور نمبردار نے بھی غلام جیلانی اور خیر الدین کو مع

یہ مظالم ہوتے ہوئے دیکھا - حاجی صاحب کو پولیس نے بلوایا - انکا بیان ہے کہ وہ
پولیس نے انکے مقام مخصوص میں ایک چھڑی گھونس دی اسوقت انکی حالت
نہایت ہی قابل تاسف تھی میں نے پیشاب اور پاخانہ نکلتے ہوئے دیکھا - ہم میں سے
جو لوگ باہر چھٹے انسے پولیس والوں نے کہا کہ جو لوگ شہادت نہ دینگے انکے ساتھ ایسا ہی
سلوک کیا جائیگا - گواہ نمبر ۱۳۶ اور ۱۳۷ الٰہی غلام جیلانی اور خیرالدین مرحوم پر اسطرح
بدعتین کیے جانیکی تصدیق کرتے ہین - ملک عبدالحئی سوداگر پشمینہ لاہور مین سپرنٹنڈنٹ
پولیس افسر کا ایک تار پاکر وہان روانہ ہوگئے - جہان وہ ۱۵ - مئی کو پہونچے - انھین
انسپکٹر جواہر لال کے حوالہ کر دیا گیا جنھون نے انھین ترغیب دی کہ بطور انعام کے
انکی تنخواہ مین اضافہ کر دیا جائیگا اگر وہ ڈاکٹر کچلو کے خلاف شہادت دینگے - جب انھون نے
انکار کیا تو انھین یہ دھمکی دیگئی کہ وہ بھی ملزمین مین شمار کیے جائین گے - جب ہر طرح کی
دھمکیان اور ترغیبین بیکار گئین تو انھین ایک کمرہ مین لے گئے اور وہان نہایت
بیرحمی سے انھین مارا - خوف زدہ ہوکر آخر وہ رضامند ہوگئے - انکا بیان لے لیا گیا
اور اسکے بعد وہ مارشل لا کی خاص عدالت مین بطور گواہ کے پیش کیے گئے - آگے چلکر
وہ بیان کرتے ہین کہ مین نے یہ ارادہ کر لیا کہ مین سچ بات کہونگا - مین نے ججز کے سامنے
بیان کیا کہ کسطرح پولیس نے مجھپر زبردستی کرکے مجھ سے جھوٹی شہادت لی - جب مین
گواہی دیکر باہر نکلا تو نائب عدالت نے مجھے گرفتار کر لیا اور وہ مجھے پولیس کی چوکی پر
لیے جارہے تھے - جب مین نے شور مچانا شروع کیا - یہ سنکر چیف سپرنٹنڈنٹ مقدمہ کی

پیروی کرنے کو موجود تھے جنمین مکندلال پوری۔ مسٹر حسن اور دوسرے لوگ شامل تھے، وہ وہان پہونچ گئے۔ مین نے نائب کورٹ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر ججون کے سامنے تمام واقعہ بیان کردیا۔ صدر عدالت نے مجھے حکم دیا کہ مین دوسرے راستہ سے اپنے مکان واپس جاؤن۔

مسٹر بدرالاسلام علیخان کو ۱۹۔ اپریل کو گرفتار کیا گیا۔ پولیس کے آدمی انکی بیوی کے کمرہ مین گھس گئے اور جب انھون نے اُنسے نکل جانیکو کہا تو انھون نے انکار کردیا۔ اسکے بعد پولیس انھین کوتوالی لیگئی۔ جب وہ وہان پہونچے تو انھین دیکھکر مسٹر لوبیر نے چلاکر کہا۔ یہی شخص ہے جو پنجاب کا لفٹننٹ گورنر بننا چاہتا ہے۔ انھون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کسطرح انھین جھوٹی شہادت دینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ انھون نے اس تنگ کوٹھری کی حالت بھی بیان کی ہے جسمین وہ چند دیگر قیدیون کے ساتھ بند کیے گئے تھے۔ وہان ہر طرح انکی توہین اور ذلت کی گئی۔ انھون نے اُن الزامات سے بھی بحث کی ہے جو ان کے خلاف عائد کیے گئے تھے۔ قبل اس کے کہ انھین چھوڑ دیتے۔ آخر مین دیکھتے ہین۔ پولیس نے اسکی بھی کوشش کی تھی کہ ایک شخص غلام جیلانی پر جبر و تشدد کرکے انھین میرے خلاف شہادت دینے پر آمادہ کرے۔ جنھون نے مارشل لا کی عدالت خاص مین میرے مقدمہ مین شہادت دیتے ہوئے اس واقعہ کو تسلیم کیا ہے۔ اسطرح مجھے گرفتار کرکے ڈھائی ماہ حوالات مین بند رکھا گیا۔ اور مجھ پر

نہایت سنگین مقدمہ چلایا گیا۔

مسٹر گردیال سنگھ سلاریہ بیرسٹرایٹ لا کو بھی گرفتار کیا گیا۔ یہ ان لوگون مین سے ہین۔ جنھون نے اپنی جانکو خطرہ مین ڈالکر ۱۰۔اپریل کو اس بات کی کوشش کی تھی کہ مجمع کو پل سے شہر کیطرف ہٹا دین۔ انھون نے ان ذلتون کو بھی بیان کیا ہے، جوان کے ساتھ کی گئین۔ وہ ۲۳۔مئی سے ۵۔جولائی تک حوالات مین رہے ہے۔

مضمون کے جن حصو نمین ہم نے بلا تفریق گرفتاریون اور جھوٹی شہادتین لینے کے لئے پولیس کے جبر وستم کا ذکر کیا ہے، وہ شاید اس داستان مظالم کا تاریک ترین باب ہین۔ جو مارشل لا کے نام سے لوگون پر کیے گئے۔ جلیانوالہ باغ کا ہولناک واقعہ اپنے اثرات کے لحاظ سے نہایت ہلا دینے والا ہے۔ لیکن ظالمانہ گرفتاریون اور خاموش سختیونکے مصائب صرف انھین لوگون نے نہین محسوس کیے ہین جنھین یہ جھگتنا پڑے ہین بلکہ اس سے ان لوگونکو بھی سخت اذیت اور تکلیف پہنچی جنھین ہر وقت گرفتار ہو جانے کا ڈر لگا رہتا تھا کیونکہ جس قدر شہادتین ہمارے سامنے گذری ہین ان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ گرفتاریان کسی قاعدہ یا اصول کے ماتحت عمل مین نہ آئی تھین۔ ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے لوگون کے ساتھ یکسان سلوک کیا جاتا تھا۔ کوئی شخص اپنے کو محفوظ نہین سمجھتا تھا۔ ہم یہ بھی کہدینا چاہتے ہین کہ اس معاملہ مین ہم نے نہایت احتیاط سے شہادتین جمع کی ہین۔ جب ہم نے تحقیقات شروع کی تو ہم بہت ضعیف الاعتقاد تھے

لیکن جب ہم نے ایک ہی طرح کے بیانات یکے بعد دیگرے سُنے تو ہمین مجبوراً الزامات کی صداقت تسلیم کرنی پڑی - بہت ہی زوردار بیانات کی تو اسطرح تائید ہوئی ہے کہ کسی عدالت مین بھی انکی تکذیب نہین ہو سکتی -

اس سلسلہ مین ہم یہ بھی کہدینا چاہتے ہین کہ ہمارے سامنے اسبات کی بکثرت شہادتین گزرین کہ اس زمانہ مین پولیس نے رشوتین بھی نہایت بے تکلفی سے لین لیکن ہم نے اسبارہ مین خاص امرتسر کے متعلق کچھ شہادتین لینی مناسب نہ سمجھا کیونکہ گواہون نے ہمپر اعتماد کر کے اپنے بیانات دیے لیکن اپنے نام ظاہر کرنے پر رضامند نہ ہوے اگر گورنمنٹ اس قسم کی خرابیونکی اصلیت معلوم کرنا چاہتی ہے تو ہماری راے ہے وہ اسکے متعلق تحقیقات کرے اور اُن لوگونکی حفاظت کا وعدہ کرے جو شہادتین دین - ہمین یقین ہے کہ گورنمنٹ اس قسم کے جرائم کی پردہ پوشی کرنا نہین چاہتی اور ہمین یہ بھی یقین ہے کہ اگر اس تجویز پر عمل کیا گیا تو پولیس کا محکمہ ان خرابیونسے پاک اور صاف ہو جائیگا - ملزمین پر جو مظالم کیے گئے انکی بھی تحقیقات ہونی چاہیئے - یہ کل واقعات گورنمنٹ کے سامنے ہین وہ ان مفصل شہادتونکو نظرانداز نہین کر سکتی -

اب اس کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہین کہ جب اسطرح باقاعدہ جھوٹی شہادتین لی گئین تو مارشل لا کی خاص عدالت اور سرسری عدالتونمین انصاف کا بھی بُری طرح خون ہوا ہے بےموقع نہ ہوگا اگر ہم ان عدالتونکی شناخت بھی بیان

کردین - مارشل لا کے کمیشن مین تین اراکین شامل ہوئے تھے جنھین سرسری عدالتی کارروائیون اور موت کی سزائین دینے کے اختیارات حاصل تھے انکے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ شہادتین قلمبند کرین اور انکے فیصلونکے خلاف کوئی اپیل نہین ہوسکتا تھا اس کے برخلاف سرسری عدالتون مین صرف ایک جج ہوتا تھا اور یہ عموماً مجسٹریٹ ہوا کرتا تھا یہ ماتحت عدالت کے فرائض انجام دیتی تھین جنھین دو برس قید کی سزا اور ایکہزار روپیہ تک جرمانہ کرنے کا اختیار حاصل تھا - انکے فیصلون کے خلاف بھی کسی بڑی عدالت مین اپیل نہ ہوسکتا تھا - ہمنے مقدمات کی شائع شدہ مسلین اور گورنمنٹ کے بیان کردہ اعداد و شمار بھی دیکھی ہین - ہماری رائے مین زیادہ تر سزائین نہایت ناواجب طور پر دیگئین - امرتسر کے ضلع مین مارشل لا کمیشن کے سامنے ۱۸۸ آدمیون پر مقدمے چلائے گئے - جنمین سے صرف تین کو چھوڑا گیا - سرسری عدالتون اور مقامی افسرونکے سامنے ۱۷۳ آدمیون پر مقدمے چلائے گئے جنمین سے ۳۲ آدمیونکو آزاد یا رہا کیا گیا -

چونکہ شاہی اعلان کے مطابق بہت سے مجرمین جنھین ان عدالتونسے سزا ہوئی تھی رہا کردیا گیا ہے اسلیے اب ہم ان مقدمات کی کارروائیون پر مفصل رائے زنی کرنا مناسب نہین سمجھتے - لیکن بیان پر یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ حبس دوام بعبور دریاے شور اور ضبطی جائداد کی سزائین صرف معمولی الزام پر دیگئین کہ ملزمون نے ہڑتال کردی اور رولٹ ایکٹ کے خلاف جلسونمین تقریرین کین - ممتاز اصحاب کو محض

ایک سرکاری گواہ کے بیان پر سزائیں دیگئیں - بہرکیف ہم لاہور کے واقعات کے سلسلہ مین ان مارشل لا کی خاص عدالتوں کی کارروائی پر سیقدر تفصیل سے ایک نظر ڈالین گے امرتسر کے واقعات کا تبصرہ ختم کرتے ہوئے ہم یہ ضرور کہین گے کہ حکام سے ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو خفیہ طور پر جلا وطن کرنے مین ایک نہایت شدید غلطی سرزد ہوئی یہ کہ انھون نے گولیان چلانے مین بہت ہی جلد بازی سے کام لیا اگر وہ تدبر او رہوشمندی سے کام لیتے تو ان جلاؤ طلبیونکے باوجود مجمع کیطرف سے خلاف قانون فسادی حرکات نہوتین تاہم مجمع کی یہ حرکات بہرصورت اس قابل ہین کہ انکو برا کہا جائے - جلیانوالہ باغ مین جو قتل عام ہوا وہ وحشیانہ اور انتقام کی کارروائی تھی اور اسوقت کوئی صورت حالات ایسی تھی اور نہ اب معلوم ہوئی ہے جس سے اس قتل عام کو جائز ثابت کیا جاسکے - خود جنرل ڈائر کے بیان سے ظاہر ہے کہ امرتسر مین مارشل لا کے اعلان کی مطلق کوئی ضرورت نہ تھی اور پھر اسکی میعاد کو وسعت دینا حکام کے لیے انکے اختیارات کا برا استعمال تھا - مارشل لا کا انتظام بھی ایک متمدن حکومت کے لیے نازیبا تھا -

تارن تارن کے واقعات

تارن تارن امرتسر کے ضلع مین ایک ریلوے اسٹیشن ہے جو امرتسر سے صرف ۱۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ سکھون کا ایک مرکز ہے جو اپنی اہمیت کے

لحاظ سے خاص امرتسر سے دوسرے درجہ پر شمار کیا جاتا ہے۔ پولیس کے ایک
سب انسپکٹر نے یہان کے باشندون پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھون نے سرکاری
خزانہ کو لوٹنے کی کوشش کی لیکن ہمارے پاس جو شہادتین ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ الزام محض مصنوعی تھا پھر بھی ایک سرسری عدالت نے یہان کے بہت سے
لوگون کو سزائین دین ۔

لاہور کے واقعات

صبا پیام سناتی ہو آج ماتم خیز ٭ بہا چمن مین ہے اک عالم تعب انگیز
دہل کا شور ہی یا شور روز محشر کا ٭ اجڑا ہی رنگ ہر اک دامن گل تر کا

اپنی اہمیت کے لحاظ سے لاہور پنجاب مین اول درجہ کا شہر ہے جو دار الحکومت بھی ہے۔ لیکن ہمنے امرتسر کا پہلے تذکرہ اسلیے کیا کہ وہ صرف یہی نہین کہ سکھون کا مرکز ہے۔ بلکہ بدامنی اور فساد سب سے پہلے یہین سے شروع ہوا اور یہین کے واقعات سے گورنمنٹ نے اپنی پالیسی کا فیصلہ کیا۔ پشاور، کلکتہ، کراچی اور بمبئی جانیوالی تمام ریلوے لائنون کا لاہور سب سے بڑا جنکشن ہے۔ لاہور دہلی کے درمیان ۲۹۰ میل کا فاصلہ ہے۔ کنٹونمنٹ کو ملاکر لاہور کی مجموعی آبادی ۲½ لاکھ ہے جسمین مسلمانون کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہندون کا تناسب مسلمانون سے ایک تہائی ہے۔ لاہور مین لڑکون کے لیے دس اور لڑکیون کے لیے دو کالج ہین اور لڑکون لڑکیون کے لیے بہت سے ہائی اسکول ہین۔ پنجاب یونیورسٹی کا مرکز بھی یہی ہے۔ یہان سے دو روزانہ انگریزی زبان کے اخبارات شائع ہوتے ہین۔ ایک تو حکام کی اور یورپین تجارت پیشہ

لوگون کی خدمت کے لیے وقف ہے اور دوسرا ہندوستانی قومیت کے
اغراض کی نگرانی کرتا ہے دیسی زبانون مین یہان سے بہت سے روزانہ
اور ہفتہ وار اخبارات شائع ہوتے ہین۔ اس لیے پنجاب کے تمام شہرون
سے لاہور مین پڑھے لکھے آدمیون کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے اور
تمام جگہ سے روزانہ یہان چیزین پہونچتی رہتی ہین۔ پنجاب کو یہ امتیاز
حاصل رہا ہے اور اسی خصوصیت کی بنا پر سرائبٹسن اوڈوائر نے اسکو
قابل ستائش کہا تھا کہ وہ ہندوستان کے سیاسی مسائل سے زیادہ دلچسپی
نہین لیتا۔ لیکن کچھ عرصہ سے یہان سیاسی جد و جہد کے آثار پیدا ہو چلے
ہین جسمین لاہور سب سے پیش پیش ہے یہ بیداری کے آثار سرائبٹسن اوڈوائر
کی اس تقریر سے اور زیادہ قوی ہو گئے جو انھون نے اپنے عہدے سے علیحدہ ہونے سے
کچھ دنون قبل کونسل مین کی تھی اور جسکا ہم پہلے حوالہ دے چکے ہین۔
اسکے علاوہ ہندوستان کے اور حصون کی طرح پنجاب مین بھی رولٹ ایکٹ
کے پیش ہونے کے بعد سے سیاسی جد و جہد بڑھ گئی اور اسمین بھی لاہور
صوبۂ پنجاب مین سب سے پیش پیش رہا۔ جب مسٹر گاندھی نے اپنی ستیا گرہ
کی تحریک کا اعلان کیا تو پنجاب کے لیڈران اس معاملہ مین آخر وقت تک
اپنے طرز عمل کے متعلق کچھ فیصلہ نہ کر سکے اور بظاہر کسی شخص نے بھی
ستیا گرہ کا حلف نہین لیا اور خاص لاہور مین تو یقیناً کسی شخص نے بھی

ایسا نہین کیا۔ لیکن روزہ رکھنے اور ہڑتال کرنیکی صورت جداگانہ تھی ایسا کرنے کے لیے کسی حلف کی ضرورت نہ تھی اور نہ اسکو برابر جاری رکھنا ضروری تھا۔ لیکن اس معاملہ مین بھی لیڈران لاہور کو کامیابی کا یقین نہ تھا اور نہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ مسٹر گاندھی کی درخواست پر کتنے لوگ لبیک کہینگے تاہم انھون نے یہ فیصلہ کیا کہ اس بارے مین مسٹر گاندھی کے خط کی اشاعت کیجائے۔ جیسے ہی گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوا کہ ہڑتال ہوگی وہ سخت پریشان ہوئی۔ ۴۔ اپریل کو پولیس کا ایک اعلان شائع کیا گیا جسمین لوگون کو منع کیا گیا کہ بغیر سرکاری اجازت نہ کوئی جلوس نکالین اور نہ جلسہ کرین۔ ۵۔ اپریل کو ڈپٹی کمشنر نے لیڈران کو طلب کیا۔ پنڈت رام بھجدت اور دیگر اصحاب نے اس ملاقات کی کیفیت اور بعد کے واقعات اپنے بیانات مین لکھے ہین۔ اس ملاقات مین ان لیڈرون نے یہانتک کہدیا کہ اگر گورنمنٹ نہین چاہتی کہ جلسہ ہو تو وہ اپنے اس ارادہ کو ترک کر دینگے لیکن ڈپٹی کمشنر ان شرائط کیساتھ جلسہ ہونے پر رضامند ہوگئے :-

(۱) صرف ۵ تاریخ کی شام تک لوگون کو اسکی اجازت ہو کہ وہ عوام کو ہڑتال کی موافقت یا مخالفت مین جو چاہین سمجھائین۔

(۲) ۶۔ تاریخ کو اسکے لیے کوئی کوشش نہ ہونی چاہیے۔

(۳) جلسہ ہوسکتا ہے لیکن اسمین کوئی اشتعال انگیز تقریر نہو۔

۶ تاریخ کو دفعتہً لاہور مین ایسی ہڑتال ہوئی جسکی کوئی مثال نہین ملتی۔ ہزارہا نے جنمین عورتین اور بچے بھی شامل تھے ہڑتال کی اور لوگ دریا پر اشنان کرنے گئے۔ وہان سے واپسی مین انھون نے جلوس ترتیب دیا۔ اصولاً یہ کارروائی پولیس کے اعلان کے خلاف تھی۔ لیکن جلوس مین کوئی فساد یا بدامنی کی صورت نہ تھی۔ پولیس نے بھی ہوشیاری سے اسمین کوئی دخل نہین دیا، لیکن جب یہ جلوس مال بازار کے قریب پہونچا تو پولیس نے اسکو پوسٹ آفس سے آگے جانے نہ دیا۔ پولیس نے اس جلوس کو واپس کرنے مین لیڈرون سے امداد لی۔ لالہ دونی چند اور ڈاکٹر گوکل چند نرنگ نے پولیس کی مدد کی اور جلوس کو مال بازار کی طرف جانے سے روکدیا۔

لیکن اسوقت یہ ظاہر ہورہا تھا کہ سر مائیکیل اوڈوائر کن باتون سے پریشان تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک گفتگو کے دوران مین انھون نے کہا کہ پنجاب مین ہڑتال نہ ہوگی، لیکن انھین یہ دیکھکر سخت افسوسناک تعجب ہوا کہ خاص دارالحکومت مین عام ہڑتال ہوگئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھون نے کہا کہ لیڈرون کو اس ہڑتال کی قرار واقعی سزا دینگے۔

شام کو بریڈلا ھال مین ایک جلسہ ہوا، جسمین ہزارہا آدمی شریک تھے لاہور مین اتنا بڑا جلسہ اس سے پہلے کبھی نہین ہوا۔ سر مائیکیل اوڈوائر نے خفیہ پولیس کے سپرنٹنڈنٹ کو خاصکر اس جلسہ مین شریک ہونیکی غرض سے

بھیجا تھا۔ اس جلسہ مین جو تقریرین ہوئین وہ حرف بہ حرف شائع ہوئی ہین جنکو ہمنے بھی دیکھا ہے۔ گو یہ تقریرین نہایت ہی زوردار تھین اور انمین رولٹ ایکٹ کو منسوخ کردیے جانے پر بہت ہی اصرار کیا گیا تھا لیکن انمین کوئی مغویانہ بات نہ تھی اور بلاشبہہ کوئی بات ایسی نہین کہی گئی جسکے متعلق یہ کہا جائے کہ اسمین لوگون کو فساد یا بدامنی برپا کرنیکی ترغیب دیگئی ہو۔ ۷۔ اور ۸۔ اپریل تک کوئی واقعہ نہین پیش آیا۔

۹۔ اپریل کو امرتسر کی طرح یہان بھی رام نومی کا دن منایا گیا۔ لوگون نے بڑے جشن منائے اور اس موقع پر ہندو مسلمانون کے برادرانہ ربط و ضبط کے تعلقات قائم کیے گئے۔ پہلے تو یہ صرف ایک مذہبی تیوہار تھا لیکن چند سالون سے خوش قسمتی سے یہ قومی جشن کا دن ہو گیا ہے۔ جلوس کے ساتھ کچھ کام بھی تھے۔ جب لوگون کو یہ معلوم ہوتا تھا تو وہ خوشی سے تالیان بجاتے تھے اسی طرح ۱۰۔ تاریخ تک سب خاموش اور سکون رہا۔ لیکن سر مائیکیل اوڈائر کے لیے سکون نہ تھا۔ انکو اسکا علم تھا کہ ڈاکٹر سیتہ پال نے مسٹر گاندھی کو امرتسر اس غرض سے بلایا تھا کہ وہ وہان کے لوگون کو ستیہ گرہ کے اصول سمجھائین۔ انھین یہ بھی معلوم تھا کہ اس دعوت کی بنا پر اور نیز سنیاسی سوامی شیردھانند کی درخواست پر مسٹر گاندھی دہلی آنیوالے تھے اور اسی ارادے سے ۸۔ اپریل کو بمبئی سے روانہ بھی ہوچکے تھے۔ سر مائیکیل اسکو گوارہ نہ کرسکتے تھے

اس لیے وائسرائے کی اجازت لیکر انھوں نے مسٹر گاندھی کو پنجاب میں داخل ہونے
سے روکا اور پنجاب میں داخل ہونے کے بعد پہلے ہی اسٹیشن پر انھیں گرفتار کرکے
بمبئی روانہ کردیا گیا۔ جہاں وہ نظربند کردیے گئے۔ مسٹر گاندھی کی گرفتاری
اور نظربندی کی خبر ۱۰ اپریل کو لاہور پہونچی، جو اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ"
میں شائع ہوئی اور اسکے شائع ہوتے ہی بغیر کسی ابتدائی انتظام کے دوکانیں
بند ہوگئیں۔ سہ پہر تک تمام کاروبار بند کردیا گیا۔ لیکن بعض لوگوں نے ایک جلوس
بنایا اور مال بازار کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ جب یہ جلوس انارکلی پہونچا
تو اسمیں ایک انبوہ شامل ہوگیا۔ لیکن چونکہ ۶-اپریل کو پولیس نے جلوس کو
مال بازار کی طرف جانے سے روکا تھا اس لیے بہت سے لوگ فورمن کرسچین کالج
کے سامنے پہونچکر خود ہی رک گئے لیکن تین چار سو آدمی جنمیں طلبا بھی شامل
تھے انھوں نے مال پر جانیکا فیصلہ کرلیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ وہ گورنمنٹ
ہاؤس جاکر مسٹر گاندھی کی رہائی کے لیے التجا کریں۔ جیسے ہی یہ معلوم ہوا
پولیس کی ایک جماعت باہر نکل آئی، جلوس کے عقب سے گزر کر سامنے ایک حلقہ لگا لیا
اور ادھر یہ بھیڑ کلب کے سامنے آکر رک گئی، یہاں گولیاں چلانیکا حکم دیا گیا
جس سے دو تین جانیں ضائع ہوئیں اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ مجمع پیچھے
ہٹ گیا۔ مقتولین اور مجروحین کو پولیس اپنے ساتھ لے گئی۔ جو ڈاکٹر ادھر
سے گزر رہے تھے انھوں نے مدد کرنی چاہی لیکن یہ منظور نہیں کیا گیا۔

اسطرح جب مجمع منتشر ہو گیا تو پولیس نے اسکو پیچھے ہٹا دیا اور انار کلی سے ہٹاتی ہوئی پولیس مجمع کو لاہوری دروازہ تک لے گئی - یہاں بھی پولیس مجمع کو بزور قوت منتشر کرنا چاہتی تھی - آدھ گھنٹہ تک گفت و شنید ہوتی رہی جیسا کہ خود مسٹر براڈوے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہنٹر کمیشن کے سامنے بیان کیا ہے اس عرصہ مین پنڈت رام بھجدت چودھری کو اس واقعہ کی اطلاع ملی - آپکا مکان شہر سے باہر واقع ہے - وہ فوراً موقع واردات کی طرف گئے اور اپنی خدمات پیش کین انسے کہا گیا کہ وہ مجمع کو واپس کر کے منتشر کر دین - پنڈت نے اس کی کوشش کی لیکن آواز صرف انہی لوگون تک پہونچ سکی جو ان کے قریب تھے - اسلیئے انہون نے ایک بلند مقام سے مجمع کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا - اس عرصہ مین سپرنٹنڈنٹ پولیس مضطرب ہو رہے تھے - ڈپٹی کمشنر کو بلایا گیا پنڈت رام بھجدت چودھری ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے اور انسے کچھ مہلت مانگی تاکہ وہ مجمع کو سمجھا بجھا کر منتشر کر سکین - لیکن مسٹر فوائسن نے ان کو صرف دو منٹ کی مہلت دی اور کہا کہ اگر دو منٹ کے اندر مجمع منتشر نہ ہوا تو وہ گولیان چلانیکا حکم دینگے پنڈت نے عذر کیا کہ دو منٹ کے اندر تو مجمع پر کچھ بھی اثر نہ ڈال سکتے تھے لیکن مسٹر فوائسن نے ایک نہ سنی - بہر حال پنڈت جی نے کوشش کی اور مجمع مین سے کچھ لوگ واپس جانے لگے لیکن مسٹر فوائسن اپنی بات کے دھنی تھے اور جیسے ہی وقت مہلت ختم ہوا انھون نے فوراً گولیان چلانیکا حکم دیا، جس سے تقریباً

اسقدر جانی نقصانات ہوے، جسقدر کہ اوڈائرسولجر کلب کے سامنے ہوے تھے۔ گو کہ اس آتشباری نے مجمع کو منتشر کردیا۔ لیکن عوام کے دلون مین شکایت پیدا ہو گئی۔

ہماری راے مین دونون موقعون پر گولیان چلانیکی کوئی ضرورت نہین ہو سکتی تھی، مجمع غیر مسلح تھا، وہ متعدد سرکاری عمارات کے سامنے سے گزر چکا تھا، جنمین کرسچین کالج، ینگ مینس کرسچین ایوسی ایشن، الائنس بنک آف شملہ، بنگال بنک، پوسٹ آفس، ٹیلیگراف آفس، ہائیکورٹ اور گرجا گھر قابل ذکر ہین۔ جیسا کہ امرتسر مین ہوا یہان بھی حکام نے درمیانی کارروائیان کرنے سے اجتناب کیا اور بڑی غلطی اُنھون نے یہ کی کہ پنڈت رام بھجدت کو کافی وقت نہین دیا، جو حقیقتاً اسکی کوشش کررہے تھے کہ مجمع منتشر ہو جائے۔ مجمع نے کسی قسم کی مزاحمت نہین کی۔ ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان مین ان حالات سے ماتحت اور مجمعون کا بھی یہی طرز عمل ہوا کرتا ہے اور انھین بھی پنجابی مجمعون کی طرح ضد یا کمزوری ہوا کرتی ہے۔ ہم یہ اسلیے کہتے ہین کیونکہ ہمنے سُنا ہے کہ پنجاب کے مجمع اور مجمعون سے زیادہ ضدی اور سرکش ہوا کرتے ہین ہماری رائے اس سے مختلف ہے۔ ہم مین سے بعض نے یہ دیکھا ہے کہ پنجاب کے ایک مجمع کو صرف ایک چھڑی کی حرکت سے منتشر کردیا گیا۔ لاہور، امرتسر اور قصور کے مجمع بہت ضدی اور سرکش تھے لیکن انمین سے کوئی مجمع معمولی

آتشبازی سے مقابلہ مین ٹھہر نہ سکتا تھا ہمارا خیال یہ ہے کہ ایسے کثیر مجمع جیسے کہ سرکاری بیانات مین تسلیم کیے گئے ہین اگر دنیا کے کسی اور حصہ مین ہوتے تو وہ اس مختصر سی فوج کو دبا لیتے جو انکے مقابلہ مین بھیجی گئی تھی سرکاری شہادت اس بات کی موجود ہے کہ ۱۰ اپریل کو بمبئی مین ایک بہت بڑے مجمع کو دو درجن سوارون نے منتشر کر دیا اور یہ ظاہر ہے کہ بمبئی مین پائے دھونی کا مجمع بہت ہی شرارت پسند اور فسادی ہوا کرتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہندوستان مین عموماً اور پنجاب مین خاصکر یہ ایک عام قاعدہ ہو گیا ہے کہ پولیس کسی خطرہ کے مقابلہ مین تحمل سے کام نہ لے بلکہ صرف معمولی بہانہ پر گولیان چلانی شروع کر دے اگر متمدن گورنمنٹ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ایک معمولی فرد کی جان کو بھی نہایت ارزان نہ سمجھے تو ہمیشہ اندیشہ ہے کہ اس معیار پر پنجاب گورنمنٹ پوری نہ اتریگی۔ یہ عذر کہ حکمران کے فرقہ کی تعداد محکوم سے بہت ہی کم ہے اور اس بنا پر اسکو معمولی حالات مین انسانی جان کی جو اسکے تحفظ مین نہین کچھ پرواہ نہ کرنی چاہیے ہرگز قابل تسلیم نہین ہے۔ بعض افسران نے اپنے حکام کے بارہ مین جو بیہودہ جوابات دیے ہین ان سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ اگر یہ لوگ ذرا صبر و تحمل، تدبر اور انسانی جانون کی وقعت کا خیال رکھتے تو گولیان چلانیکی کوئی ضرورت نہ پڑتی۔ ہمارے اس یقین کی اس بات سے مزید تصدیق ہوتی ہے کہ جو واقعات ہمین معلوم ہوئے ہین ان سے یہ صاف

عیان ہے کہ مجمع کو منتشر کرنیکے بعد زخمیون کی دیکھ بھال اور تیمارداری کا متعلق کوئی انتظام نہین کیا گیا۔

اب ہم پھر اصل واقعات سے بحث کرینگے۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ حکام نے مجروحین اور مقتولین کے اعزا کو زخمیون اور لاشون کو حوالہ نہین کیا، جس سے سخت برہمی اور بیزاری پیدا ہوئی۔ اس لیے ہڑتال ۱۱- تاریخ تک جاری رہی اس عرصہ مین حکام اور لیڈران سے اسکے متعلق برابر گفت و شنید ہوتی رہی لیڈران نے بہت ہی اصرار کیا کہ زخمی اور مقتول انکے اعزا کے حوالہ کر دیے جائین لیکن انکی ایک نہین سُنی گئی۔ لوگون کی تسکین اور تشفی کیے بغیر حکام ہڑتال کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ ہم لاہور کے لیڈرون سے انکی رہائی کے بعد متعدد بار مل چکے ہین انھون نے اپنے بیانات بھی مہربانی کرکے ہمارے حوالے کیے ہین ہمین یقین ہے کہ زخمیون اور مقتولین کے نہ واپس کیے جانے کے باوجود ان لیڈرون نے ہڑتال کو ختم کرنیکی کوشش کی، لیکن اسمین انھین کامیابی نہین ہوئی۔ ۱۱- تاریخ کو بادشاہی مسجد مین ایک جلسہ ہوا جسمین ہڑتال کو ختم کر دینے کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی لیکن اس سے کوئی نتیجہ نہین نکلا۔ اس درمیان مین لیڈرون نے پھر ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی جہان انھون نے پھر یہ تجویز پیش کی کہ ایک جلسہ منعقد کیا جائے لیکن اس شرط پر کہ جلسے کے قریب فوج نہ رکھی جائے۔ پنڈت رام بھجدت کا بیان ہے کہ مسٹر فوائیسن نے

اسکا وعدہ بھی کر لیا، گو کہ آخر الذکر نے اسکی تردید کی ہے۔ ہمارے پاس
جو شہادت ہے اس سے مسٹر چودھری کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔
بادشاہی مسجد میں پھر ایک بہت بڑا جلسہ ہوا۔ اب لوگوں میں بہت ہی
جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا۔ صرف پنڈت رام بھیجدت کی تقریر آپکی بلند آواز
نے سب سے کچھ سُنی گئی۔ بغیر کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہونچے ہوئے جلسہ منتشر
ہو گیا اور جب جلسے سے لوگ اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے، تو فوج نے
پھر ان پر گولیاں چلائیں۔ فوجی افسروں کی طرف سے یہ دلیل پیش کیجاتی ہے
کہ چونکہ مجمع میں سرکشی کے آثار پیدا ہو چلے تھے، اسلئے اس پر گولیاں چلانی ضروری تھیں
اگر یہ صحیح ہے کہ مسٹر فوائیسن نے فوج کو ہٹا لینے کا وعدہ کر لیا تھا،
تو اس صورت میں فوج کی موجودگی قابل درگذر نہیں ہو سکتی۔ اس آتشباری
سے پھر کچھ جانیں ضائع ہوئیں جس سے لوگوں میں اور زیادہ برہمی پیدا ہوئی
اور لیڈروں کے لئے معاملہ کو سلجھانا سخت دشوار ہو گیا۔ اسکے بعد پھر لیڈروں
نے آپس میں مشورہ کیا۔ اب کے کام سے بھی زیادہ معاندانہ روش اختیار کی۔
وہ کچھ لیڈروں سے ملتے اور کچھ سے نہیں ملتے تھے، ہڑتال اب بھی جاری تھی۔
فاقہ کشی اور ساتھ ہی لوٹ مار کا خوف پیدا ہو گیا تھا۔ اسلئے لوگوں نے لنگر خانے
کھول دیئے جہاں مفت کھانا دیا جاتا تھا۔ یہ لنگر خانے تمام چند دن کھولے گئے
تھے۔ اس طرح ۱۵ اپریل کے دن تک سب کام چلتا رہا۔ ۱۶ اپریل کو ڈپٹی کمشنر نے

لالہ ہرکشن لال کو، جو پنجاب کے رئیس اعظم ہین۔ لالہ دنی چند کو، جو لاہور کے نہایت ہی ہردلعزیز میونسپل کمشنر ہین اور برابر پبلک کی خدمت کرتے رہے ہین اور پنڈت رام بھجدت چودھری کو ملاقات کے لیے بلایا غرض یہ تھی ان کو گرفتار کرکے جلاوطن کردیا جائے۔ ان لوگون کی جلاوطنی کے بعد ہی لاہور مین مارشل لا جاری کردیا گیا۔ اسوقت ڈپٹی کمشنر نے لیڈرون سے یہ کہا کہ مارشل لا محض اسلیے جاری کیا گیا تاکہ ہڑتال ختم کیجائے اور کرنیل فرینک جانسن نے صاف طور پر اپنی شہادت مین بیان کیا ہے کہ وہ دکانون کو توبھی سپاہیون کے حوالہ کرکے، خود بخود دوکانین نہ کھلنے کی صورت مین انکا مال فروخت کرادیتے ایسی ہی تنبیہ کی گئی اور لاہور کے خود دار تاجرون اور دوکاندارون کو فوجی افسر کی زبردستی اور دباؤ سے دوکانین کھولنی پڑین۔ ہم اس مسئلہ پر بحث کرنی نہین چاہتے کہ آیا لوگ بطور شکایت کے ہڑتال کو جاری رکھنے مین حق بجانب تھے یا نہین لیکن خواہ وہ اچھا کرتے ہون یا غلطی پر ہون پھر بھی دوکانون کو بند رکھنا کوئی جرم نہین ہے۔ البتہ یہ ضرور مجرمانہ کارروائی ہے کہ انکو دھمکی دیکر زبردستی دوکانین کھولنے پر مجبور کیا جائے۔ ہماری رائے مین خود گورنمنٹ کے نقطۂ نظر سے ایک خاموش اور سکون ہڑتال رعایا کی کسی شکایت کے دفع کرنے مین ہنگامہ اور فساد برپا کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

بہرحال کرنل فرینک جانسن نے لارڈ ہنٹر کے سامنے یہ بیان کیا ہے کہ لاہور مین

مارشل لا کا اجرا ضروری تھا تاکہ "بغاوت" پنجاب کے دوسرے حصوں میں نہ پھیلے ہمیں یقین ہے کہ لاہور میں مارشل لا کا اجرا نہایت نامناسب تھا۔ لاہور میں لوگوں نے فساد کرکے کسی شخص کو یا کسی کے مال کو مطلق کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ہم اسکو گورنمنٹ کے خلاف فساد یا زیادتی نہیں سمجھتے کہ بادشاہی مسجد کے جلسہ میں خفیہ پولیس کے ایک افسر کے ساتھ سختی اور تشدد کیا گیا۔ بیشک جن لوگوں نے اس افسر کے ساتھ بدسلوکی کی انکا طرز عمل نہایت ناواجب تھا۔ اگر محض اس قسم کے ایک واقعہ کی بنا پر مارشل لا کے اجرا کو جائز ٹھیرایا جاسکتا ہے تو پھر مارشل لا کا اجرا محض غیر معمولی حالات تک محدود نہ رہیگا بلکہ یہ بھی ہمارے طریق زندگی کا ایک معمولی قانون یا اصول بنجائیگا۔ کوئی شہادت ایسی نہیں پیش کیگئی ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ لاہور کے کسی لیڈر کا کسی بیرونی جماعت سے کوئی تعلق تھا۔ حتی کہ لاہور اور امرتسر کے لیڈروں کے درمیان بھی اس قسم کا کوئی تعلق نہیں ثابت کیا گیا ہے۔ اہل لاہور کے اغراض و مقاصد صرف اس امر سے وابستہ تھے کہ وہاں امن و امان قائم رہے۔ لاہور میں رعایا کا کوئی طبقہ جنگجو نہیں ہے۔ اسلیے لاہور میں مارشل لا کا اجرا نہ تو اس بنا پر کہ خود لاہور بدامنی سے محفوظ رہے اور نہ اس بنا پر کہ یہ بدامنی صوبہ کے دیگر حصوں میں پھیلے جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ باشندگان لاہور کی مسلمہ عقیدت اور وفاداری پر ایک ناواجب الزام تھا۔ ہم اسی موقع پر اس تفریق کو بھی دکھادینا

چاہیئے ہین جو برطانوی آئین و حکومت اور ملک معظم کے ساتھ عقیدتمندانہ وفاداری اور انکو ایک ایسے ظالم و جابر ماتحت کی اطاعت اور حمایت مین ہونی چاہیئے جو اپنے بڑے عہدہ اور منصب کی بے حرمتی کرتا ہے۔

پنجاب مین جہان کہین بھی فسادات ہوے وہ سر مائیکیل اوڈوائر کی حکومت کے خلاف ایک قسم کے غیر منظم مظاہرے تھے۔ اپنے عہد حکومت کے آغاز ہی سے سر مائیکیل نے ہر طرح اس بات کی کوشش کی کہ وہ تعلیمیافتہ طبقہ کو ناراض رکھین۔ انھون نے جنگ کے لیے آدمی اور روپیہ کی فراہمی مین اسقدر جوش اور سختی سے کام لیا کہ رعایا مین برہمی پیدا ہوگئی۔ ہماری راے مین یہ زیادہ مناسب ہے کہ جس جنگ کے نتیجہ سے سلطنت کا مستقبل وابستہ ہوا سمین صرف سوشل اور اخلاقی دباؤ سے کام لیکر رعایا سے امداد حاصل کیجاے۔ لیکن سر مائیکیل اوڈوائر نے بھی انتہا کردی اور اس شوق مین کہ وہ آدمیون اور روپیہ کی فراہمی مین اپنے معاصرین (دیگر صوبجات کے حکمران) سے گوے سبقت لیجائین، انھون نے اپنے فرائض کو بالکل بھلا دیا اور اسکا کوئی خیال نہین کیا کہ حصول مقصد کیلیے وہ کس قسم کے طریقے اختیار کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انکے ماتحت افسران ان سے بھی چند قدم آگے ہی نکلے۔

ہمارے اس امر کے باور کرنیکی شہادت موجود ہے کہ ان لوگون نے روپیہ اور آدمیون کی فراہمی مین انگریزی حکومت کے اعزاز اور وقار کو صدمہ پہونچایا اور

یہ نتائج بہت ہی گران قیمت پر خریدے گئے تھے۔

یہ دلیل پیش کیجاتی ہے کہ ان مظاہرون مین فساد کی جو صورت تھی اسکی وجہ یہ تھی کہ بھرتی مین سختی برتی گئی تھی کیونکہ جن اضلاع مین سختی کیگئی وہان خاصکر کسی قسم کا فساد نہین ہوا۔ یہ دلیل بلاشبہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن اسکی صحت کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ جو لوگ کچھ بھی اپنی حفاظت کرسکتے تھے وہ یقیناً اس قسم کے جبر اور دباؤ سے محفوظ رہے۔ لیکن جو لوگ سرکاری دباؤ کا اسوقت مقابلہ نہین کرسکتے تھے انکے لیے یہ مشکل تھا کہ وہ بعد کو گورنمنٹ کے خلاف سر اٹھائین سوا اسکے کہ انھین اپنی قوت پر پورا اعتماد ہو۔ بہرحال جسطرح دو عملی ایثار ہوتا ہے اسی طرح دو عملی غصہ اور برہمی کی بھی ایک صورت ہوا کرتی ہے اور جسقدر قومی بیداری روز بروز بڑھتی ہے اسی طرح اس دو عملی قربانی و ایثار اور دو عملی فساد و ہنگامہ کے مظاہرے بھی ہوا کرتے ہین۔ یہ گورنمنٹ اور رعایا دونون کے لیے یکسان مناسب ہے کہ وہ سوچ سمجھکر دو مین سے کسی ایک صورت پر عمل پیرا ہون۔ ہمین اس بات مین شک کرنیکی کوئی وجہ نہین کہ پنجاب گورنمنٹ نے رعایا کو مجبور کرکے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ فساد اور ہنگامہ کرے حالانکہ اسوقت رعایا دو عملی ایثار اور قربانی کیلیے خود کو تیار کر رہی تھی۔

لیکن لاہور کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اُسنے معقول راستے سے قدم نہین ہٹایا

لاہور کے لوگون کے مصائب جلیان والا باغ کے مقتولین اور مصیبت زدون کی تکالیف کے مقابلہ مین بھی زیادہ پاک وصاف جواہر ریزے ہین ۔

اب ہم انکے مصائب پر ایک سرسری نظر ڈالینگے ۔ کرنل فرینک جانسن، جو افریقہ مین اپنی کارگزاریون کی بدولت کافی شہرت حاصل کر چکے ہین ۵ ر اپریل سے ۲۹ ۔ مئی تک لاہور مین مارشل لا کے حصہ لاہور کے منتظم تھے ۔ انکا انتظام اسقدر ہمہ گیر اور زوردار تھا کہ رعایا کے تمام ادنی و اعلی طبقون نے اسکو محسوس کیا، جبکہ کالجون اور اسکولون کے ہزارہا طلبا بھی مستثنی نہ تھے ۔ بڑے سے بڑے شخص کو بھی انکی فولادی حکومت کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا ۔ مثلاً ہم انکے رات کے مقررہ گھنٹے کے حکم کا ذکر کرتے ہین ۔ مرد، عورت اور بچے جو چھوٹے چھوٹے مقامات مین رہتے ہین اور سویرے سو رہنے کے عادی ہین، ممکن ہے کہ وہ اس تکلیف کو اس طرح محسوس نہ کرین جس طرح لاہور مین محسوس کیا جاتا تھا جو ایک بہت بڑا شہر ہے ۔ لاہور مین تو اس قسم کا حکم ناقابل برداشت ہو جاتا ہے ۔ جن لوگون کو طبی معالجہ کی ضرورت تھی، وہ بھی اس امداد سے محروم تھے، اور جب پنڈت جگت نرائن نے یہ دقت ان افسر (کرنل جانسن کو) سمجھائی، تو انھون نے فوراً جواب دیا کہ اس قسم کی مشکلات کو برداشت کیے بغیر آپ کوئی جنگ نہین لڑ سکتے ۔ ایک افسر جو کرنل جانسن کیطرح ایک ذمہ داری کے عہدہ پر ممتاز ہو اسکے لیے یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ وہ لاہور

کے صورت حالات کے متعلق ایک قانونی اصطلاح استعمال کرے، حالانکہ وہ صورت حال کسی طرح بھی "جنگ کرنے" کے نام سے منسوب نہیں کیجا سکتی۔ پہ اس اصطلاح کا نہایت ہی ناواجب استعمال تھا کہ اس کو لاہور کے واقعات سے تشبیہ دیجائے جو فی المعنی کل پنجاب پر صادر ہوتی ہے۔ لارڈ ہنٹر کے سامنے جسقدر شہادتیں گذریں ہمنے خود انکو پڑھا ہے اور ہمیں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملا جسکی بنا پر ہم یہ کہہ سکیں پنجاب "ملک معظم کے خلاف جنگ کر رہا تھا" کرنل جانسن کو مجبور ہو کر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ کسی مقام پر لوگوں نے اسلحہ استعمال نہیں کیے جن لوگوں کے پاس ہتھیار تھے انھوں نے نہ خود استعمال کیا اور نہ دوسروں کو استعمال کرنے دیا۔ اب ہم دیکھینگے کہ مارشل لا کی خاص عدالتوں کے ججان کی رائے میں "جنگ کرنے" کے عملاً کیا معنی ہوتے ہیں لیکن اس موقع پر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک برطانوی فوجی افسر جو پرانا تجربہ کار ہے، اس قسم کی مہمل باتیں کہتا ہے جسکی تائید میں وہ کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتا، جسکو کوئی معقول پسند شخص تسلیم کرسکے اور یہ افسر محض اپنی رائے کے بھروسہ اور قیاسی باتوں پر رعایا کے خلاف جبر و تشدد کی کارروائی کرتا ہے، حالانکہ رعایا کا قصور اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اُسنے ناواجب طریق حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ جن لوگوں نے رات کے مقررہ اوقات کی خلاف ورزی کی، جانکر یا لاعلمی سے، معقول یا نامعقول اسباب کی بنا پر انھیں سزائے کوڑوں کی سزا دیگئی، جسطرح معمولی بدخصلت مجرمین کو دیجاتی ہے۔

کرنل جانسن نے اپنے اس اعلان کی اہمیت پر خاصکر زور دیا کہ اگر انکی فوج پر کوئی بم پھینکا گیا تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ اس مقام سے سو گز کے حلقہ مین جو لوگ آباد ہونگے انکو ایک گھنٹہ کا نوٹس دیا جائیگا کہ وہ اپنے مکانات چھوڑ دین اور اسکے بعد مسجدون اور مندرون کو چھوڑ کر جس قدر عمارتین ہونگی وہ گرا دیجائینگی

انھون نے آٹھ سو تانگے سرکاری استعمال مین لیے تھے بعد کو یہ تعداد ۲۰۰ تک گھٹا دیگئی اور یہ تانگے اسوقت تک انکے قبضہ مین رہے جب تک کہ مارشل لا جاری رہا۔ ہندوستانیون کے پاس جسقدر موٹرین تھین انکو بھی انھون نے سرکاری استعمال مین لے لیا۔ انھون نے ریل کے سفر پر بھی قیود عائد کین تاکہ ان اشخاص کو نقل و حرکت کا موقع نہ مل سکے جو لاہور سے باہر جا کر دوسرے مقامات مین فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتے ہون۔" انھون نے ایک حکم کے ذریعہ سے تمام لنگر خانے بند کرا دیے غلہ اور جنس کی قیمتین مقرر کین۔

جن لوگون کے پاس اسلحہ کے لائسنس تھے اُنسے کرنل جانسن نے بندوقین لے لین صرف وہ لوگ انکی اس جوشیلی کارروائی سے بچ سکے، جنکے متعلق گورنمنٹ کو وفادار اور عقیدت مند ہونے مین کوئی شبہہ نہ تھا۔ انھون نے ڈپٹی کمشنر کے اس حکم کو بحال رکھا، جسکے مطابق بادشاہی مسجد کو بند کیا گیا تھا اور یہ مسجد صرف اسوقت کھولی گئی، جب مسجد کے ٹرسٹیون نے گورنمنٹ کو یہ یقین دلایا کہ بادشاہی مسجد مین کوئی ہندو نہ جانے پائیگا۔"

اُنھون نے سرسری عدالتین قائم کین۔ خود اُنھون نے مقدمات کیے۔ کل ۳۷۷ آدمیون پر مقدمے چلائے گئے، جنمین سے ۲۰۱ سزایاب ہوئے۔ بڑی سے بڑی سزا دو سال کی قید، ۳۰ بید اور ایکہزار روپیہ جرمانہ تھی۔ سرسری عدالتون نے آٹھ سو کوڑے ۲۶ آدمیون کے لگائے جانیکا حکم دیا۔ سب سے زیادہ تیس اور سب سے کم ۵ کوڑے لگائے گئے۔ ان لوگون کے سر بازار کوڑے لگائے گئے یہانتک کہ یہ حکم صادر ہوا کہ آیندہ سے ایسا نہ ہو۔ ان لوگون کا کوئی ڈاکٹری امتحان نہین لیا گیا۔ لارڈ ہنٹر نے اُن سے سوال کیا کہ کیا اُنھون نے یہ خیال نہین کیا کہ اس قسم کی سزا کے برے اثرات ہوا کرتے ہین۔ اُنھون نے جواب دیا کہ "میرے دل مین کبھی اسکا خیال نہین آیا"۔ انکی راے مین "یہ سزا کا نہایت ہمدردانہ طریقہ ہے"۔ مسٹر سیتلواڈ کے سوال کے جواب مین اُنھون نے کہا کہ اُنھون نے لوگون کے دلون مین دہشت پیدا کر دی تھی اور اس طرح درجنون آدمی سزائین پانے سے بچ گئے۔ جسٹس رنکن نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ کتنا بڑی دلیری کی بات ہے کہ کوڑے مارنے کی سزا عام رعایا کی معمولی غلطیون اور خلاف ورزیون کی سزا دینے کا نہایت آسان اور مفید طریقہ ہے۔ اُنھون نے کرنل جانسن سے دریافت کیا کہ کیا یہ طریق سزا مخصوص جاہلون کے لیے نہین ہے؟ کرنل نے جواب دیا "مین اس بارے مین مشکل آپ سے اتفاق راے کر سکتا ہون"

آپکو ایک بڑی آبادی سے سابقہ ہے۔ جدید قسم کے احکام وضع کرکے آپ نئے جرائم قائم کرتے ہین۔ اگر صرف جیل ہی کی سزا ہو تو اس سے اس آبادی پر کچھ زیادہ اثر نہ پڑیگا۔ اسی شہر مین گھرون مین رہنے کا جو معیار ہے، اسکے لحاظ سے جیل خانہ لوگون کے لیے ایک آرام کی جگہ ہے۔ سنٹرل جیل مین قیدیون کو خوب پیٹ بھر کر کھانیکو ملتا ہے اور وہ بہت جلد وہان کی زندگی کے عادی ہو جاتے ہین۔ اگر ہم ان سب کو جیل خانہ بھیجتے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے جیل خانہ بھر جاتا" ایک دوسرے موقع پر انھون نے کہا کہ کوڑے مارنیکی سزا ایکہزار سپاہیون کی، موجودگی سے بھی زیادہ بڑا اثر ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ان باتون سے کرنل جانسن نے ایک وحشیانہ سزا کی تائید مین ایک وحشیانہ دلیل پیش کی ہے اور صرف اسی بنا پر وہ اس قابل نہین سمجھے جاسکتے کہ انھین کوئی ذمہ داری کی جگہ دیجائے، جیسی کہ پنجاب گورنمنٹ نے ان کو دے رکھی تھی۔ کوڑے مارنے کی سزائین صرف اسی طرح نہین دیگئین۔ انھون نے صرف اپنی سزاؤن کا تذکرہ کیا ہے، جو سرسری عدالتون کی طرف سے دی گئین۔ لیکن جو سزائین ضابطہ تحریر مین نہین آئین انکی تعداد کہین زیادہ تھی۔ ہمنے اس بارے مین خاص لاہور سے ۱۰۰ بیانات لیے ہین، جن سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوتی ہے کہ ملک معظم کے اعلیٰ افسران سے لیکر ادنیٰ افسران تک

سب اسقدر نازک مزاج ہو گئے تھے کہ معمولی معمولی سی باتون پر برہم ہو جاتے تھے اور رعایا پر بغیر کسی روک ٹوک کے اپنا بخار اُتارتے تھے۔

انھون نے ریلوے کے سفر کے متعلق جو حکم نافذ کیا تھا اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ قانون پیشہ لوگون کے ایجنٹون اور کلرکون پر قیود عائد کیجائین سر سی سیتیل واد نے اُن سے دریافت کیا" آپ نے اپنے حکم نمبری ۶ مین لکھا ہے مجھے اس بات کا گمان کرنیکی وجہ ہے کہ وکلا کے منشی، ایجنٹ اور چپراسی مغویانہ تحریک کی اشاعت کرتے ہین، اس لیے آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ لاہور کے سول حلقہ سے بغیر اجازت باہر نہ جائین اور آپنے یہ بھی حکم دیا کہ ہر وکیل اپنے منشیون، ایجنٹون اور چپراسیون کی ایک مکمل فہرست پیش کرے جس سے براہ راست یا بالواسطہ وہ کام لیتے ہون" کرنل جانسن نے اثبات مین اسکا جواب دیا۔ جب اُن سے دریافت کیا گیا کہ اسکا ان کے پاس کیا ثبوت تھا تو اُنھون نے کہا کہ یہ سب اُنھون نے لوگون کی زبانی سنا تھا۔

یہ سب جانتے ہین کہ کرنل جانسن کو قانون پیشہ لوگون سے کسقدر بغض تھا، کس طرح پنجاب سے باہر کے وکلا کو اس صوبہ مین داخل ہونے سے محض اس بنا پر روکا گیا کہ وہ مغویانہ خیالات کی اشاعت کرینگے۔ مسٹر منوہر لال کا سا فاضل اور معزز قانون دان، جنکی وفاداری اور دور اندیشی بزدلی کی حد کو پہونچی ہوئی ہے وہ بھی مارشل لا کے افسران کی

گرفت سے نہ بچ سکے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے ایم۔ اے کیمبرج کے
بی۔ اے اور پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے ممبر اور فیلو ہیں۔ وہ سینٹ جان
کالج کیمبرج کے ایک فاضل ہیں اور اسکے علاوہ بھی انھوں نے اور
امتیاز حاصل کیے ہیں۔ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے وہ وائس پریزیڈنٹ
ہیں اور فورمن کالج گریجوایٹس یونین کے پریزیڈنٹ ہیں۔

۱۰ اپریل کو تقریباً ۷ بجے صبح کو وہ گرفتار کیے گئے کیونکہ وہ احباب رخصت
سے رخصت ہو چکے تھے۔ پولیس کے پاس کوئی وارنٹ نہ تھا اور نہ انھیں بتایا گیا
کہ وہ کیوں گرفتار کیے گئے۔ آپکا بیان ہے کہ جب میرے مکان پر
مجھے گرفتار کیا گیا تو مجھے دو منٹ کی مہلت اسکے لیے بھی نہ دی گئی کہ میں
اپنی بیوی اور بچوں سے رخصت ہو سکوں اور نہ یہی بتایا کہ وہ مجھے
کہاں لیجائینگے۔ آگے چلکر انھوں نے بیان کیا کہ "وہ مجھے ٹیلیگراف آفس
سے سنٹرل جیل لے گئے جہاں جیل کے دروازہ پر معمولی مراسم کے بعد
میری گھڑی، زنجیر، پنسل اور کچھ نقدی وغیرہ لے لیگئی۔ پھر رجسٹر پر صرف
انگوٹھے سے میرے نشان لیے گئے اور اس جیل کے ۱۴ نمبر کے کمرہ میں لیگئے
یہ کوٹھری تھی جسمیں سنگین الزامات سزائے موت اور اسی قسم کی دیگر سزائیں
پانیوالوں کے قیدیوں کے لیے مخصوص ہے۔ اس کوٹھری میں کچھ دیر کے بعد
مجھے دو میلے کمبل دیے گئے اور دو لوہے کے برتن کھانے اور پینے کو ملے۔

تین گھنٹے کے بعد مجھے جیلخانہ کے ایک دوسرے حصہ میں لے گئے، جسکو چکی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہاں متعدد کوٹھریاں ہیں، یہاں غلہ پیسنے کے لیے چکیاں لگی ہوئی ہیں۔

میں ان کوٹھریوں کے حالات بیان کرنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ باسانی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہمارے لیے صفائی کے اور دیگر انتظامات سب اسی کوٹھری کے اندر تھے۔ مٹی کے برتن جو بطور کموڈ کے رکھے ہوئے تھے چوبیس گھنٹوں میں دو مرتبہ صاف کیا جاتا تھا۔ جب میں اس کوٹھری میں بند تھا تو مجھے صرف صبح کے وقت کوٹھری سے باہر نکل کر چالیس قدم ٹہلنے کی اجازت ملتی تھی اور اگر کچھ دھونے کی ضرورت ہوتی تھی تو نلکے کے پاس جا سکتا تھا۔ میرے پاس سوا اس سوٹ کے اور کوئی کپڑا نہ تھا جو میں گرفتاری کے وقت پہنے ہوئے تھا۔ صرف ۲۱ کی شام کو مجھے چند کپڑے ملے جب میرا لڑکا جیل میں مجھ سے ملنے آیا۔

میری بیوی اور بچوں کو اس روز شام تک اسکا مطلق علم نہ تھا کہ مجھے کہاں نظربند کر دیا گیا تھا۔ مجھے اُنسے کسی قسم کی خط و کتابت کرنے کی اجازت نہ تھی، سوا اس پوسٹ کارڈ کے جو میں نے سپرنٹنڈنٹ جیل کی اجازت سے سنیچر کی شام کو روانہ کیا تھا۔ ۲۱ تاریخ دوشنبہ کو میرے دوست کنور دلیپ سنگھ بیرسٹرایٹ لا اور میرا لڑکا جیل میں مجھ سے ملنے آئے۔

لیکن چونکہ مجھے ان مین سے صرف ایک شخص سے ملنے کی اجازت دیگئی،
اسلیے مین صرف چند منٹ داروغہ جیل کی موجودگی مین اپنے بیرسٹر
دوست سے ملا۔ جیل کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر کوان نے مجھے اسکی اجازت نہین دی
کہ مین چند منٹ اپنے لڑکے سے مل لون۔

بدھ کے روز ۲۳ ر تاریخ کو مجھے جیل خانہ کے یوروپین وارڈ مین منتقل کردیا
گیا، جہان نسبتاً مین آرام سے تھا۔ مجھے نقل و حرکت کی آزادی تھی،
صفائی اور نہانیکا اچھا انتظام تھا اور ایک چھوٹی سی لائبریری بھی تھی
یہان مین ۱۶ ر مئی کی صبح تک رہا اور اس روز مین رہا کیا گیا۔ اس درمیان
مین مجھے اپنے دوستون اور اعزا سے تین مرتبہ ملاقات کرنے کا موقع ملا
ایک ملاقات بہت ہی مختصر تھی اور دوسری دفعہ کنور دلیپ سنگھ سے ملنے
کی خاص اجازت ملی کیونکہ وہ اکثر جیل مین آیا کرتے تھے، جہان گورنمنٹ
نے انھین بطور خود بعض قیدیون کی طرف سے پیروی کرنیکو مقرر کیا
تھا۔ تیسری ملاقات کی سپرنٹنڈنٹ جیل نے میرے بھائی کے ساتھ خاص کر
اجازت دی تھی، جو اس عرصہ مین لاہور ہو کر جا رہے تھے۔

اس تمام عرصہ مین مجھے یہ نہین بتایا گیا کہ میرے اوپر الزام کیا
قائم کیا گیا ہے۔ مین اس سے بالکل لاعلم رکھا گیا۔ مسٹر مٹھو مہر لال نے
یہ بھی لکھا ہے کہ انکی قید کے زمانہ مین انکی بیمار بیوی اور بچون کو بھیج دی گئی

انکا بیان ہے کہ "جیل میں میں نے ایک ملاقات کی حالت میں یہ خبر سُنی کہ میری غیر موجودگی میں میرے مکان کی تلاشی لیگئی میری گرفتاری کے پون گھنٹہ بعد ہی میرے مکان میں قفل ڈالدیا گیا۔ میری مریضہ بیوی اور میرے بچوں نے ملازمین کی کوٹھریوں اور باورچیخانہ میں پناہ لی اور میرے دوستوں نے انھیں جو بستر دیئے وہی انھوں نے استعمال کیے۔ مکان کی تلاشی ۱۹ اپریل کو ہوئی اور اسی روز شام کو ۶ بجے میری بیوی بچوں کو مکان میں جانیکی اجازت دیدیگئی۔

پولیس دو تین قیمتی کتابیں بھی انکے مکان سے لے گئی تھی، جو انکا بیان لکھے جانے کے وقت تک انھیں واپس نہیں ملیں۔ اپنی گرفتاری کے قصہ کو ختم کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ "آجتک مجھے اسکا علم نہیں ہوا کہ میرے اوپر کیا الزام لگایا گیا یا کوئی ایسی بات بھی ہے جو میری گرفتاری اور نظربندی کا سبب قرار دیجائے"۔

اپنی گرفتاری کے ممکن اسباب سے بحث کرتے ہوئے انھوں نے بیان کیا کہ "میں شہر کے معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا کیونکہ میں بالکل ایک طالبعلم ہوں، جہانتک پیشہ کے کام سے فرصت ملتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر اور لیڈران کے درمیان وقتاً فوقتاً جو ملاقاتیں ہوئیں انمیں بھی میں موجود نہ تھا اور نہ مجھے بلایا ہی گیا۔ نہ میں ان جلسوں میں شریک ہوا جنمیں بعض لوگوں نے

بطور مجوزہ ہڑتال کو ختم کرنیکی تدابیر پر غور کیا تھا" ایک افسر جو بغیر کافی تحقیقات کے مسٹر منوہر لال کے سے معزز شخص کی گرفتاری کا حکم یا اجازت دیسکتا ہے، وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس ذمہ داری کے عہدہ پر ممتاز کیا جائے" جسپر کرنل جانسن معترض کیے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نظر مین ایک ہندوستانی کی کوئی عزت نہیں ہے اور یہ طرز عمل اس شخص کا نہ ہونا چاہیے جو ملک معظم کی فوج کا افسر ہو۔

جبر و زبردستی کی ایک صورت اس ہوشیار افسر نے یہ سوچی تھی کہ وہ ان لوگون کے مکانات پر اپنے اعلانات چسپان کراتا تھا، جنکو وہ مفسد سمجھتا تھا۔ اگر ان اعلانات کو کوئی صدمہ پہونچے یا وہ میلے ہوجائین تو مالک مکان اس کا ذمہ دار قرار پاتا تھا۔ سر چمن لال نے دریافت کیا کہ وہ مفسد لوگون کی تعریف کرین اور یہ بھی پوچھا کہ جن لوگون پر انھین شک ہوگیا وہ سب مفسد لوگ سمجھے جائینگے۔ اسکا عجیب غریب جواب انھون نے یہ دیا کہ "اگر آپ اسکا مفہوم یہی سمجھتے ہین تو مجھے کچھ اعتراض نہین۔ سر چمن لال نے دریافت کیا کہ "مین یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ اسوقت آپکے دماغ مین کیا بات تھی"۔ اسکا یہ جواب دیا "مین نے یہ خیال کیا کہ جو لوگ اپنی وفاداری کے سبب سے بدنام نہین ہین انسے یہ کام لیا جائے" اور جو اس خصوصیت سے مستثنا تھے خفیہ پولیس نے

انکا انتخاب کیا"۔ سر چمن لال نے کہا کہ جن لوگون کو یہ خدمت سپرد کی گئی تھی، اُنسے دن و رات کے پورے ۲۴ گھنٹے روزمرہ یہ کام لیا جاتا تھا۔ کرنل جانسن نے اس مسلسل نگرانی کی ضرورت کو تسلیم کیا لیکن ان کی رائے مین انکی یہ کارروائی بالکل جائز تھی۔ یون ہی یہ حکم ناقابل برداشت تھا لیکن جب ایک پوری تعلیمگاہ کو ان اعلانات کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا تو یہ اور بھی ناقابل برداشت ہو گیا۔ اس سلسلہ مین اب ہم اس سختی اور تشدد کا ذکر کرینگے جو طلباء اور پروفیسرون کے ساتھ کیا گیا یہان ہم سر چمن لال اور کرنل جانسن کے مکالمہ کو درج کرتے ہین، جس سے کرنل جانسن کی دماغی حالت کا اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے:۔

سوال۔ سناتن دھرم کالج کی عمارت کو بھی ان اعلانات کے چسپان کرنے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔

جواب۔ میرا خیال ہے کہ ایسا ہوا تھا۔

سوال۔ پہلی فہرست مین اسکا نام آشکارا نہ تھا حالانکہ بعد کو مزید کیا گیا تھا۔

جواب۔ جی ہان فہرست درست کیگئی تھی۔

سوال۔ اس عمارت کی بیرونی دیوار پر جو نوٹس چسپان کیا گیا تھا اس کو کسی شخص نے نوچ کر پھینک دیا۔

جواب ۔ مجھے پولیس کے ذریعہ سے نہین بلکہ کسی اور شخص کے ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی تھی ۔

سوال ۔ کیا یہ صحیح ہے کہ بورڈنگ کے تمام لڑکے اسی بناپر گرفتار کرلیے گئے ۔

جواب ۔ مین نے حکم دیا کہ اس عمارت کے اندر جسقدر مرد ہون گرفتار کرلیے جائین ۔

سوال ۔ کتنے طلباء گرفتار کیئے گئے ؟

جواب ۔ پانچسو ۔

سوال ۔ پانچسو لڑکے اس بناپر گرفتار کیے گئے کہ نوٹس پھاڑ ڈالا گیا تھا ۔

جواب ۔ اور پروفیسر انکو بھی ۔

سوال ۔ اس طرح جو لوگ گرفتار کیے گئے انکو پیدل قلعہ لے گئے جس کا فاصلہ کالج سے تین میل ہے ۔

جواب ۔ بیشک ۔

سوال ۔ اور اسی حالت مین انھین یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بستروں کو اپنے کاندھوں اور سروں پر لیجائین ؟

جواب ۔ اگر وہ اپنے بستر لیجانا چاہتے تو وہ لیجاسکتے تھے ۔

سوال ۔ کیا انسے لیجانیکو نہین کہا گیا تھا ؟

جواب ۔ مین نے اس قسم کا کوئی حکم نہین دیا تھا ۔ اگر وہ لیجانا چاہتے تو لیجاسکتے تھے

سوال - اور یہ لاہور کی سخت گرمی کا دن تھا - ؟
جواب - یہ مئی کا ایک دِن تھا -
سوال - لاہور مین سخت گرمی پڑ رہی تھی - ؟
جواب - بیشک -
سوال - ان پانچسو طلباء اور پروفیسرون کو تین میل پیدل چلایا گیا ؟
جواب - ٹھیک ہے -
سوال - اور وہ آپکے حکم سے قلعہ مین رکھے گئے - ؟
جواب - ہان ایسا ہی ہوا -
سوال - کتنے دن وہ وہان رکھے گئے - ؟
جواب - میرا خیال ہے کہ ایکدن - بھول گیا دو دن تک -
سوال - جب پرنسپل سے اسبات کا اطمینان اور وعدہ لے لیا گیا کہ آئندہ نوٹس محفوظ رہین گے - تب انھین چھوڑا گیا - ؟
جواب - بیشک جب مجھے یہ اطمینان ہو گیا کہ آیندہ ایسا نہ ہوگا -
سوال - کرنل صاحب مین آپ سے دریافت کرتا ہون کہ کیا آپکی یہ کارروائی معقول تھی ؟
جواب - بیشک مین ایسے موقع کی تلاش مین تھا -
سوال - آپ اسوقت سے اور اب بھی اس کارروائی کو معقول سمجھتے ہین ؟

جواب - بلاشبہ -
سوال - جیسا کہ آپ نے اپنی رپورٹ مین ظاہر کیا ہے، اسوقت آپ کے دل مین یہ تھا کہ اُن لوگوں کے دلون پر مارشل لا کی قوت کا اثر ڈالا جاوے ؟
جواب - یہی بات تھی -
سوال - آپ ایسے موقع کی تلاش مین تھے ؟
جواب - صرف رعایا کے فائدہ کے لیے -
سوال - مین یہ نہین کہتا کہ رعایا کے اغراض کی خاطر نہین تھا - ممکن ہے کہ ایسا ہو یا نہو - لیکن آپ اس موقع کی تلاش مین تھے کہ مارشل لا کی قوت کا اظہار کیا جائے ؟
جواب - بیشک -
سوال - آپکو موقع مل گیا ؟
جواب - اور مین نے اس سے کام لیا -
سوال - اور اس موقع سے کام لیکر آپ نے پانسو طلباء کو دھوپ مین قلعہ تک پیدل چلایا ؟
جواب - یہی بات تھی !

سوال۔ اور آپ اب بھی سمجھتے ہین کہ اس طرح آپنے اپنے اختیارات سے جائز کام لیا؟

جواب۔ یقیناً۔ اور مین دوسرے روز پھر ایسا ہی کرونگا اگر حالات اور واقعات سے اسکی ضرورت محسوس ہوگی۔

یہ واضح رہے کہ کرنل جانسن نے یہ سنگدلی کا جواب معرکۂ کارزار کی گرما گرمی کی حالت مین نہین دیا بلکہ ۲۴ر نومبر سنہ ۱۹۱۹ء کو جبکہ لاہور کی کمان چھوڑے ہوئے انھین پورے چھ ماہ ہوچکے تھے۔ اگر انکے قیمتی اعلانات کو کسی شخص نے بالارادہ پھاڑ ڈالا تھا تو انکا یہ فرض تھا کہ تحقیقات کرتے نہ یہ کہ فوراً طلباء اور پروفیسرون کو اسکی سزا دیتے لیکن کرنل جانسن بھلا کب درگذر کرنے والے تھے اور اسلیے انھون نے ڈی۔ اے۔ وی کالج دیال سنگھ اور میڈیکل کالج کے خلاف جو کارروائی کی وہ سزا دینے کے خیال سے نہین بلکہ اس غرض سے تاکہ طلباء "شرارت اور فساد مچانے سے بچے رہین" اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا گیا کہ دن مین چار مرتبہ لڑکون کی حاضری لیجائیگی۔ یعنی صبح کو ۷ بجے سے ۱۱ بجے تک اور شام کو ۳ بجے سے ۷ بجے شام تک"۔ اور میڈیکل کالج کے طلباء کو حاضری دینے کی دن مین ۱۷ میل یومیہ کے حساب سے چلنا پڑتا تھا" سرچمن لعل کے اس سوال کے جواب مین کرنل جانسن کا گستاخانہ جواب یہ تھا" میرا خیال یہ ہے کہ صرف ۱۶ میل۔ مین نے اس فاصلہ کو ناپ لیا تھا"

سر چمن لال نے سوال کیا کہ" لاہور کی سخت دھوپ مین طلبا، کو تین ہفتون تک روزانہ اسی طرح پیدل چلنا پڑتا تھا؟"

جواب۔ ہان ایسا ہی ہوتا تھا سوا اسکے کہ ڈاکٹری سرٹیفکٹ سے وہ مستثنیٰ کر دیے جائین!

سوال۔ کرنل صاحب اسوقت آپ نے خیال کیا اور اب بھی آپ یہی سمجھتے ہین کہ طلبا، کو شرارت سے بچانے کے لیئے یہ حکم مناسب تھا؟

جواب۔ اسوقت میری یہی راے تھی۔

سوال۔ اور اب بھی آپکی یہی راے ہے۔

جواب۔ بیشک ہے۔

سوال۔ کیا آپ نے یہ بھی خیال کیا کہ لاہور کی دھوپ مین اس طرح طلبا، کو روزانہ ۱۶ میل چلانا انکے لیے نہایت تکلیف دہ تھا۔

جواب۔ اس سے انھین کوئی تکلیف نہ تھی۔

یہان ہم خود کرنل جانسن کے الفاظ مین بتانا چاہتے ہین کہ وہ اپنے اس عجیب وغریب حکم کو کن وجوہات سے جائز سمجھتے تھے۔

سوال۔ کرنل صاحب مین آپ سے پوچھتا ہون کہ کیا کبھی آپ کے ذہن مین یہ بات بھی آئی کہ (مین نہین جانتا کہ کے سو) ہزار ہا طلبا، کے ساتھ اس طرح حاضری دینے کے معاملہ مین آپ نے جو سلوک کیا اس سے آپ نے ان نوجوانون

کے دلون مین انگریزی حکومت کے خلاف کیسی سخت عداوت اور نفرت پیدا کردی ؟

جواب - ایسا ضرور ہوا لیکن میرا خیال یہ تھا کہ کالجون مین مغویانہ تحریک ایسی پھیلی ہوئی تھی کہ مین وہان کی حالت کو اپنے حکم سے بدتر نہین بنا سکتا تھا -

سوال - کیا اسکے معنی یہ ہین کہ گو آپ نے یہ محسوس کیا کہ آپکے اس حکم سے طلبا کے دلون مین انگریزی حکومت کے خلاف زیادہ نفرت اور دشمنی پیدا ہوگی لیکن آپکی راے مین وہ ایسے سخت مفسد اور شرارت پسند تھے کہ آپکا حکم انھین اس سے زیادہ باغی نہین بنا سکتا تھا -

جواب - ہین آپکی تشریح اور توضیح کو تسلیم نہین کرتا لیکن میرا خیال یہ تھا کہ کالجون کی حالت ایسی خراب ہو رہی تھی کہ میرے اس حکم سے وہ بدتر نہوسکتی تھی

سوال - کیا آپ یہ سمجھتے ہین کہ آپکے اس حکم سے صورت حال مین کچھ اصلاح ہوسکتی تھی -

جواب - لیکن میرے حکم سے حالت بدتر بھی نہو رہی تھی !

سوال - کیا آپ اسمین اصلاح کر رہے تھے ؟

جواب - میرا مقصد انکو وفادار بنانا نہ تھا بلکہ میری غرض یہ تھی کہ انکو شرارت کرنے سے باز رکھون اور باہر کے ضلعون مین نہ جانے دون !

سوال - کیا اسمین آپکو کچھ کامیابی ہوئی ؟

جواب - بیشک -

سوال - آپکا خیال یہ ہے کہ یہ بہتر کارروائی تھی؟

جواب - میرے خیال مین یہ بہتر طریقہ تھا - دو ہی طریقے ہین - ایک یہ کہ کالج کو بند کردیا جائے اور دوسرے یہ کہ طلباء کو سزا دیجائے -

سوال - اسکا مطلب مین یہ سمجھتا ہون کہ آپکی راے مین اس ملک کے لوگونکو گورنمنٹ کے وفادار بنانیکے لیے یہ مناسب ہو کہ انکے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جائے؟

جواب - مین اسکو دوسری طرح پہ کہتا ہون یعنی لوگون کو یہ بتایا جائے کہ شتنہ مفویانہ حرکات کیلیے سزائین دیجاتی ہین -

سوال - کیا آپ نے یہ بھی خیال کیا کہ ان ہزارہا طلبا مین بہت سے معصوم اور بیگناہ ہونگے؟

جواب - بیشک - مین نے بعض کو مستثنیٰ کردیا -

کرنل کا خیال یہ تھا کہ بعض طلباء نے انگریزی لیڈیون کی توہین کی - ہمین کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوئی جس سے اس الزام کی تصدیق ہو سکے - خود اُنھون نے اپنی اس راے کی تائید مین کوئی بیان نہین پیش کیا ہے لیکن محض اسی بنا پر اُنھون نے کالجون کے پرنسپلون کا ایک جلسہ کیا جن سے اُنھون نے "نہایت صفائی کے ساتھ" گفتگو کی اور یہ کہا کہ وہ طلباء کو سزا دینے کی تجاویز پیش کرین - پرنسپلون کی راے مین جو سزائین مناسب تھین

وہ اُنھون نے تجویز کین۔ کرنل کی رائے مین بعض سزائین ناکافی تھین اسلیے اُنھون نے فوراً پرنسپلون کو اطلاع دی کہ " اگر سزائین نہ بڑھائی گئین تو وہ کالجون کو بند کر دینگے اور طلباء کو امتحانات مین شریک نہ ہونے دینگے اس طرح ایک ہزار گیارہ طلباء کو سزائین دی گئین۔ مسٹر سنت رام کریر ایم۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی۔ انگلش پروفیسر دیال سنگھ کالج نے طلباء کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، اسکے متعلق لکھا ہے :۔

" ہڑتال کے ایام مین مین نے اپنے کالج کے طلباء کے طرز عمل مین کوئی تغیر نہین دیکھا۔ میرے سامنے ایک مثال بھی ایسی نہین آئی کہ کسی طالبعلم نے کوئی بڑی حرکت کی ہو۔

دیگر عمارتون کی طرح ہمارے کالج کو بھی نوٹس چسپان کرنے کیلیئے منتخب کیا گیا تھا۔ مارشل لا کے اجرا کے دس روز یا اس سے زیادہ ایام کے بعد ایک روز شام کو ۶ بجے ہمارے پرنسپل کے نام ایک حکم آیا کہ اس حکم کے ساتھ جو مغویانہ اشتہار شامل تھا، اسکے راقم کو تلاش کیا جائے اور دوسرے روز بارہ بجے دوپہر تک کمانڈنگ افسر کے روبرو پیش کیجائے۔ کالج ٹرسٹی، پروفیسران اور طلباء کا ایک جلسہ ہوا تاکہ اس مغویانہ اشتہار کے راقم کو تلاش کیا جائے لیکن یہ جلسہ بے نتیجہ رہا۔ ہمارے کالج مین کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جسنے وہ اشتہار لکھا ہو۔ ہم لوگ جواب لکھ ہی رہے تھے کہ کرنل جانسن سی۔ آئی۔ ڈی کے چند آدمیو

ہمراہ لے کر کالج آئے۔ راجہ نریندر ناتھ، جو کالج کے ٹرسٹی ہین اور چند دیگر اصحاب کرنل کے پاس گئے تاکہ وہ اصل معاملہ ان کو سمجھائین۔ خفیہ پولیس کے ایک شخص نے کالج مین وہ جگہ دکھائی جہان پر اُسے دیوار پر نوٹس چسپان ملا تھا۔ ہمنے کرنل سے کہا کہ یہ محض غپ ہے کیونکہ گو اشتہار کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کیل سے چسپان کیا گیا تھا لیکن کالج کی دیوار پر کیل کا کوئی نشان نہ تھا۔ اسکے بعد ہمنے کرنل کو وہ جواب دکھایا جو ہمنے اُنکے حکم پر لکھا تھا کرنل نے کہا کہ وہ حکم آپکے دفتر مین بھیجدیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔ اُسی روز شام کو ایک دوسرا پروانہ پرنسپل کے نام آیا جسمین انھین حکم دیا گیا کہ وہ دوسرے صبح کو ۹ بجے کرنل سے ملین۔ پرنسپل نے کرنل سے وقت مقررہ پر ملاقات کی اور جب وہ واپس آئے تو کچھ گورے سپاہی سنگین کھینچے ہوے اُنکے ساتھ تھے۔ اُنسے کہا گیا کہ یا تو وہ ڈھائی سو روپیہ جرمانہ ادا کرین اور یا تین ماہ کے لیے جیل جائین۔ جرمانہ ادا کیا گیا۔

چند روز کے بعد دوسرے کالجون کے پرنسپل کی طرح ہمارے کالج کے پرنسپل کے نام بھی ڈپٹی کمشنر کا یہ حکم صادر ہوا کہ ہم سرغنہ لوگون کا پتہ لگا کر اُنھین سزا دین یہ بھی نہین بتایا گیا کہ کس تحریک کے سرغنہ سے ڈپٹی کمشنر کی مراد تھی۔ ہمنے یہ سمجھا کہ کچھ طلباء کو سزا دینی چاہیے۔ ڈپٹی کمشنر کی تسکین کے لیے کالج کی کونسل کا ایک جلسہ ہوا جسمین کچھ طلباء کا انتخاب کر کے اُنکے لیے سزائین مقرر کی گئین۔ یہ فہرست ٹرسٹیون کو

بھی دکھائی گئی اور انھون نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ مین خود راجہ نرندر ناتھ کے خط کے ساتھ اس فہرست کو ڈپٹی کمشنر کے پاس لے گیا۔ مین نے اُن سے کہا کہ بہت سے لڑکون کو اس لیے سزا نہین دیگئی کہ اس سے بلاوجہ بےچینی بڑھیگی جو سوسائٹی کے لیے خطرناک ہوگی۔

دو ایک دن کے بعد ہمین یہ جواب ملا کہ یہ سزائین ناکافی تھین اور یہ کہ طلباء کی معقول تعداد کو سزا نہین دیگئی۔ کالج کی کونسل کا پھر جلسہ ہوا اور اس فہرست مین چند طلباء کا اور اضافہ کیا گیا اور انکی سزائین بھی بڑھا دیگئین۔ دوسرے روز ہمین ڈپٹی کمشنر نے اطلاع دی کہ مجوزہ سزاؤن سے انھین اتفاق ہے اور اسکے ساتھ ہی ڈھائی سو روپیہ کی ایک چک بھی اُنھون نے بھیجی جو ہمارے جرمانہ کی وہ رقم تھی جو پہلے ادا کی گئی تھی۔

سزائین یہ تھین کہ طلباء کو تعلیم حاصل کرنے سے محروم کیا گیا، امتحانات مین شریک ہونے سے روکا گیا اور یہ تمام کارروائی بغیر کسی تحقیقات کے عمل مین آئی۔ ۱۰ مئی کو کرنل جانسن نے ڈی۔ اے۔ وی کالج کے پرنسپل کے نام جو چٹھی لکھی تھی اس سے اس افسر کا طرزِ عمل معلوم ہو سکتا ہے۔ لہذا اس چٹھی کو ذیل مین نقل کیے دیتے ہین:—

نقل چٹھی نمبر ۴-۱۱۱ مورخہ ۱۰ مئی منجانب اسٹاف افسر لاہور سول کمانڈ پنجاب کلب لاہور بنام پرنسپل صاحب ڈی اے وی کالج لاہور

لاہور کے سول حلقہ کے کمانڈنگ افسر نے آپ کی چٹھی مورخہ ۷ مئی پر اچھی طرح غور کیا ہے۔ اسکے جواب مین کرنل جانسن نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین آپ کو اطلاع دون کہ آپ نے (طلباء کے خلاف) جو ضابطہ کی کارروائی کی ہے، وہ سراسر ناکافی ہے۔ جو حالات انھین معلوم ہوئے ہین اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے کالج کے طلباء مفسدانہ تحریک کی اشاعت مین لاہور کے اور کالجون کے طلباء سے بہت بڑھے ہوئے ہین۔ مین آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہون کہ اگر آج آپ نے مجوزہ سزاون کی ایک ایسی فہرست نہ بھیجی جو انکی رائے مین آپ کے کالج کے قابل رشک شہرت کے مطابق ہو تو کمانڈنگ افسر کیلیے اسکے سوا کوئی چارہ نہ رہیگا کہ وہ آپکے کالج کو بند کر کے تمام طلباء کو آیندہ امتحان مین شریک ہونے سے روکدین۔

سزاؤن کی شرح مقرر کرنے مین آپکو مدد دینے کے لیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مین گورنمنٹ کالج کی مثال آپکے سامنے پیش کرون، جسکے ۲ طلباء کو اس صوبہ و دہلی کے تمام کالجون مین تعلیم پانے سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا گیا ہے ۶ طلباء کو کسی امتحان مین شریک ہونے نہ دیا جائیگا، ۲ طلباء کو ایک سال کے لیے خارج کر دیا گیا ہے، ۱۵ طلباء کے وظیفے ضبط کیے ہین اور ۱۱۲ طلباء کو معمولی سزائین

دیگئی ہین۔

دیال سنگھ کالج سے، طلباء خارج کردیے گئے، ۵ کو ایکسال کے لیے خارج کیا گیا ہے، ۱۴ طلباء کا ایک درجہ تنزل کردیا گیا، ۱۴ کو تین ماہ کے لیے خارج کیا گیا، دو کے عارضی طور پر وظیفے بند کردیے گئے، ۲۲۴ کو معمولی قسم کی سزائین دیگئی ہین اور ۲۴۵ کو اپنی آیندہ نیک چلنی کی معقول ضمانتین دینا پڑینگی۔

کمانڈنگ افسر کا خیال ہے اس بیان سے آپکو اپنی تجاویز کے پیش کرنے مین مدد ملیگی اور انکے لیے کالج کے بند کرنیکی ضرورت نہ پیدا ہوگی۔ بشرطیکہ آپ جو کارروائی کرین وہ اس سے کم نہو جسکی طرف مین نے آپکو متوجہ کیا ہے آخر مین مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ کمانڈنگ افسر کو اس رائے سے اتفاق نہین ہے، کہ جرمانون سے جو رقم وصول ہو اسکا کچھ حصہ برطانوی سپاہیون کے امدادی فنڈ مین دیا جائے۔

دستخط۔ ڈبلو۔ بارنس (میجر)
اسٹاف افسر لاہور سول کمانڈ

اسکے بعد ایک حکم اس مضمون کا نافذ ہوا کہ دو ہندوستانیون کے لیے شانہ سے شانہ ملا کر چلنا جرم ہے۔ اسکی تمہید مین لکھا تھا "چونکہ فساد و ہنگامہ اور ڈرانے اور دھمکانے کو روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اگر دو دیسی آدمی

ایک یوروپین کو نکلنے کی جگہ نہ دینگے، تو اس سے یقیناً امن عامہ مین خلل
واقع ہوگا۔۔۔'' یہی الفاظ کرنل جانسن نے مسٹر چمن لال کے سوال کے جواب
مین کہے تھے۔ مسٹر چمن لال نے یہ بھی قبول کروالیا کہ امن عامہ مین ''دیسیون''
کی وجہ سے نہین بلکہ یوروپینون کے سبب سے خلل پڑتا'' اور یوروپینون کو ہنگامہ
کرنے سے باز رکھنے کے لیے ہندوستانیون کو تکلیف جھیلنا پڑی کیونکہ
یہ ممکن تھا کہ کسی یوروپین کو دو ہندوستانیون کا شانہ سے شانہ ملاکر چلنا
ناگوار ہوتا۔ ہندوستانیون سے اُنکی موٹرین چھین لینے کو مناسب بتاتے
ہوے انھون نے اسکی وجہ یہ بتائی کہ ''وہ لوگون کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ وہ
انھین لاہور کے اندر کوئی شورش یا فساد برپا کرنیکا موقع نہ دینگے''

ذیل کے سوال و جواب سے کرنل جانسن کی حکومت کے ناگوار اثرات
ظاہر ہوتے ہین:۔

سوال۔ کیا یہ صحیح ہے کہ لاہور کے کسی حصہ مین ایک بارات گرفتار کی گئی
کیونکہ اسمین دس سے زیادہ آدمی شریک تھے اور وہ اپنی رفتار سے جارہی تھی؟
باراتی لوگ مع نوشاہ اور دلھن کے گرفتار کرلیے گئے اور مذہبی پیشوا اور
دوسرے لوگون کے کوڑے لگائے گئے۔

جواب۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ یہ ایک ہی ایسا واقعہ ہے جہانتک مین سمجھتا ہون جو بیشک
قابل افسوس ہے جیسے ہی مین نے سنا فوراً جرمانے واپس کیے گئے اور سول مجسٹریٹ کو اسکے عہدہ سے علحدہ کردیا گیا

غنیمت ہے کہ کم از کم اس معاملہ مین تو کرنل جانسن کو کچھ افسوس ہوا لیکن اسی ایک مثال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کوڑے لگانیکا طریقہ کسقدر خطرناک ہے اور کس طرح انکے بیضرورت احکام سے آبادی کو اذیت اور تکلیف پہونچی حالانکہ وہ آبادی بالکل بے ضرر تھی۔

ہم کرنل جانسن کی کارروائیون سے اسطرح بحث کر رہے ہین کہ وہ گویا انہی کے ذاتی احکام تھے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ وہ اس طبیعت کے آدمی ہین کہ انہین بہت سی باتین تو وہ خود بھی کر سکتے تھے لیکن اسمین بھی کچھ شبہہ نہین کہ انکی پشت پناہی پر ایک اور بھی ایسا ہی دماغ تھا، جو کرنل جانسن کا دماغ نہ تھا۔ یہ افسر دراصل سر مائیکیل اوڈائر کا پالیسی اور خواہشات کی تعمیل کر رہا تھا۔ مسٹر منوہر لال کو اسوجہ سے گرفتار کیا گیا کہ وہ اخبار "ٹریبیون" کے ایک ٹرسٹی تھے۔ اس آزاد اخبار کا گلا گھونٹنا مقصود تھا۔ اس اخبار کے فاضل اڈیٹر مسٹر کالی ناتھ رائے نے اپنی آزاد نویسی سے سر مائیکیل کو برہم کر دیا تھا۔ سر مائیکیل کی ۷ اپریل کی انتقام آمیز تقریر پر جو مضمون انھون نے "آتشین حماقت" کے عنوان سے لکھا تھا اُسنے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا۔ کوئی خوددار آدمی نہ تھا، جو تعلیم یافتہ طبقہ کے خلاف انکے ناواجب طرز عمل کی تائید کرتا ہو۔ بہرکیف، مسٹر کالی ناتھ رائے کو گرفتار کر کے مغویانہ تحریرون کی اشاعت کا الزام قائم کر کے مقدمہ

چلا گیا اور انھیں سزا دیگئی۔ ہمیں اسکے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مسٹر راے
کی تحریروں میں ایک لفظ بھی مغویانہ نہ تھا۔ اپنر مقدمہ چلانا۔ گویا مہذب
سیاسی زندگی کی توہین کرنیکے بمصداق تھا۔ اسیطرح اخبار "پرتاب"
کے اڈیٹر پر مقدمہ چلانیکی کارروائی بھی نہایت ظالمانہ تھی۔ یہ ایک ایسا
اخبار تھا جو حال ہی میں شائع ہونا شروع ہوا تھا اور اسکا اڈیٹر اپنی میانہ روی
اور طرز تحریر میں بے ضرر مذہبی رنگ پیدا کرنیکی وسیع شہرت حاصل کرچکا
تھا۔ مارشل لا کے زمانہ میں آزاد اخبار نویسی ناممکن ہوگئی۔ ٹریبیون، پنجابی
اور "پرتاب" کا شائع ہونا بند ہوگیا۔

اب ہم اس جبر و تشدد کا ذکر کرینگے۔ جو کرنل جانسن کے احکام کی طرح
جنکا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں بے نقاب نہ تھا بلکہ وہ تمام نظروں سے پوشید
تھا اور قانون اور انصاف کے پردہ میں اسپر عمل کیا جاتا تھا۔ ہمارا مطلب
مارشل لا کی عدالتوں سے ہے ان عدالتوں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ
ان لوگوں کے خلاف سرسری عدالتی کارروائی کرینگی، جو سخت جرائم مثلاً
ملک معظم کے خلاف جنگ کرنے کے مرتکب ہوے تھے۔ ہم نے لاہور کے لیڈروں
کے مقدمات کی مسلیں خود دیکھی ہیں جنکی تعداد گیارہ تھی ان میں سے بیشتر اصحاب
نہایت ہی معزز ہیں اور بعض سر مائیکیل کے ہمرتبہ ہونیکی اہلیت اور قابلیت
رکھتے ہیں۔ انمیں سے سات بیرسٹر اور وکیل ہیں۔ لالہ ہرکشن لال نے اپنا بیان دیا ہے

جسمین انھین اسکے کہنے مین کوئی لیس وپیش نہین کہ صاف الفاظ مین سر ہیگیل
انسے اس بناپر حسد کرتے تھے کہ وہ مالیات کے ماہر تھے اور اسکے علاوہ بھی وہ
لالہ صاحب کے طرز عمل کو پسند نہ کرتے تھے۔ انھون نے اپنے بیان مین یہ بھی
دکھایا ہے کہ کس طرح انکے تجارتی کاروبار کو غارت کرنے کی غرض سے
نا جائز کوششین کی گئین۔ لالہ ہرکشن لال کا بیان ہے کہ انکی جلاوطنی کسی طرح
جائز نہ تھی۔ اور انپر مقدمہ چلاکران کو سزا دلانا محض مصنوعی شہادتون پہ
مبنی تھا۔ سر ہیگیل کو اُن سے جو نفرت تھی وہ اس وجہ سے اور بڑھ گئی تھی کہ
وہ بھی اس کانگریس ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر منتخب کیے گئے تھے، جو آخر اپریل مین
ولایت جانیوالا تھا اور یہ کہ انھین پنجاب پرونشل کانفرنس کا صدر بھی
منتخب کیا گیا تھا، جسکا ۱۸ اور ۱۹ اپریل کو جلندھر مین اجلاس ہونیوالا تھا
انپر اور دوسرے لیڈرون پہ ملک معظم کے خلاف جنگ کرنے کے الزام
مین مقدمہ چلایا گیا۔ انپر جو الزامات عائد کیے گئے تھے ہمنے انکا خلاصہ بھی
پڑھا ہے، جنمین ایک جرم یہ بھی ہے کہ رولٹ ایکٹ کے خلاف جدوجہد مین
انھون نے حصہ لیا اور یہ کہ ہڑتال کرائی، تقریرین کین، لنگرخانون کی
مدد کی اور اُن جلسون مین شریک ہوے جنکا ہمنے ذکر کیا ہے۔ ان ہر دلعزیز
لیڈرون کے خلاف جو شہادتین پیش کی گئین وہ بھی ہمنے پڑھی ہین اور
فیصلون کو بھی دیکھا ہے اور ہم اس نتیجے پر پہونچے ہین کہ یہ تمام مقدمات

نا رضامندی پر مبنی تھے اور یہ کہنا صریحاً غلط بیانی ہے کہ ان لوگوں نے ملک معظم کے خلاف جنگ کی۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جج صاحبان نے اپنے فیصلوں میں پنجاب کی جنگی حالت کو تسلیم کیا کیونکہ مارشل لا کا اعلان کر دیا گیا تھا، حالانکہ یہ انکا فرض تھا کہ جب وہ ان لوگوں کے مقدمات کر رہے تھے، تو وہ اسکی بھی شہادت لیتے اور تردید کرتے کہ پنجاب میں بغاوت یا حالت جنگ درپیش تھی۔ لالہ ہرکشن لال نے بیان کیا ہے کہ دوران مقدمہ اور قید کی حالت میں انھیں کسقدر نقصان پہونچا ان کا بیان ہے کہ "مختاروں میں بارہ سو روپیہ صرف ہوا، مقدمہ میں بارہ ہزار روپیہ اور اپیل کرنے میں ایک معقول رقم صرف ہوئی، جسکا ہنوز حساب نہیں کیا گیا ہے کاروبار کو کم از کم تین لاکھ روپیہ کا نقصان پہونچا" انکے لیے یہ مالی نقصان کچھ زیادہ نہ ہوا لیکن بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ان نام نہاد عدالتی کارروائیوں کی بدولت مفلس ہو گئے۔

مسٹر سنتانم بیرسٹرایٹ لا، جو دس سال سے لاہور میں اپنے پیشہ کا کام کرتے ہیں اور جو ملزمین کی طرف سے پیروکار تھے انھوں نے ان خاص علاقوں کی مفصل کیفیت لکھ دی ہے۔ ہم انکے بیان سے ایک طویل اقتباس درج کرتے ہیں۔ یہ بیان کرنیکے بعد کہ ۱۰ اپریل کو گولیاں چلانیکی حالت میں انھوں نے کیا دیکھا اور لاہور میں مارشل لا کے اعلان سے کیا صورتیں پیدا ہوئیں،

وہ لکھتے ہیں کہ :-

"اس زمانہ میں ہماری اعلیٰ ہندوستانی کی جو ذلت کی جاتی تھی، اس کا احساس بھی اس تکلیف اور روحانی اذیت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا، جو اُن قیدیوں کی مصیبت زدہ حالت سے محسوس ہوتی تھی، جنھیں سینکڑوں کی تعداد میں گرفتار کر کے، خاص عدالتوں کے سامنے بحالت ملزم پیش کیا گیا تھا۔ مبالغہ نہیں ہے کہ ان بدنصیبوں کو قانونی مشیروں کی امداد حاصل نہ ہوتی تھی۔ بیشک گورنمنٹ نے انسانی ہمدردی کے خیال سے (کم از کم یہی سمجھا جا سکتا ہے) ہر خاص عدالت کے لئے ایک وکیل مقرر کر دیا تھا کہ وہ اُن ملزمین کی طرف سے پیروی کریں جو خود اپنے طور پر کوئی وکیل مقرر نہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہ محض فریب تھا۔ ایسے وکلا کو بعض حالتوں میں ایک ساتھ پندرہ پندرہ ملزمین کی طرف سے پیروی کرنی پڑتی تھی اور وہ بھی اس صورت میں کہ ان کو مشورہ کر کے پیروی کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہونے کا موقع نہ ملتا تھا۔ بعض نے خود مجھ سے کہا کہ کئی مقدموں میں انھیں ملزمین سے مشورہ کرنے کے لیے پورے پانچ منٹ کا بھی موقع نہیں مل سکا حالانکہ اُن ملزمین پر ملک معظم کے خلاف جنگ کرنے، سازشیں، لوٹ مار اور قتل و غارتگری کے نہایت سنگین الزام عائد کیے گئے تھے۔ مقدمہ کی صورت یہ تھی کہ خاص عدالتوں کے تین چالیس ملزمین کو ایک ساتھ لایا جاتا تھا جنھیں بھی

معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ کیون گرفتار کیے گئے اور وہین اُن سے دریافت کیا جاتا تھا کہ وہ اپنی بریت مین کن کن لوگون کو بطور گواہ پیش کرینگے۔ اُن سے یہ بھی کہدیا جاتا تھا کہ گورنمنٹ حتی الامکان اِن گواہون کو بلانیکی کوشش کریگی، لیکن وہ انمین سے ہر ایک کے حاضر کرنیکی ضامن نہ ہو سکتی تھی۔ شاذ ہی اِن لوگون کو شہادتون کا خلاصہ پڑھ کر سُنایا جاتا تھا اور نہ انھین ان خلاصون کی نقلین ملتی تھین۔ ہر ملزم سے دریافت کیا جاتا تھا کہ اس نے کوئی وکیل کیا ہے یا نہین اور اگر نہین کیا تو جس وکیل کو گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا وہی اسکی طرف سے پیروی کریگا۔ اسکے بعد انھین پھر جیل واپس کر دیا جاتا تھا۔ اور پھر دوسرے روز یعنی مقدمہ ہونیکے دن انھین ۹ بجے تک سرکاری وکیل سے بھی ملنے نہ دیا جاتا تھا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض اوقات سرکاری وکیل کو قیدیون سے ۹ بجے اور ۹½ کے درمیان ملنے کا موقع ملتا تھا، جسکے بعد عدالت مین حاضر کر دیے جاتے تھے لیکن یہ جیسی کچھ رعایت تھی، اسکی حقیقت ظاہر ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ ان وکلا کو دس بجے عدالت مین بھی حاضر ہونا پڑتا تھا، اور روزانہ نئے قیدیون کی جماعتون کی طرف سے پیروی کرنی پڑتی تھی۔ ایسی حالت مین جن ملزمین کے مقدمات اسی روز پیش ہونیوالے ہوتے تھے، صرف انھین سے وہ مشورہ کر سکتے تھے۔ یہ بھی واضح رہے کہ تیس چالیس آدمیون کے سنگین الزامات

کے مقدمہ عموماً صرف ایک ہی دن مین ختم ہو جاتے تھے، جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان غریبون کے ساتھ کیسا انصاف ہوتا تھا۔

اگر یہ حالت اُن لوگون کی تھی، جو اپنی مفلسی کے سبب سے خود کوئی وکیل نہ کر سکتے تھے، تو جو لوگ اسکی مقدرت رکھتے تھے، انکی حالت بھی کچھ بہتر نہ تھی کیونکہ اگرچہ وہ فیس دینے کے لیے تیار رہتے تھے لیکن کوئی قابل وکیل انکے مقدمات کی پیروی کے لیے دستیاب نہ ہوتا تھا۔ پہلی دقّت تو یہ تھی کہ کسی شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون ملزم کس روز عدالت خاص مین مقدمہ کے لیے پیش ہوگا۔ ایسی غیر متقین حالت مین کوئی وکیل پہلے سے کسی کا مقدمہ نہ لے سکتا تھا کیونکہ اُسے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ تاریخ خود اس کے لیے موزون ہوگی یا نہین۔

دوسری مشکل یہ تھی کہ زیادہ تر قانون پیشہ لوگون نے سیاسی معاملات مین حصہ لیا تھا جو اسوقت کی گورنمنٹ کی بیزاری کے باعث تھا، اس لیے انھین یہ خوف لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم خود انکی گرفتاری کی کب نوبت آجائے اسلیے وہ اس روجہ کو ٹلانے کے لیے ملزم انقلاب پسندون کی پیروی کرنا نہ چاہتے تھے۔ تیسری اور سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ یہ عام خیال تھا کہ جو وکلا ایسے مقدمات لیتے تھے ان کو گورنمنٹ مفسد اور انقلاب پسند سمجھتی تھی اور یہی بات ایسے وکلا کو مصائب مین گرفتار کر دینے کے لیے کافی تھی۔

اس خیال کی اس واقعہ سے اور زیادہ تائید ہوئی کہ آنریبل میاں احمد شفیع کو
(جواب وائسرائے کی انتظامی کونسل کے ایک رکن ہیں) سیٹھ رام پرشاد کے
ایک عزیز نے اپنی طرف سے پیروکار مقرر کیا۔ چند روز کے بعد ہی مسٹر شفیع نے
انکے مقدمہ کی مسل واپس کر دی اور مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ
اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ دار نے اُنسے اشارۃً کہدیا
تھا کہ انکے اس طرز عمل کو گورنمنٹ ہرگز پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھی گی
اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خوف زدہ وکلا پر اس کا کیا اثر
پڑا ہوگا۔

میرا ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ خواہ گورنمنٹ پسند کرتی ہو یا ناپسند لیکن
یہ ظاہر تھا کہ پولیس جو اسوقت بہت ہی با اقتدار ہو رہی تھی۔ وہ اِن باتوں
کو پسند نہ کرتی تھی۔ مئی سنہ ۱۹۱۹ء تک خفیہ پولیس کی نظر عنایت سے
میں بچا رہا۔ لیکن ۱۴ر مئی کو جب مجھ سے لیڈران پنجاب کے مقدمہ میں
لالہ ہرکشن لال اور دیگر اصحاب کی طرف سے پیروکار مقرر کیا گیا اور شملہ کو
ایک عرضی بھیجی گئی کہ مقدمہ دوسری عدالت کو منتقل کر دیا جائے اور
بیرونی وکلا کو پیروی کرنے کی اجازت دی جائے، جو نا منظور رہی تو
اُسکے بعد میری یہ کارروائی سی۔ آئی۔ ڈی کو میری جانب متوجہ کرنے کے
لیے کافی تھی، کیونکہ جب میں شملہ سے واپس آیا تو مجھ سے کہا گیا کہ

میری غیر موجودگی مین سی۔ آئی۔ ڈی کے آدمی برابر پابندی کے ساتھ میرے مکان کی دیکھ بھال کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً میرے اہل وعیال کو ڈرایا اور دھمکایا بھی گیا۔ اسکے بعد سے تو برابر مجھپر خفیہ پولیس کا سایہ رہتا ہے اور اب صرف حال ہی مین اُنکی یہ ناگوار دیکھ بھال کچھ کم ہو گئی ہے۔

جو کچھ مین اوپر کہہ چکا ہون اس سے صاف عیان ہے کہ ملزمین کی طرف سے عملاً کوئی شخص پیروکار نہ تھا اور گورنمنٹ کو بغیر کسی مزاحمت کے لوگون کو فوری سزا دلانے مین کامیابی ہوئی۔ باہر کے وکلا کو مارشل لا کے حلقہ اثر مین داخل ہونے سے اسوجہ سے روکا گیا تاکہ جو مظالم یہان کیے گئے تھے اُنکی اصلیت آشکارا نہ ہونے پائے اور جو مقدمات مین عدالتی کارروائیون کا مذاق اُڑایا گیا اور سخت ناانصافی کی گئی تھی، اسکے خلاف کسی شورش کے پیدا ہونے کا موقع نہو۔

ملزمین کے مقدمات کی پیروی مین صرف یہی مشکلات نہین پیدا کی گئی تھین بلکہ عدالتہائے خاص اپنی تادیب کارروائیون مین چند قدم اور آگے بڑھ گئین اور اُنھون نے ایسی باتین کین جنکو کوئی فوجی یا سول عدالت جو ذرا بھی انصاف کرنیکی مدعی ہوگی نہین کرسکتی۔ وائسراے کے خاص حکم کے ماتحت حکام کو یہ اجازت دیگئی تھی کہ وہ ایک ایسی عدالت قائم کرین جنکو عام سرسری کورٹ مارشل کی عدالت کے اختیار حاصل ہون" اگر عام

پبلک اغراض کی حفاظت کے لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہو"، لیکن تمام مقدمات جو مارشل لا کی چار دن خاص عدالتون مین ہوے" ان مین بلا تفریق سرسری مارشل لا کی عدالتون کے اختیارات سے کام لیا گیا، جنکو درم ہڈ کورٹ مارشل" بھی کہتے ہین۔ یہان مین یہ بھی بتا دینا چاہتا ہون کہ اس قسم کی مارشل لا کی عدالتین صرف میدان جنگ کے لیے مخصوص ہین، جہان مصالح کے خیال سے عام عدالتی کارروائیون کا زیادہ لحاظ نہین رکھا جاتا۔

جن وکلا نے ان مقدمون مین پیروی کی انکے ساتھ کسی قسم کا اخلاق نہین برتا گیا بلکہ انکو یہ محسوس کرایا گیا کہ وہ صرف خاص اجازت سے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے، بہت معقول درخواستون کو نہایت بداخلاقی کیساتھ مسترد کر دیا گیا اور بعض اوقات تو وکلا کو واقعی ذلیل کیا گیا۔

ملزمین کی طرف سے مقدمات کی کارروائیون کو قلمبند کرنے کی بھی اجازت نہین دیگئی، سوا اُن مختصر باتون کے جنھین خود وکلا نے دوران مقدمہ مین لکھ لیا تھا۔ اسکے متعلق تو حکام نے ایک خاص حکم بھی صادر کر دیا تھا، جسکو مین ضمیمہ (الف) کے ساتھ شامل کیے دیتا ہون۔

خود عدالت نے جو کارروائی قلمبند کی تھی وہ نہایت ہی نامناسب تھی سرکاری شہادتین تو لفظ بہ لفظ لکھ لی جاتی ہین لیکن جرح مین جو جوابات دیے جاتے تھے، وہ نہین لکھے جاتے تھے، خصوصًا وہ جوابات جو ملزم کے حق مین کچھ مفید

ہوے ہون ۔کمشنر صاحبان کی طرف سے عموماً یہ کہا جاتا تھا کہ ایک سرسری
کورٹ مارشل کی عدالت کی حیثیت سے وہ مقدمات کی کارروائیون کو قلمبند
کرنے پر مجبور نہ تھے سوا ان باتون کے جنھین وہ اپنے لیے ضروری سمجھتے
ہون ۔ اسکا نتیجہ یہ ہے (جیسا کہ ان عدالتون کی کارروائیون کے دیکھنے سے
معلوم ہو سکتا ہے) کہ سرکاری گواہون کے بیانات کے صفحے کے صفحے لکھنے
کے بعد جرح کے سوالات صرف چند سطرون مین لکھ دیے گئے ہین اور ان چند سطرون
مین بھی نہایت بیکار اور فضول جوابات لکھے گئے ہین ۔ مثال کے طور پر مین
لیڈران لاہور کے مقدمہ مین مراتب علی شاہ سب انسپکٹر پولیس کی شہادت کو
پیش کرتا ہون جو ۲۹ نمبر کے سرکاری گواہ تھے ۔ اُنسے آدھ گھنٹہ تک نہایت
ہی سخت جرح کی گئی اور اگر وہ مسلسل قلمبند کر لی جاتی تو یہ معلوم ہوتا کہ اگر کوئی
گواہ جرح مین ٹوٹ گیا تو وہ صرف وہی تھے ۔ لیکن کاغذات مین یہ جرح
صرف دو سطرون مین لکھی گئی ہے اور کمشنرون نے اپنے فیصلہ مین اس گواہ
کے بیان پر بہت بھروسہ کیا ہے ۔

جرح کے لیے بھی مناسب اور معقول مواقع نہین دیے گئے ۔ وکلا سے
اکثر کہدیا گیا کہ وہ جرح کے صرف چند سوالات تک محدود رکھین یا ان کے لیے
ایک وقت معین کر دیا گیا ، اسکا مطلق کوئی لحاظ نہین کیا گیا کہ انکے سوالات
کہانتک مقدمہ سے متعلق یا غیر متعلق تھے ۔ سرکاری گواہون کی بہت کچھ پاسداری

کی گئی اور کمشنر صاحبان نے اکثر اُن سے یہ کہدیا کہ وہ وقت طلب سوالات کا جواب نہ دین، اگر چہ ان کا مقدمہ سے کیسا ہی تعلق ہو۔ اُنھون نے گواہون کو وکلا کے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنیکی بھی جرأت دی۔

اکثر جب کوئی گواہ جواب دینے مین ہچکچاتا تھا تو کمشنر صاحبان اس سے کہدیتے تھے "اگر تمھین یاد نہین ہے تو یہی کہدو" اور یہ اشارہ گواہون کے لینے کافی ہوتا تھا، جو اسکے بعد یہی کہدیتے تھے کہ "مجھے یاد نہین ہے"۔ یورپین گواہون کی جس طرح پاسداری کی جاتی تھی، وہ نہایت ہی مضحکہ خیز طریقہ تھا۔ اگر اُن سے کوئی ایسا سوال کیا جاتا تھا، جسکے جواب دینے سے خود انکی تردید ہوتی ہو، تو یہ کہدیا جاتا تھا کہ یہ انکی شان کے خلاف ہے۔ اکثر یہ ہوا کہ اگر کسی گواہ نے کوئی واقعہ بیان کیا لیکن جب جرح مین اس سے اس واقعہ کی مزید تفصیل پوچھی گئی تو اُسنے یہی جواب دیا کہ "مجھے یاد نہین"۔ اسکے بعد پھر آپ کو اسکی اجازت نہ تھی کہ آپ اس قسم کے سوالات کرین جس سے وہ اپنے حافظہ کی مدد سے کوئی جواب دے۔ اور اگر آپ نے پھر سوال کیا تو کمشنر صاحبان یہ فرماتے تھے "کیا آپ نے نہین سُنا کہ وہ کہتا ہے کہ اُسے یاد نہین"۔ یہ واقعات جو مین نے بیان کیے ہین، یہ میرے ذاتی تجربے مین اس عدالت خاص کے، جسکے صدر جج مسٹر جسٹس سی جونس تھے اور جو لاہور کے لیڈرون کا مقدمہ کرتے تھے۔ مقدمہ کی کارروائی ختم ہونیکے بعد پھر کسی بحث کی اجازت نہ دیجاتی

تھی۔ اکثر وقت مقرر کردہ یا جاتا تھا۔ قانونی اعتراضات کو نہایت حقارت سے مسترد کر دیا جاتا تھا۔ جب میں گجرانوالہ کے لیڈران کے مقدمہ کی پیروی کرنیکی غرض سے اس عدالت خاص کے سامنے گیا جسکے صدر جج مسٹر جسٹس براڈ وے تھے، تو میں نے عدالت کے اختیارات کے متعلق ایک عرضی میں وہ تمام اعتراضات کیے جو پریوی کونسل میں بعد کو کیے گئے فاضل کمشنر نے پہلے تو میری کوئی بات سننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ اس درخواست کو مناسب کارروائی کرنیکی غرض سے اعلیٰ حکام کے پاس بھیج دینگے جب میں نے کمشنر صاحب کی اس کارروائی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی (شکایت کی) فوجی قانون کی ایک دفعہ پڑھ کر سنائی، جسکا صاف مطلب یہ تھا کہ حکام بالا کو عدالت کے تقرر کے بعد اس قسم کے اختیارات حاصل نہ تھے اور ایسا ان مسائل کا تصفیہ صرف عدالت کے اختیار میں تھا، تو کمشنر صاحب نے بہت ناگواری کے ساتھ اس پہلو پر مجھے بحث کرنیکی اجازت دی لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ میں صرف آدھ گھنٹہ تک ان سات پہلوؤں پر بحث کر سکتا تھا جو میں نے پیش کی۔ میری شکایت کی کوئی پرواہ نہیں کی گئی۔ جب میں بحث کر ہی رہا تھا کہ سرکاری وکیل نے اٹھکر کہا کہ انھیں میرے چند معروضات پر اعتراض کیا۔ تو کمشنر صاحب نے فوراً ہی کہا "مسٹر ہربرٹ آپ کیوں خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں۔ یہ وقت اور زیادہ لینگے۔ جو کچھ انھیں کہنا ہو کہنے دیجیے

کسیطرح انکی بحث ختم ہو جائے" آدھ گھنٹہ کے کچھ دیر کے بعد ہی مجھ سے کہا گیا کہ میں پانچ منٹ کے اندر اپنی بحث ختم کردوں جسکی مجھے فوری طور پر تعمیل کرنی پڑی اور عدالت نے فریق ثانی کا جواب سنے بغیر معاملہ کا فیصلہ کر دیا اس فیصلہ میں جو اعتراضات میں نے کیے تھے، انمیں سے صرف چند ہی سے سرسری بحث کی گئی تھی، بقیہ کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا۔

جو مقدمات اس طرح پر کیے گئے وہ فریب اور دھوکا تھے اور انصاف کرنیکی نہ تو کوشش کی گئی اور نہ کیا گیا۔ مجھے دو خاص عدالتوں میں جو ذاتی تجربے ہوئے وہ بہت ہی تکلیف دہ اور ذلت انگیز تھے کیونکہ مجھے ان دونوں صدر ججوں کے سامنے ہائی کورٹ کی ساکن فضا میں مقدمات کی پیروی کرنیکے اتفاقات پیش آچکے تھے، جہاں مجھے یہ تجربہ ہوا تھا کہ وہ کم از کم عدالتی اصول کے موافق کارروائی کرتے ہیں، مارشل لا کا مجھے جو تجربہ ہوا اُس سے آنکھیں کھل گئیں کیونکہ میں نے یہ دیکھا کہ وہ جج صاحبان جو ہائی کورٹ کی فضا میں عدالتی قواعد کی پابندی کرتے تھے اور نہایت توجہ سے ملزم اور اُسکے وکیل کے بیانات سُنتے تھے، انھوں نے مارشل لا کے زمانہ میں اخلاق اور ادب کے تمام اصول بالائے طاق رکھدیے اور عملاً خود جج ہونیکے قابل نہیں رکھا۔ حالانکہ وہ ملزمین کی موت و زندگی کے مسائل طے کر رہے تھے۔

صرف لیڈران ہی کو گرفتار کرکے انپر مقدمے نہیں چلائے گئے، مارشل لا کی

عدالتوں کے سامنے بہت سے دوسرے لوگوں پر بھی مقدمے چلائے گئے اور نام نہاد سرسری عدالتوں مین بھی بہتوں کے مقدمات فیصل کیے گئے۔ ہمارے پاس جو بیانات گذرے ہین، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مارشل لا کی خاص عدالتوں مین ۴۶ اشخاص کے مقدمے کیے گئے، جنمین سے صرف آٹھ چھوڑے گئے ۱۲۳۱ آدمیوں پر سرسری عدالتوں مین مقدمے چلائے گئے، جنمین ایک سو دو کو چھوڑا گیا، اور چالیس آدمیوں کو گرفتار کرکے چھوڑ دیا گیا، جنمین سے بعض ایک ماہ سے زیادہ قیدخانہ مین بند رہے، جیسے مسٹر منوہر لال۔

لاہور جس سے کوئی قصور نہین ہوا تھا، جسنے فساد کو دبانیکی کوشش کی تھی، جہان کے لیڈرون نے حتی الامکان حکّام کی مدد کرنیکی کوشش کی اسکو مارشل لا کے اجرا کی سزا دیگئی اور وہ بھی ایک ایسے افسر کے تحت مین، جو نہایت ہی بیرحم اور سنگدل تھا اور اُن لوگون کے جذبات اور احساس کا اُسے مطلق خیال نہ تھا، جو بدنصیبی سے اسکی ماتحتی مین دیدیے گئے تھے۔ لاہور کی سوسائٹی کے ہر ادنیٰ اور اعلیٰ فرد کو ذلیل کرنیکی ہر طرح سے تدبیر کیگئی۔ جہانتک ہمین یہان کے حالات سے آگاہی حاصل کرنیکا موقع ملا ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ لاہور ہرگز اسکا مستحق نہ تھا کہ یہان مارشل لا جاری کیا جائے جسکو بے ضرورت طوالت دیگئی اور اس کے عمل درآمد مین نہایت تشدد اور سختی کو روا رکھا گیا۔ مارشل لا کی خاص عدالتون اور حلقہ کے افسرون اور سرسری عدالتون مین نہایت ناانصافی برتی گئی۔

قصور

لاہور ڈویژن مین قصور ایک اہم مقام ہی، جو لاہور سے چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہی۔ یہ ریلوے کی خاص شاخ پر ایک بڑا اسٹیشن ہی۔ اور تجارتی مرکز بھی ہی۔ یہان کی آبادی ۲۴ ہزار نفوس ہی۔ ۶-۱ اپریل کو قصور مین کوئی ہڑتال نہین ہوئی۔ ۱۰ کو بھی کچھ نہین ہوا۔ لیکن ۱۱ تاریخ کی صبح کو مسٹر گاندھی کی گرفتاری اور ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر کچلو کی جلاوطنی کی خبر قصور پہونچی۔ اس لئے اُس روز ہڑتال ہوگئی۔ اور شام کو ایک جلسہ عام ہوا۔ تقریرین اسقدر بے ضرر تھین کہ گو حکام نے یہان کے لیڈرون پر مقدمہ چلانے کی تا حد امکان کوشش کی لیکن ان تقریرون مین کوئی بات ایسی نہین کہی گئی، جو مجرمانہ ہو گو کہ ہمین معلوم ہی کہ سب ڈویژنل افسر مسٹر مارسڈن نے تقریرون کو قابل الزام بتانیکی پوری کوشش کی اور ہنٹر کمیٹی کے سامنے بھی انھون نے یہی کہا کہ وہان کے قانون پیشہ لوگون نے اپنی غیر ذمہ دار باتون سے اسکی کوشش نہین کی کہ وہ لوگون کو رولٹ ایکٹ کا صحیح مفہوم سمجھائین۔ اور اِسطرح انھون نے رعایا مین بےچینی پیدا کر دی۔ ہمین اسکا کوئی علم نہین کہ کسی شخص نے اپنی گفتگو مین ایسی باتین کہین جن سے رولٹ ایکٹ کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی ہو۔ حکام کی کسی کارروائی یا کسی ناگوار قانون کے متعلق مبالغہ

کے ساتھ کچھ کہنا یا کوئی معمولی غلط فہمی پیدا کرنا بدقسمتی سے ہر سوسائٹی مین خواہ وہ
کیسی ہی منتظم اور متمدن ہو ایک ناگزیر امر ہے، لیکن ہمین اس بات کا یقین ہے کہ قصور
کے قانون پیشہ لوگون نے کوئی ایسی غلط بیانی نہین کی جس سے رعایا کے دلون
پر اس کا بُرا اثر پڑے۔ ہم نے اس قانون پر بحث کرتے ہوے یہ دکھایا ہو کہ ابھی
قانون کے بُرے نتایج اور اثرات کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنے کی کوئی ضرورت
نہین۔ کیونکہ جہان کہین یہ قانون نافذ ہوگا وہان ایک قسم کی بدامنی پیدا ہو جائیگی

۱۲ اپریل کو بھی شہر مین بالکل ہڑتال رہی۔ ۱۱ تاریخ کے مقابلہ مین ۱۲ کو لوگون
مین زیادہ برہمی پیدا ہو گئی تھی۔ ہنٹر کمیٹی کے ایک گواہ کے بیان پر اعتماد کر کے ہم
یہ تسلیم کرتے ہین کہ کچھ لوگ امرتسر سے یہان آئے۔ اور انھون نے وہان کے واقعات
اور حالات اس مبالغہ کے ساتھ بیان کیے، جس سے شہر کے بدنام اور شورش پسند
طبقہ مین ایک جوش اور ہیجان پیدا ہو گیا۔ کاہل اور بیکار لوگون کے علاوہ اوسط
طبقہ کے کچھ لوگ جمع ہوے، اور یہ مجمع اسٹیشن کی طرف گیا تاکہ اسکو آگ لگا دے۔
روشنی کے کمرون مین جو آتش زنی کی گئی، اسکو لیڈرون نے آسانی سے بجھا دیا،
جو مجمع کے مفسدانہ ارادون کا حال سُنکر فوراً موقع واردات پر پہونچ گئے تھے۔
جب اس کوشش مین ایک حد تک ناکامی ہوئی تو مجمع سگنل اسٹیشن کی طرف گیا
جہان اسی وقت ایک گاڑی آکر رُک گئی تھی۔ مجمع نے پانی کا ڈبہ خالی کیا اور یہ
دیکھکر کہ وہان کچھ یورپین بھی تھے۔ اُن پر نہایت شرمناک حملہ کیا۔ لیکن قصور کے شہر

وکیل مسٹر غلام محی الدین نے جو بروقت موقع پر پہونچ گئے تھے اُنھین اُن کے ارادون سے باز رکھا اور اپنے دوست مسٹر شربورن اور مسز شربورن کو مع اُن کی بیوی اور بچون کے ایک محفوظ مقام پر پہونچا دیا۔ بہر حال گاڑی دو اور قیمتی جانون کے ساتھ آگے بڑھی۔ یہ دو گورے سپاہی تھے۔ جب گاڑی اسٹیشن پر پہونچی تو ان دونون گورون نے یہ سمجھا کہ ان کی سلامتی اسی مین تھی کہ وہ وہان سے بھاگ جائین۔ وہ گاڑی سے باہر نکلے اور شور مچانے والے مجمع پر انھون نے چند فائر کیئے محض اپنی حفاظت کی غرض سے۔ لیکن گولیان چلانے سے اسکے سوا اور کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا، کہ مجمع مین اور زیادہ جوش پیدا ہوگیا۔ اور یہ دونون گورے نہایت بیرحمی سے لکڑیون سے مار ڈالے گئے۔ مجمع کی تمام زیادتیون مین شاید اس سے زیادہ وحشیانہ بیرحم اور بزدلانہ کوئی حرکت نہ تھی کہ بغیر کسی اشتعال کے ان دو بیگناہ گورون کو مار ڈالا گیا۔ امرتسر مین مجمع کا طرز عمل گو نہایت نامناسب اور ناواجب تھا تاہم اُسکی بریت مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر سیتہ پال اور ڈاکٹر کچلو کی گرفتاری اور ریلوے پل کے قریب گولیان چلانے کے واقعہ سے وہ مشتعل ہوگیا تھا۔ لیکن قصور مین ہم مجمع کی بدافعالیون کو جسقدر برا کہین بجا ہے۔ بیگناہون کے خون سے مست ہو کر مجمع مال کی عدالتون کی طرف گیا اور ان مین آگ لگا دی اُسکے بعد پولیس نے گولیان چلا کر اُسکو منتشر کر دیا۔

یہ قابل لحاظ ہے کہ کسطرح چند ہی گھنٹون مین مجمع کے غیض وغضب کو آسانی سے

فرو کر دیا گیا۔ ہم نے ان واقعات کا جو مطالعہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجمع کا
غیض و غضب محض فوری جوش پر مبنی تھا جو کسی سازش یا ریشہ دوانی کا نتیجہ نہ
تھا۔ حکام نے بہت آسانی سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ مسٹر مارسڈن کو قصور بھیجا گیا
تاکہ وہ ان ہندوستانی سب ڈویزنل افسر کے بجائے کام کریں اور ۱۶ اپریل کو
مارشل لا کا اعلان کر دیا گیا۔

مارشل لا کا انتظام پہلے کرنل میکرآئے اور بعد کو کپتان ڈوٹن کے سپرد کیا گیا
جو بعض حیثیتوں سے اپنے غیر ذمہ دارانہ حرکات سزاؤں کے اختراع اور اپنے
محکومین کے احساسات اور جذبات سے لاپروائی برتنے میں اپنے ساتھی افسروں
سے بھی بڑھ گئے تھے۔ ہم ان کی کارگزاریوں کا خلاصہ درج کرتے ہیں جو ہنٹر کمیٹی کے
سامنے گزرنے والی شہادتوں سے ہم نے اخذ کیا ہے۔ ۱۶ تاریخ سے انھوں نے
لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

ٹاؤن ہال میں ایک فوجی پریڈ میں سرکاری اعلان پڑھا گیا اور مارشل لا کے عہد کے آغاز
کرنے کی غرض سے سب سے پہلے بابو دھنپت رائے کو گرفتار کیا گیا جو ایک سن رسیدہ
اور پرانے وکیل ہیں۔ ان کی عمر ۶۵ سال ہے۔ اُن کو لاہور کے سنٹرل جیل میں ۴۶
دن تک بند رکھا گیا۔ اور وہ یکم جون کو رہا ہوئے۔ انھیں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کیوں
گرفتار کئے گئے تھے۔ اسی روز ۱۲ آدمیوں کو اور گرفتار کیا گیا۔ دوسرے روز تین
آدمیوں کو تیسرے روز چار آدمی اور ۱۸ تاریخ کو بھی ۴۰ آدمی گرفتار ہوئے۔ کل

۱۰۲ آدمی گرفتار کیئے گئے جنمین ۷۹ آدمیون پر بغیر مقدمہ چلائے انھین چھوڑ دیا گیا
۷۵ آدمیون پر مقدمہ چلایا گیا جنمین سے ۵۱ کو سزائین ملین۔ جو لوگ گرفتار کیئے گئے
ان مین مولوی غلام محی الدین اور مولوی عبد القادر بھی شامل تھے۔ جنھون نے مسٹر
اور مسز شربون کو بچا لیا تھا۔ اور اسکے علاوہ بھی انھون نے اپنے اثر سے کام لیکر
مجمع کی زیادتیون کو روکا تھا۔ بغیر کسی عذر کے ان لیڈرون کے مکانات کی
تلاشی لی گئی۔ یکم مئی کو قصور کی تمام آبادی کو باستثناء عورتون و بچون کے یہ حکم دیا
گیا کہ وہ ریلوے اسٹیشن پر شناخت کی غرض سے حاضر ہون۔ ان لوگون کو ننگے سر
دو بجے تک دھوپ مین بٹھایا گیا۔ جہان نہ انھین کچھ کھانے کو ملا نہ پینے کو جیسا کہ ایک
گواہ نے لارڈ ہنٹر کے سامنے بیان کیا۔ کہ ایک بالکل فضول اور بے نتیجہ کارروائی تھی
جس سے کوئی شہادت دستیاب نہ ہوسکتی تھی۔ ہم لوگ جنھین قانونی مسائل اور
شہادتین لینے کا کچھ تجربہ ہے بغیر کسی پس و پیش کے کہہ سکتے ہین کہ اسطرح لوگون کو جمع
کرکے مجرمین کی شناخت کرنی ناممکن ہے۔ اور اسطرح کی شناخت کچھ بھی کارآمد نہین ہے
ہمین یہ شک ہوتا ہے کہ لوگون کو اسطرح جمع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ تمام شہر کی ذلت
کی جائے اور لوگون کے دلون مین دہشت اور خوف پیدا کیا جائے۔ کیونکہ جب
تمام لوگ جمع ہوگئے تو بھی تلاش کرنے والی جماعت کو بھیجا گیا کہ وہ دیکھین کہ کوئی
شخص رہ تو نہین گیا۔ اسکا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہین ہے کہ اپنے گھر کے مردون کی
غیر موجودگی مین جب یہ تلاش کرنے والی جماعتین پہونچی ہونگی تو اسوقت عورتون کی

کیا حالت ہوگی۔

قصور کے مقدمات کے دوران میں چالیس آدمیوں کے کوڑے لگوائے گئے کل ۱۰۱ کوڑے لگائے گئے۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کوڑے مارنے کی ٹکٹکی لگائی گئی تھی اسکول کے طلباء کے بھی کوڑے لگائے گئے۔ ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر کے متعلق یہ کہا جاتا ہو کہ اُس نے اپنے طلباء کی نافرمانی کی شکایت کی اور فوجی امداد طلب کی۔ چنانچہ کمانڈنگ افسر نے یہ تجویز کیا کہ کچھ لڑکوں کو کوڑے لگائے جائیں اسلیئے اس اسکول سے اور دوسرے اسکولوں سے لڑکوں کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر سے کہا گیا کہ وہ ۶ لڑکوں کو منتخب کریں، اُنھوں نے ایسے لڑکوں کو منتخب کیا جو اگرچہ اعلیٰ طبقہ کے نہ تھے لیکن جسمانی حیثیت سے وہ موزوں نہ تھے۔ کمانڈنگ افسر نے ان لڑکوں کو واپس کردیا اور مسٹر مارسڈن سب ڈویزنل افسر سے کہا کہ وہ دوسرے لڑکوں کو منتخب کریں۔ اسیطرح جس اسکول کی شکایت کی گئی تھی، اسکے اور ایک دوسرے اسکول کے لڑکوں کو منتخب کیا گیا۔ اور اس انتخاب کی وجہ اِسکے سوا اور کچھ نہ تھی کہ یہ لڑکے جسمانی حیثیت سے موزوں تھے۔ ان لڑکوں کو اسٹیشن کے باہر دوسرے اسکول کے لڑکوں کی موجودگی میں کوڑے لگائے گئے لارڈ ہنٹر کے ایک سوال کے جواب میں کہ کیوں کوڑے لگائے گئے، مسٹر مارسڈن نے کہا کہ کوئی خاص مقصد نہ تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان طلباء نے مارشل لا کے احکام کی خلاف ورزی بھی نہ کی تھی۔ نہ کوئی تحقیقات ہوئی نہ ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ یہ

اختیارات کا نہایت ہی بیہودہ اور ناواجب استعمال تھا۔ یہ واقعہ بھی قصور ہی مین
پیش آیا تھا کہ رنڈیون کو بلا کر ایک موقع پر انھین کوڑے مارنے کا تماشہ دکھایا گیا۔
دو آدمیون کے سنتریون نے گولی ماردی جنمین سے ایک شخص گونگا تھا۔ ان
دونون موقعون پہ بالارادہ اور نہایت ناواجب طور پر گولیان ماری گئین ہمارا
خیال یہ ہے کہ اگر ہندوستانیون کی جان کی ذرا بھی وقعت ہوتی اور اعلیٰ حکام انصاف
کو مدنظر رکھتے تو سنتری بھی ایسی آزادی سے اپنی بندوقین استعمال نہ کرتے جیسا
کہ اُنھون نے کیا۔

قصور ہی وہ مقام تھا، جہان عجیب سزاؤن سے زیادہ کام لیا گیا۔ مسٹر مارسڈن نے
بیان کیا کہ "کپتان ڈوٹن اسکو نہ پسند کرتے تھے کہ مقدمہ چلا کر سزا دینے کی
باضابطہ کارروائیان کی جائین" وہ سرسری کارروائی کرنی چاہتے تھے۔ اُن کا
طریقہ یہ تھا کہ "لوگون کو سیڑھیون پر چڑھا کر وقت شماری کی جائے"۔ شاید
تفریح کرنے کے لیئے بعض سادھون کو چونے سے رنگا گیا۔ کپتان ڈوٹن نے
کہا کہ اُن کی یہ کارروائی بالارادہ نہ تھی۔ انھون نے بیان کیا ہے کہ اُن سے چونے کے
ٹکڑے اتروائے جاتے تھے اور اس سے وہ چونے مین رنگ جاتے تھے ہم ہرگز
اُن کی اس بات کو تسلیم نہین کرتے بلکہ ہم اُن عینی شہادتون کے بیانات پر اعتماد
کرتے ہین جنھون نے خود ایسے واقعات دیکھے تھے۔ سزا کی ایک صورت یہ تھی کہ جو لوگ
سستی کرتے تھے اُن سے اسٹیشن کے گودام مین بھاری گٹھر اٹھوائے جاتے تھے

جو لوگ کسی یورپین کو سلام نہ کرتے تھے انھین یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ اپنی ناک کو زمین پر رگڑین۔ کپتان ڈوٹن اور مسٹر بارسٹن دونون نے یہ خیال ظاہر کیا کہ لوگ مارشل لا کو پسند کرتے تھے اور اس قسم کی سزاؤن سے خوف زدہ یا ذلیل ہونے کے بجائے وہ اُن سے دلچسپی لیتے تھے۔" کپتان ڈوٹن نے لوگون سے اپنے لیئے ایک ایڈریس بھی لیا۔ اور سزا کے طور پر ایک مسلمان شاعر کو مجبور کیا کہ وہ ان کی شان مین ایک قصیدہ لکھے۔ انھون نے لوگون کو یہ بھی سزا دی کہ وہ بغیر دم لیے ایک ٹانگ سے بیس مرتبہ اُچکین۔ ان کا بیان ہو کہ کم از کم بیس آدمیون کو اسطرح سزا دی گئی۔

وکلاء کے متعلق یہ شکایت کرتے ہوے کہ وہ عوام مین غلط فہمیان پھیلاتے تھے مسٹر بارسٹن نے ایک ہندو وکیل کی بابت کہا کہ انھون نے لوگون سے یہ کہا کہ "غیر مسلح لوگ گورنمنٹ کی نظر مین مویشیون کے برابر ہین۔" جن سزاؤن کا ہم نے ذکر کیا ہو۔ اور لوگون کے جذبات اور احساسات سے جیسی لاپروائی برتی گئی اسکے لحاظ سے اِن وکیل صاحب نے جو الزام لگایا وہ بالکل درست ہے۔ اپنی رپورٹ مین کپتان ڈوٹن نے لکھا ہو کہ لوگ "خود بخود غلام" بن گئے تھے۔ جب سر چمن لال نے ان سے اس جملہ کی تشریح کرائی تو انھون نے کہا کہ "اسکے معنی یہ ہین کہ جس طرح کام کرنیکو کہا جائے اُسی طرح آپ کام کیجیئے۔" اس افسر نے دیوانی کے مقدمات بھی فیصل کیئے اور سزائین بھی دین۔ اسی طریقہ پر اس افسر نے ایک شوالہ کی مملوکہ جائداد کے کرایہ کے ایک مقدمہ کا بھی تصفیہ کیا۔ انھون نے شرارت پسند اور

گستاخ آدمیون کو بھی سزائین دین۔ مارشل لا کے علاوہ بھی انھون نے بطور خود
لوگون کو سزائین دین۔ کیونکہ ان کی راے مین مارشل لا کے ماتحت جو سزائین تھین
وہ "شرارت پسند اور گستاخ آدمیون" کے لیئے موزون نہ تھین۔ صاحبزادہ سلطان احمد
نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا ان کی یہ کارروائیان جنرل ڈائیر کے احکام سے
متجاوز نہ تھین۔ کپتان ڈوڈٹن نے جواب دیا کہ انھین اسکا پورا اختیار حاصل تھا جو
لوگ اُن کے بُلانے پر نہ آتے تھے، اُنھین سزائین دینے کی غرض سے وہ سپاہیون
کی جماعتین ان کے گھرون پر روانہ کرتے تھے۔ انتقام کی صورت یہ تھی کہ ان لوگون
کا اسباب جلا دیا جاتا تھا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ اپنی اس کارروائی کو مارشل لا
کے کسی حکم سے جائز ثابت کرسکتے ہین۔ اس کا جواب یہ تھا کہ "ہان مین ایسا کرسکتا ہون"
اسطرح بہت سے لوگون کا اسباب بلا کسی وارنٹ کے جلا دیا گیا۔

مقدمات کے شروع ہونے سے قبل، عام گزرگاہون پر پھانسیان لگا دی
گئین تھین، اس خیال سے کہ جہان لوگون کو پھانسی کی سزائین دینگے جس جگہ
مجمع سے تشدد اور زیادتیان سرزد ہوئی تھین، اسکے قریب ہی یہ پھانسیان
لگائی گئی تھین جرح مین یہ معلوم ہوا کہ یہ کارروائی مسٹر کیپل اڈوائر کے حکم سے
عمل مین آئی تھی لیکن قبل اسکے کہ لوگون کو پھانسیان دی جائین عام گزرگاہون
پر پھانسی دیئے جانے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ جسکا سبب ہمارے خیال مین یہ تھا کہ
ہندوستانی اخبارات نے پبلک کے جذبات کے خلاف اس ظلم و زبردستی کے خلاف

شور مچانا شروع کیا تھا۔ پھانسیون کا یہ طریقہ قابل غور ہے۔ مارشل لا کے مقدمات کے مطابق کل صوبہ مین اٹھارہ آدمیون کو پھانسی کی سزائین دی گئین اس سے زیادہ لوگون کو پھانسیان دی جاتین اگر ہندوستان مین شور نہ مچتا اور آنریبل پنڈت موتی لال نہرو انسانی ہمدردی سے کام لیکر بروقت صاحب وزیر ہند سے بذریعہ بحری تار یہ عرضداشت نہ کرتے کہ اپیل کرنے سے پہلے ان مجرمین کی پھانسیان ملتوی کردی جائین۔ خوش قسمتی سے صاحب وزیر ہند نے وائسرائے کو حکم دیا کہ پھانسیان ملتوی کردی جائین۔ ہم اس امر پر اظہار افسوس کرنے سے باز نہین رہ سکتے کہ وائسرائے نے بطور خود ان پھانسیون کے ملتوی کیئے جانے کا حکم نہین دیا۔ یہ خیال کرکے ہمارا رنج اور افسوس اور بڑھ جاتا ہے کہ مارشل لا کے مقدمات مین معمولی ضابطہ کی کارروائیان بہت ہی بے قرینہ ہوئین۔ ہمین کافی شبہ ہے کہ بہت سے لوگ جنھین پھانسیان دی گئین یا جنکے لیئے ابھی تک پھانسی کا حکم ہے وہ بالکل ہی معصوم اور بیگناہ ہین۔

واقعات سے صریحاً چشم پوشی کرنے اور اپنے اس طرز عمل کی ناواجب پابندی کرنے مین شاید کرنل میکرآئے سے کوئی دوسرا افسر بازی نہین لے گیا۔ گو اُنکے ساتھی ایسے افسر ضرور تھے جو مارشل کے انتظام مین کرنل صاحب کی ہمسری ضرور کرسکتے تھے۔ ہنٹر کمیٹی کے سامنے انھون نے اپنی شہادت مین بیان کیا کہ "یہ شہر کئی سال سے سغویانہ سازشون کے لیئے مشہور رہا ہے"۔ انھون نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ اس سے قبل قصور سے واقف نہ تھے۔ اس لیئے سرچمن لال نے ان سے سوال کیا

کہ پھر آپ کس بنیاد پر ایسی بات کہتے ہین۔
جواب۔ یہ سب سنی سنائی باتین ہین۔
سوال۔ آپ کو اس کا کوئی ذاتی علم نہ تھا۔
جواب۔ نہین۔
سوال۔ آپ سے کس نے کہا کہ یہ مقام مفویانہ سازشون کے لیئے مشہور رہا ہے
جواب۔ مین اس سوال کا جواب دینا نہین چاہتا۔
سوال۔ چونکہ آپ نے یہ بیان ایک اہم سرکاری مراسلہ مین لکھا ہے۔ اس لیئے مین آپ سے دریافت کرتا ہون کہ کس بنیاد پر آپ نے یہ بات کہی ہے؟
جواب۔ مین جو کچھ لکھ چکا ہون اب اس مین کوئی اضافہ کرنا نہین چاہتا۔
سوال۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ جو کچھ لکھ چکے ہین، اسمین کچھ اضافہ کرین۔ لیکن مین یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ ایسا کہنے کے کیا اسباب تھے۔ مین یہ سوال اس وجہ سے کرتا ہون کہ حکام اس سے قبل یہ کہہ چکے ہین کہ ۱۰ اپریل سے پہلے قصور مین سیاسی جدوجہد کے کوئی آثار نہ تھے۔ اور سیاسی معاملات مین لوگون نے مطلق کوئی حصہ نہین لیا تھا، اس لیئے مجھے یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے مراسلہ مین لکھا ہے کہ قصور برسون سے مفویانہ تحریکون کے لیئے بدنام ہے۔ کیا اب بھی آپ اپنی اسی رائے پر قائم ہین؟
جواب۔ مین اس سوال کا کچھ جواب نہ دون گا۔

سوال۔ اسکے بعد آپنے یہ بیان کیا ہے کہ "اس شہر کے وکلا، گورنمنٹ کے خلاف ہین" کیا یہ بھی محض سُنی سنائی بات ہے؟

جواب۔ جی ہان

سوال۔ آپکی یہ راے بھی دوسری رایون کی طرح یکسان بنیاد پر مبنی ہے؟

جواب۔ جی ہان۔

سوال۔ مارشل لا کے منتظم افسر کی حیثیت سے کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ بہت سے وکلا نے ۱۲ر تاریخ کو اور اسکے بعد بھی حکام کو امن وامان کے "قائم رکھنے مین مدد دی اور ان مین سے ایک کو مجمع مین گھس کر مسٹر رشید بورن کو بچاتے ہوے دیکھا گیا تھا۔

جواب۔ جی ہان۔

سوال۔ یہ جاننے کے باوجود بھی کہ کسطرح بہت سے وکلا نے حکام کو وہ مدد دی جسکا مین نے تذکرہ کیا ہے۔ آپ اب بھی اپنی اسی راے پر قائم ہین کہ وہان کے وکلا گورنمنٹ کے خلاف تھے؟

جواب۔ مین اب بھی اپنے بیان پر قایم ہون۔ اور یہ کہتا ہون کہ یہ سنی سنائی بات تھی۔

سوال۔ اب بھی آپ اپنی اسی راے پر قایم ہین۔

جواب۔ آپنے جو واقعات بیان کیے ہین۔ ان کی صحت کو مین تسلیم کرتا ہون۔

سوال۔ اگر وہ واقعات صحیح ہین تو کیا آپ اپنے بیان مین ترمیم کرینگے۔
جواب۔ مین آپ کے سوال کے جواب مین خود آپ سے پوچھتا ہون کہ کیا
"امر وکلا نے ہنگامہ کو روکنے......؟
سوال۔ مین آپکے سوال کا جواب دینے کے لیے نہین ہون۔
جواب۔ تو مین بھی آپکے سوال کا جواب دینا نہین چاہتا۔

کرنل میکرآئے نے یہ بھی بیان کیا کہ قصور کے جن سوداگرون نے ہڑتال مین حصہ لیا تھا۔ اُنکی ہنڈیان امرتسر کے سوداگرون نے نہین بھنائین۔ کرنل میکرآئے نے کہا کہ یہ بھی سنی سنائی بات تھی۔ اور اُن کے پاس "اس بیان کی تائید مین کوئی ثبوت نہین" اس افسر نے حکم دیا تھا کہ مارشل لا کے نوٹس مشہور شورش پسند لوگون کے مکانات پر چسپان کیے جائین۔ سر چمن لال نے اُن سے دریافت کیا "شورش پسند" سے ان کا کیا مطلب ہے۔ اسکے جواب مین کرنل نے کہا "مین سمجھتا ہون کہ مین آپ کا مطلب اچھی طرح انگریزی مین ادا کر سکا ہون"
سوال۔ لیکن "شورش پسند" سے آپ کا مطلب کیا ہے۔
جواب۔ مین جو کچھ اپنے بیان مین کہہ چکا ہون اسکے علاوہ مین اور کچھ کہنا نہین چاہتا۔

یہ غیر متین گفتگو کچھ دیر جاری رہی۔ ہم نے اس گفتگو کا اقتباس یہان اس خیال سے درج کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس افسر نے اپنے ذمہ دارانہ فرائض کو

کیس طریقے سے انجام دیا۔ اور جسکے لیئے گورنمنٹ نے پہلے ہی اسکو ہر قسم کے
الزامات اور دعاوی سے محفوظ کر دیا ہی۔ اس افسر نے یہ اعلان کیا تھا کہ جس
شخص کے مکان پر اُن کے چسپان کردہ اعلانات خراب ہونگے اسکے سامان کو اُسکے
تاوان مین تباہ اور تاراج کیا جائیگا۔ اُنھون نے اس سوال کا جواب دینے سے
انکار کر دیا کہ آیا ان کا یہ حکم زبانی تھا یا تحریری تھا۔ صرف اسقدر کہا۔ "اس سے کیا
ہوتا ہی۔ کہ حکم زبانی تھا یا تحریری"۔ یہ کہنا مشکل ہی کہ آیا اس افسر کا جواب زیادہ گستاخانہ
تھا۔ یا اس حکم کی سنگدلی اور درندگی۔ ہم نے "درندگی" کا لفظ اس لیئے استعمال کیا ہی
کیونکہ انتقام اس بنا پر لیا جاتا تھا (جیسا کہ خود گواہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی)
کہ خواہ نوٹس کو کوئی اور ہی شخص کیون نہ خراب کر دے" اور جب ان سے یہ
دریافت کیا گیا کہ آیا وہ اپنے حکم کو معقول سمجھتے تھے تو اس افسر نے کہا کہ" یہ حکم
معقول تھا۔ اور مین اب بھی اُسکو ایسا ہی خیال کرتا ہون"۔

سوال۔ لڑکون کے کوڑے مارنے کی غرض سے آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ چند بڑے
لڑکے منتخب کیئے جاوین؟

جواب۔ ہان عموماً یہی مطلب تھا۔

سوال۔ اُن کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ سب سے بڑے تھے۔

جواب۔ بیشک۔

سوال۔ چونکہ وہ بڑے تھے لہذا اُن کو کوڑون کی سزا بھگتنی چاہیئے تھی۔

جواب - ہان -

سوال - کیا آپ کی راے مین ایسا کرنا مناسب تھا -

جواب - ان حالات مین مین نے ایسا ہی خیال کیا اور اب بھی مین ایسا ہی سمجھتا ہون -

ہم نے ان دونون افسرون کے جوابات سے صرف چند جملے بطور نمونہ نقل کئے ہین - درحقیقت اُن کے جوابات مین بالارادہ گستاخی اور غیر ذمہ داری شامل تھی - ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ جن افسرون نے اُن کا تقرر کیا وہ زیادہ قابل الزام تھے یا یہ افسر - شاید وہ اپنی اس کارروائی سے واقف نہ تھے لیکن جن لوگون نے ان افسرون کو منتخب کیا اُنھین معلوم ہوجانا چاہیئے تھا کہ یہ لوگ ان جگہون کے لیے جن پر یہ مقرر تھے قطعی ناقابل تھے حقیقت حال یہ ہو کہ مارشل لا کا اعلان مقامی حالات کے لحاظ سے بالکل غیر ضروری تھا - اور اس پر نہایت نامناسب طریقہ پر عملدرآمد کیا گیا،

پٹی اور کھیمکرن

یہ دونون مقامات ریلوے اسٹیشن ہین جو قصور سے صرف چند میل کے فاصلے پر واقع ہین - کھیمکرن مین اسٹیشن کا مال لوٹ لیا گیا - اور تارون کو کاٹ دیا گیا تھا جیسا کہ مسٹر مارسڈن نے بیان کیا - "یہ ایک نہایت معمولی سی بات تھی" اور بظاہر ادنیٰ درجہ کے لوگون، دوکاندارون، معمولی مزدورون اور اسی قسم کے لوگون کی

کارروائی تھی"۔ اور پٹی مین جیساکہ خود مسٹر مارسڈن نے بیان کیا۔ قصبہ کے ذی اثر آدمیون نے حکام اور پولیس کو مدد دی۔ اور یہان امن وسکون قائم رہا تاہم مارشل لا کا اثر ان موضعون پر بھی پڑا۔

گجرانوالہ

گجرانوالہ کا ضلع کئی حیثیتون سے صوبہ مین بہت ہی اہم ہے اور گجرانوالہ شہر اگرچہ ایک چھوٹا سا مقام ہے جسکی آبادی صرف ۳۰ ہزار ہے لیکن یہ ایک مشہور جگہ ہے جہان مہاراجہ رنجیت سنگھ پیدا ہوے تھے۔ یہ بھی ایک اہم ریلوے اسٹیشن ہے جو بڑی لائن پر لاہور سے صرف ۴۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہوا ہے۔ اس ضلع مین شہر گجرانوالہ کے علاوہ جن مقامات کے حالات ہمین معلوم ہوے ہین انمین وزیرآباد نظام آباد۔ عکل گڈھ، رامنگر، حافظ آباد، سانگلاہل، مومن، دہیتن سنگھ ہنیا نوالا نادن پنڈ، چوہر کانہ، اور شیخوپورہ قابل ذکر ہین گذشتہ یکم نومبر کو گجرانوالہ کے ضلع کو دو حصون مین تقسیم کردیا گیا۔ جو حصہ اس ضلع سے علحدہ کرلیا گیا وہ ضلع شیخوپورہ کہلاتا ہے۔ اس رپورٹ مین ہم اس ضلع کو ایک ہی ضلع سمجھ کر واقعات بیان کرینگے کیونکہ اسوقت ایک ہی افسر کے زیر انتظام تھا۔

یہ سب جانتے ہین کہ ۱۳ اپریل بلکہ زیادہ صحیح تو یہ ہے کہ ۱۴ اپریل تک کوئی بےچینی نہین ہوئی۔ حالت ایسی تھی کہ کرنل او برائن کو ۱۲ تاریخ انبالہ تبدیل کردیا گیا

اور رخصتی کے وقت گجرانوالہ مین کرنل اوبرائن کے دوستون اور مداحون نے اُنکی خدمت مین ایڈریس بھی پیش کیا۔ ہنٹر کمیٹی کے سامنے ایک سوال کا جواب دیتے ہوے انھون نے کہا کہ اگر انھین یا حکام اعلی کو یہ معلوم ہوتا کہ گجرانوالہ مین شورش ہونے والی ہو تو وہ کبھی وہان سے تبدیل نہ کیئے جاتے، چنانچہ جیسے ہی ہما تاریخ کو فساد ہوا انھین پھر گجرانوالہ بھیجدیا گیا۔ ۳۰ مارچ تک گجرانوالہ مین سکون رہا، کوئی ہڑتال نہین ہوئی۔ ۱ اپریل کو ضلع کی کانگریس کمیٹی نے مسٹر گاندھی کے پیغام پر ہڑتال کے متعلق مشورہ کیا۔ ۵ کو ایک جلسہ عام منعقد ہوا جسمین چار بے ضرر رزولیوشن پاس کیئے گئے جو رولٹ ایکٹ کے متعلق تھے۔ اس جلسہ مین جو تقریرین ہوئین ان مین اعتدال کو خاصکر ملحوظ رکھا گیا تھا۔ تاہم کرنل اوبرائن اس جلسہ سے پریشان ہو رہے تھے۔ انھون نے گجرانوالہ کے چند مشہور لیڈرون کو بلاکر فہمائش کی کہ اگر کوئی فساد ہوا تو اسکی ذمہ داری ان پر عائد ہوگی۔ اور ان لیڈرون نے خود بھی ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس سے جو اس موقع پر موجود تھے خواہش کی کہ اگر چاہین تو وہ بھی جلسہ مین آئین۔ ۶ اپریل کو بالکل ہڑتال ہوگئی بچے بوڑھے سب ہی آدمیون نے روزے رکھے اور دعائین مانگین۔ ہمارے سامنے جو مختلف بیانات گذرے ہین اُن سے پتہ ثابت ہوتا ہو کہ حکام نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ ہڑتال نہ ہو۔ اور کوئی شخص روزہ بھی نہ رکھے ہڑتال کو روکنے کے لیئے حکام نے لوگون پر بہت ہی دباؤ ڈالا۔

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہین ۱۲ر تاریخ تک سکون و امن رہا۔ لیکن یکایک مسٹر گاندھی کی گرفتاری اور اخراج کی خبر کے ساتھ ڈاکٹر سیتہ پال اور ڈاکٹر کچلو کی گرفتاری اور جلاوطنی کی خبر گجرانوالہ پہونچی۔ اسکے بعد ہی لیڈرون اور عام لوگون نے دوسری ہڑتال کے مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا۔ اِس مرتبہ یہ ہڑتال بطور شکایت تھی اور اسطرح ان لوگون سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ جو لاہور یا امرتسر مین زخمی یا ہلاک ہوئے تھے۔ لیڈرون نے ایک اور مشورہ کا جلسہ کیا۔ اور بحث و مباحثہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ ممکن ہے کہ ایسے نازک وقت مین ہڑتال خطرہ سے خالی نہو اور لوگون کے جوش و خروش کا روکنا مشکل ہوگا۔ تاہم انھین بحالت ہڑتال ہڑتالیون کو مصروف رکھنا چاہیئے اور ایک عام جلسہ کرکے ان کو مشغول رکھنا ضروری ہے۔ حکام نے پھر اس بات کی کوشش کی کہ ہڑتال نہو لیکن اس مین انھین کامیابی نہین ہوئی اور ۱۴ر کو پھر ہڑتال ہوگئی۔

۱۳ر اپریل کو اور اسکے بعد بیساکھی کے تیوہار کو منانے کی غرض سے بہت سے لوگ چھٹیون مین جمع ہوئے، جو شراب پینے کے عادی تھے۔ اِس موقع پر بھی شراب نوشی مین انھون نے کوئی کمی نہ کی، چنانچہ ۱۴ر کو گجرانوالہ مین ایسے اسباب پیدا ہوگئے جنسے مجمع شرکش ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ چھٹی منا رہے تھے، جو جی مین آتا تھا وہ کرتے تھے، شراب پیتے تھے، گورنمنٹ کے خلاف برہمی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ دوسرے مقامات سے مجمع کی زیادتیون کی خبرین آرہی تھین۔ اور ان مین کا اہل اور

بے فکر لوگ بھی تھے۔

دوسرے روز صبح کو یہ خبر اُڑی کہ اسٹیشن کے قریب ہی ایک ریل کے پُل سے ایک مردہ بچھیڑہ لٹک رہا ہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ جس نے بھی یہ کیا ہو یہ حرکت نہایت نازیبا تھی اور اُس سے ہندوؤن مین برہمی پیدا ہونی یقینی تھی۔ اس واقعہ کی حقیقت ہمارے سامنے مختلف صورتون مین بیان کیگئی ہے۔ ایک یہ کہ یہ کام پولیس کا تھا تاکہ ہندو اور مسلمانون کے اتحاد مین فرق آئے۔ گجرانوالہ کے لوگون نے اپنے بیانات مین اسکی تصدیق کی ہے۔ حکام کو ابھی تک ان لوگون کا پتہ نہین چلا ہے جنھون نے یہ شرارت کی تھی۔ اسمین کوئی شک نہین کہ یہ ایسے ہی لوگون کی کارروائی تھی جو دونون فرقون مین فساد پیدا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کا اثر بالکل برعکس ہوا۔ لوگون نے یہی سمجھا کہ بچھیڑہ کو مار کر لٹکانا حکام کے اشارہ سے عمل مین آیا جسکی مزید تصدیق اسطرح ہوئی۔ کہ سور کا گوشت کسی شخص نے مسجد مین ڈالا تھا۔ اس خیال سے دونون فرقون کو زیادہ متحد کردیا، ایک مجمع ریلوے اسٹیشن کے پُل کی طرف گیا۔ اسوقت ایک گاڑی جو لاہور سے وزیرآباد جارہی تھی وہان پہونچی۔ اس گاڑی پر ایک خانسامان تھا جس نے ۱۳ اپریل کے قتل عام کی لوگون کو خبر سنائی۔ اس گاڑی پر زیادہ تر چھٹی منانے والے لوگ تھے۔ مجمع مین سے کچھ لوگون نے یہ طے کرلیا کہ گاڑی کو آگے نہ بڑھنے دینگے انھون نے گاڑی پر پتھر پھینکے انھون نے گودکل کے پل مین آگ لگانی شروع کی۔ لیکن یہ کوشش بے پروائی سے کی گئی جیسا یہ کارروائی

ہو رہی تھی تو اس وقت گورودکل کے گورنر لالہ رلیا رام، مسٹر لابھ سنگھ بیرسٹر ایٹ لا مسٹر دین محمد وکیل اور دیگر اصحاب نے خطرہ کو محسوس کیا اور موقع واردات پر پہونچ گئے۔ ایک یورپین افسر اور کچھ کانسٹبل بھی پل کی جانب جاتے ہوے دکھائی دیے۔ گورودکل کے کارکنان اور متعلمین نیز ان اصحاب کی مدد سے آگ کو بجھا دیا۔ یہ ایک عجیب بات ہی کہ پولیس سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ "آگ بجھانا پولیس کا کام نہیں ہی بلکہ اس کا فرض یہ ہی کہ سرکاری مال اور اسباب کی حفاظت کرے"

اسکے بعد مجمع کاچی کے پل کی طرف گیا۔ جو اسٹیشن کے دوسری جانب واقع ہی یہان مسٹر ہیرون مجمع کو منتشر کر رہے تھے اور اسکے لیئے انھون نے گولیان چلانا مناسب سمجھا۔ جس سے چند مجروح ہوے اس مجمع مین لیڈران مجمع کو روکنا چاہتے تھے اور شہر سے باہر نہ جانے دیتے تھے۔ اسی لیئے انھون نے ایک جلسہ کیا جسمین انھین خاصی کامیابی ہو رہی تھی اور اس کوشش مین انھین پوری کامیابی ہوتی اگر ایک ناگوار اور افسوسناک واقعہ نہ پیش آجاتا۔ جو لوگ زخمی تھے انھین اس غرض سے جلسہ مین لایا گیا تاکہ لوگون مین اُن سے ہمدردی اور اس واقعہ سے برہمی پیدا ہو۔ جلسہ منتشر ہو گیا اور ایک مجمع اسٹیشن کی طرف گیا جو انتقام لینا چاہتا تھا۔ اسکے بعد نہایت قیمتی سامان برباد اور غارت کیا گیا جسمین گرجہ گھر، پوسٹ آفس، تحصیل کچہری اور ریلوے اسٹیشن شامل تھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پولیس اسوقت محض تماشہ دیکھتی رہی اور آتش زنی کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ ہمارے پاس جو بیانات ہین اُن سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ

پولیس ہی نے لوگون کو آتش زنی کرنے کی ترغیب دی اور شہادتون سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

کرنل اوبرائن فوراً گجرانوالہ واپس آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے لاہور تار دیکر وہان سے اپنے لیئے ایک اجازت عام حاصل کرلی تھی۔ مسٹر سیتلواد کے دریافت کرنے پر کہ انھین کس قسم کے اختیارات حاصل تھے، انھون نے کہا کہ مین نے ٹیلیفون پر چیف سکرٹری سے بات چیت کی۔ اور اُن سے کہا کہ مجھے ایسی کارروائیان کرنی پڑینگی جو اگر نیک نیتی سے کی جائین تو گورنمنٹ ان کو جائز قرار دے۔ مسٹر چمن لال نے دریافت کیا کہ "یہ مارشل لا کے اعلان سے پہلے ہوا تھا؟" کرنل صاحب نے جواب دیا "ہان" مسٹر چمن لال نے دریافت کیا "آپ نے اُن سے ٹیلیفون پر کہا کہ آپکی کارروائیان اگر نیک نیتی پر مبنی ہون تو وہ جائز قرار دیجائین اور انھون نے آپ کو عام اجازت دیدی ہے" اسکا جواب یہ تھا کہ "ہان"، اُنھون نے یہ بھی کہا کہ "آپ اپنی معمولی عقل سے کام لیجیئے تو سمجھ مین آجائیگا" اگر انڈمنٹی ایکٹ (قانون تحفظ عمال) کا یہی منشاء ہے تو ہمین اسکے کہنے مین کوئی باک نہین کہ یہ قانون نہایت ہی ناواجب ہے۔ اس افسر نے نیک نیتی کے ساتھ جو کچھ کیا وہ ہم ابھی بتاتے ہین۔

ہماری راے مین قیمتی سامان اور عمارات کا تباہ کرنا جسمین ایک عبادت گاہ بھی شامل تھی۔ نہایت بیہودہ اور ناواجب فعل تھا۔ اور خواہ سپرنٹنڈنٹ کتنی ہی گولیان چلانے اور شرارت سے ایک بچھیڑہ کو مار کر لٹکا دیا گیا تاہم آتشزنی کی حد تک ہرگز جائز و مناسب تھین اگر گولیان

چلانے اور جاکر ایک گھوڑے کو مار کر لڑکا دینے سے بیشک لوگون کو اشتعال ہوا لیکن مجمع کیلیئے زیادتیان کرنا زیبا تھا۔
جب کرنل او برائن واپس آئے تو مجمع کا جوش و خروش کم ہو گیا تھا۔ اُنھون نے گورنمنٹ سے امداد طلب کی تھی اور وہ اسی روز تین بجے آلہائے پرواز کی صورت مین وہین پہونچ گئی، جس نے بالکل بے گناہ آدمیون پر بم گرائے۔ جن جن مقامات پر بم گرائے گئے وہان کوئی جلسہ نہین ہو رہا تھا۔ خالصہ بورڈنگ ہاؤس پر بم گرائے گئے جسکی کیفیت ایک طالب علم نے اِسطرح بیان کی ہو: "ہم نے ہوائی جہازون کے آنے کی آواز ۳ بجے سُنی۔ دس منٹ تک وہ بورڈنگ ہاؤس پر اُڑتے رہے۔ فوراً ہی ایک آواز سُنی گئی اور ایک شل کا گولہ نیچے گرا، جو ہمارے حلوائی گنڈا سنگھ کے لگا، بم کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے نے میرے داہنے ہاتھ کی ایک انگلی کو زخمی کر دیا۔ ایک لڑکا اسکے دھماکے سے گر پڑا۔" بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ نے بھی اپنے بیان مین اسکی کیفیت لکھی ہو۔ اُن کا بیان ہو کہ "ہمارے اسکول مین کبھی کوئی سیاسی جلسہ نہین ہوا اور نہ اسکی اجازت ہی ہو۔ ۱۳ اپریل کو ہمارے بورڈنگ کا کوئی طالب علم شہر مین نہین گیا۔ ہمارا اسکول اور بورڈنگ شہر سے تقریباً آدھ میل کے فاصلہ پر ہو اور اسٹیشن سے ایک میل سے بھی زیادہ فاصلہ ہو۔" ہنٹر کمیٹی کے سامنے کپتان کاربری نے جو شہادت دی اسمین اُنھون نے بیان کیا کہ اُن کے احکام یہ تھے کہ "مجمع خواہ آتا ہو یا جاتا ہو منتشر کر دو۔" جہانتک خالصہ بورڈنگ مین بم گرانے کے واقعہ کا تعلق ہو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہان نہ تو کوئی مجمع آتا تھا اور نہ

جاتا تھا، نہ وہان کوئی جلسہ تھا اور اسلیئے ہماری راسے مین خالصہ بورڈنگ ہاؤس مین بم گرانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ یہ محض خوش اتفاقی تھی کہ وہان کوئی جان ضایع نہین ہوئی۔

جن افسرون نے بم گراے اور کلدار توپین استعمال کین اُن کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جو لوگ اپنے موضعون کو بھاگے ہوے جا رہے تھے جبکہ گولیان چلنی شروع ہوگئی تھین اُن پر بھی بم گراے گئے۔ اور اس افسر اور ہنٹر کمیٹی کے اراکین کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ یہ تھا۔

سوال۔ پہلے آپ نے بم گرائے اور لوگ اپنے موضع کو بھاگنے لگے؟

جواب۔ جی ہان۔

سوال۔ یعنی موضع مین مکانات پر۔

جواب۔ ہان میرا خیال ہو کہ بعض گولے مکانات پر پڑے۔

سوال۔ لوگ بھاگے جا رہے تھے اور منتشر ہو کر وہ بعض مکانات مین گھس رہے تھے

جواب۔ جی ہان۔

سوال۔ آپ نے کلدار توپون سے موضع مین آتشباری کی۔ ممکن ہو کہ اسلح جن لوگون کو آپ مارنا چاہتے تھے اُن پر نشانے نہ لگتے بلکہ ان مکانات مین بیگناہون کو ضرر پہونچتا؟

جواب۔ مین گنہگار اور بیگناہ آدمیون مین کچھ تمیز نہ کرسکتا تھا مین نے ان لوگون کے

گولیان مارنے کی کوشش کی، جو بھاگ گئے اور جنکے متعلق میرا خیال تھا کہ وہ واپس آکر نقصان پہونچائینگے۔

سوال۔ بم بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منتشر ہو گئے؟

جواب۔ جی ہان:

سوال۔ وہ موضع مین بھاگ گئے۔

جواب۔ جی ہان۔

سوال۔ کیا اسطرح آپ کا مقصد نہین حاصل ہو گیا۔ اسکی کون ضرورت تھی کہ آپ بلاتمیز موضع مین کلدار توپون سے گولیان چلاتے؟

جواب۔ کلدار توپون کو بلاتمیز نہین استعمال کیا گیا۔ مین نے ان لوگون پر گولیان چلائین جو بھاگ رہے تھے۔ مین کہہ چکا ہون کہ مجمع منتشر ہو کر موضع کی طرف بھاگا اور مین نے اسپر آتشبازی کی۔

اس افسر کا بیان ہے کہ وہ اسوقت دو سو فیٹ کی بلندی پر تھا اور "اچھی طرح دیکھ سکتا تھا"

ان سے سوال کیا گیا کہ "پھر کلدار توپ کو استعمال کر کے انھین مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" جسکا جواب یہ تھا کہ "مجمع کو زیادہ نقصان پہونچے"

سوال۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس مجمع کے جسقدر زیادہ آدمیون کو ضرر پہونچے۔ اور اچھا ہی ہو گو کہ وہ اسوقت بھاگ رہے تھے۔ جبکہ بم گرائے جا رہے تھے؟

جواب - مین جو کچھ کر رہا تھا وہ خود انہی کی بھلائی کے لیئے - مین نے یہ بھی سمجھا کہ اگر مین نے لوگون کو مارنے کی کوشش کی تو وہ پھر جمع ہو کر نقصان نہ پہونچائینگے

سر چمن لال نے سوال کیا کہ "آپ کا مطلب یہ تھا کہ ان پر اخلاقی اثر ڈالا جائے؟" اس افسر نے جواب دیا کہ "یہ خیال بالکل درست ہے" اس افسر نے اسکے بعد ایک دوسرے موضع مین کلدار توپ سے آتشباری کی - وہان اُسنے ایک ایسے مجمع پر گولیان چلائین جو گوجرانوالہ سے اپنے موضع کو واپس آ رہا تھا، ہمارے پاس جو شہادتین ہین، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مجمع کا اس افسر نے ذکر کیا ہے اس کا کہین وجود نہ تھا - البتہ آدمیون کی کچھ چھوٹی چھوٹی منتشر جماعتین تھین، جو بالکل بے گناہ تھین یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ وہ بالکل غیر مسلح تھین - گوجرانوالہ شہر کے ہندوستانی حصۂ آبادی مین اسوجہ سے گولیان چلائی گئین تاکہ لوگ سڑکون پر نہ نکلین "دیسی حصۂ شہر" مین کل ایک سو پچاس باڑھین چلائی گئین اور اپنے مطلب کو واضح کرنے کے لیئے اس افسر نے سر چمن لال سے کہا کہ "آپ یہ سمجھیئے کہ مکانات پر گولیان چلانا بے نتیجہ تھا - مین شہر کے دیسی حصہ مین دیسیون پہ گولیان چلا رہا تھا"

ہماری رائے مین ہوائی جہاز سے جو آتشباری کی گئی وہ بالکل نامناسب تھی یہ آتشباری اسوقت شروع ہوئی جب مجمع اپنی تباہ کاریون کو ختم کر چکا تھا اور وہ منتشر ہو رہا تھا - اس لیئے مزید نقصان کو روکنے کا کوئی سوال نہ تھا - ہمین

یہ بھی یقین ہو کہ گولیان اگر انتقام کے طور پر نہین تو بغیر سوچے سمجھے ضرور چلائی گئین اور خود ہوائی جہازون کے افسرون کے بیان سے ظاہر ہو کہ ان کی نظر مین دیہاتون کی جانین بے حقیقت تھین اور گولیان چلانے کا مقصد صرف یہی تھا کہ لوگون مین خوف اور دہشت پیدا کی جائے۔ جو فہرستین اور بیانات ہمین ملے ہین ان سے معلوم ہوتا ہو کہ ۱۲ آدمی ہلاک اور ۲۷ آدمی زخمی ہوئے اگر اس سے زیادہ مالی نقصانات نہین ہوئے تو اسمین ان افسرون کی کوئی غلطی نہ تھی۔ کیونکہ گولے نہ پھٹے

اگر ۱۴ تاریخ کی بم بازی بلا وجہ تھی تو ۱۵ تاریخ کو ہوائی جہازون سے کام لینا اور بھی نامناسب تھا، کیونکہ اسوقت کرنل اوبرائن کو ضرورت سے زیادہ فوجی امداد پہنچ گئی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہوائی جہازون سے بم بازی کرنے کی تجویز سر مائیکل اڈوائر نے کی تھی۔ لیکن خواہ انھون نے خود پیش کی ہو یا نہ پیش کی ہو۔ بہرحال انھون نے اس سے اتفاق ضرور کیا۔ یہ واضح رہے کہ باشندگان پنجاب آلات ہوائی یا کسی اور صورت مین بم بازی کے عادی نہ تھے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہوائی جہازون کا استعمال صرف مسلح طور پر شدید خطرہ کی صورت مین جائز ہو سکتا ہو۔ گجرانوالہ مین ہوائی جہازون کے پہونچنے کے بعد تمام خطرہ دفع ہو گیا۔ ہوائی جہازون کی موجودگی ہی حفاظت کے لیے کافی تھی گجرانوالہ کی یورپین آبادی کو کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ ایک یورپین کی جان بھی ضایع نہین ہوئی تھی۔ بم بازی کی ضرورت کسی طرح بھی ثابت نہین کی گئی

سرکاری بیانات سے ظاہر ہی کہ مطیع لوگون پر لاپروائی کے ساتھ گولہ بازی کی مشق کی گئی، جبکہ کسی کی جان یا مال کو کوئی خطرہ لاحق نہ تھا اور جبکہ امرتسر اور قصور کے تجربون سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ مجمع کا غیض و غضب ایک فوری اور عارضی کیفیت تھی، جو زیادہ دیر قائم نہ رہتی تھی۔ ۱۵ تاریخ سے بلا امتیاز طبیب بیرسٹرون وکلا اور دیگر لیڈران کی گرفتاریان شروع ہوئین جنمین سے بعض نے جیسا کہ خود حکام جانتے تھے، خود کو خطرہ مین ڈالکر مجمع کے جوش و خروش کے فرو کرنے مین حکام کو مدد دی تھی۔ خود کرنل اوبرائن کے بیان سے بھی ظاہر ہی کہ اسوقت ان لوگون کو گرفتار کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ گرفتاریان قانون تحفظ ہند کی دفعہ ۱۲ کے ماتحت عمل مین آئی تھین۔ اس دفعہ کے ماتحت صرف معقول شبہ پر لوگون کو گرفتار کیا جا سکتا ہی۔ اسکے علاوہ بھی اگر کوئی دفعہ کرنل اوبرائن کے ذہن مین ہوگی، تو وہ حسب ذیل ہو سکتی ہی۔

"قانون تحفظ ہند ۱۹۱۵ء کی دفعہ ۱۲ کے ماتحت اپنے اختیارات سے کام لیکر لفٹنٹ گورنر تمام کمشنرون کو اس بات کا اختیار دیتے ہین کہ وہ بغیر وارنٹ کے ہر اس شخص کو گرفتار کرلین جسکے متعلق اس بات کا معقول شبہ ہو کہ وہ گورنمنٹ کے خلاف بغاوت پھیلاتا یا اسمین مدد دیتا ہی۔" اگر کرنل اوبرائن کے پیش نظر یہی دفعہ تھی تو بھی ایک ڈپٹی کمشنر کی حیثیت سے انھین لوگون کو گرفتار کرنیکا اختیار حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازین اس دفعہ کے وسیع معنی لیکر انھون نے ایسے لوگون کو گرفتار کیا، جنکے متعلق ڈپٹی کمشنر کو کچھ علم نہ تھا کہ انھون نے کیا جرم کیا۔ ہنٹر کمیٹی کے

سامنے یہ تسلیم کیا گیا ہے اور ہمارے سامنے جو بیانات گذرے ہین ان سے بھی ثابت ہے کہ ان لیڈرون کو فوراً ہی عین موقع پر گرفتار کیا گیا، انھین کپڑے پہننے کی بھی اجازت نہین دی گئی حتی کہ بعض کو پگڑیان اور ٹوپیان پہننے کا بھی موقع نہین ملا۔ انھین دو دو کرکے ہتھکڑیون سے باندھا گیا تھا۔ اور ۲۲ آدمیون کو اسطرح باندھکر شہر مین دو میل پیدل چلایا گیا، جنکے آگے آگے دو میونسپل کمشنر تھے، ایک ہندو اور ایک مسلمان اور پھر ایک کھلی ہوئی گاڑی مین انھین لاہور لیگئے جنکے کھانے پینے اور دوسری ضروریات زندگی کا مطلق کوئی انتظام نہ تھا۔

انھی ۲۲ قیدیون مین گوروکل کے گورنر لالہ رالیا رام بھی شامل تھے جنکی عمر تقریباً ۶۰ سال ہے، انھون نے بیان کیا کہ مین ۲۲ قیدیون کے گروہ مین شامل تھا سب کو ایک ساتھ ہتھکڑیون مین باندھ دیا گیا تھا۔ اسطرح ہمین عام گذرگاہون سے لے گئے اور ہمین دوڑایا بھی جاتا تھا، ایک کھلی ہوئی گاڑی مین ہمین لاہور لیگئے ہم مین سے ایک شخص کو پاخانہ پیشاب کی بھی اجازت نہین دی گئی بلکہ ان سے کہا گیا کہ وہ جہان بیٹھے ہوئے تھے وہین اپنی حاجت پوری کرین۔ اور جب ہم لاہور پہونچے، تو مین گاڑی سے باہر اسوقت تک نہین نکل سکتا تھا، جب تک دوسرے لوگ بھی نہ نکلین جو میرے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اسلئے مجھے زبردستی نیچے کھینچکر اُتارا گیا، جس سے مجھے سخت تکلیف پہونچی کیونکہ مین درد کمر کے مرض مین مبتلا تھا، کرنل اوبرائن سے پوچھا گیا کہ انھون نے لوگون کو کپڑے پہننے کا موقع

کیون نہین دیا۔ انھون نے جواب دیا کہ وہ جلد گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ پھر ان لوگون کو کرنل نے گاڑی پر سوار کر کے اسٹیشن کیون نہین بھیجا اس سے لازمی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ان لوگون کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے اور لوگون مین خوف و دہشت پیدا کرنا اُن کا اصل مقصد تھا۔ کرنل اوبرائن کی راے مین لوگون کو گرفتار کرنا نہایت ہمدردانہ کارروائی تھی "

۱۶ ؍ تاریخ کو شہر مین مارشل لا جاری کیا گیا اور اسکے ماتحت گجرانوالہ کے لوگون کو ذلیل کیا گیا، انکے کوڑے لگائے گئے اور مختلف طور پر ذلیل کیا گیا۔ لوگون کو اپنی دوکانین کھولنے پر مجبور کرنیکی غرض سے ذیل کا عجیب و غریب نوٹس شایع کیا گیا۔

"چونکہ ہمین معلوم ہوا ہے کہ جو دوکاندار گجرانوالہ کے میونسپل حدود مین رہتے ہین، جب پولیس یا فوج کے آدمی ان سے کچھ خریدنے جاتے ہین تو وہ اپنی دوکانین بند کر لیتے ہین یا یہ کہ معقول قیمت پر وہ اپنی چیزین فروخت نہین کرتے اس لیئے ذیل کے احکام اس غرض سے شایع کیے جاتے ہین کہ جن دوکاندارون کو اس قسم کی کارروائی کرتے ہوے دیکھا جائیگا انھین گرفتار کر لیا جائیگا، اور وہ کوڑے مارنے کی سزا پانے کے مستحق قرار پائینگے۔

دستخط۔ ایف۔ ڈبلو۔ بریدی۔ لفٹنٹ کرنل
کمانڈنگ افسر گجرانوالہ

حسب ذیل نوٹس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سلام کرنے کے حکم سے کیا مطلب
تھا، جسپر ہنٹر کمیٹی کے سامنے اس قدر بحث کی گئی اور جسکے متعلق ہمارے سامنے
اسقدر شہادتیں گذریں:-

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ضلع گجرانوالہ کے لوگ عموماً کمشنروں اور ملک معظم کے
فوجی اور سول حکام کی پوری عزت نہیں کرتے۔ جس سے گورنمنٹ کا اعزاز
اور وقار برقرار نہیں رہتا۔ اسلیے ہم حکم دیتے ہیں کہ ضلع گجرانوالہ کے لوگ ان قابل عزت
افسران کا واجبی احترام کریں۔ جب کبھی ایسے افسران انکو مل جائیں تو اسی طریقہ
پر ادب کریں جسطرح ہندوستان کے معزز اور دولتمند آدمیوں کی عزت کی جاتی ہے
اگر کوئی شخص کسی گھوڑے یا گاڑی پر سوار ہو تو وہ ان افسروں کو دیکھ کر اتر پڑے
اگر کسی شخص کے پاس چھتری ہو اور اگر وہ کھلی ہوئی ہو تو اسکو بند کر کے جھکالے
اور اپنے سیدھے ہاتھ سے باادب سلام کرے۔

دستخط۔ ایل۔ ڈبلو۔ وائی کیمبل۔ بریگیڈیر جنرل
کمانڈنگ افسر گجرانوالہ

کرنل اوبرائن نے اس حکم کو اس بنا پر جائز بتانے کی کوشش کی کہ یہ ہندوستان
کے رواج کے مطابق تھا۔ اس قسم کے ذلت انگیز ظلم کو رواج دینا معمولی عقل و سمجھ کی
بنا پر ہرگز جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمارے پاس جو شہادتیں ہیں ان سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس حکم کے عملدرآمد میں گوروں سپاہیوں کو بھی سلام کیا جاتا تھا، اور نہ کرنیکی

صورت مین کوڑے مارنے کی سزا تھی یہ اگر کوئی شخص سلام نہ کرتا تھا تو اُس کی پشت پر دو تین بید مارے جاتے تھے۔ حویلی رام ہلدی فروش کی دوکان کے بالمقابل ایک ہلدی خریدنے والے کو جو بالکل اجنبی تھا محض اس بنا پر بید مارا گیا کہ اُس نے گورہ سپاہیون کو سلام نہین کیا۔ چونکہ اسکی پشت سڑک کی طرف تھی اسلیئے اُس نے ان گورون کو گذرتے ہوئے نہین دیکھا۔ طلبا سے روزانہ شاہی جھنڈے کے سامنے سلام کرایا جاتا تھا۔

مہترون اور دیہون سے شہر کی نالیان صاف کرائی جاتی تھین جو امیونسپلٹی کے شاکر پیشہ نالیان صاف ہی کیون نہ کر دی ہون۔ لوگون کو چھتریان لیجانے کی اجازت نہ تھی۔ ہندوستانیون کے لیئے ریل پر لوگون کی آمد و رفت بھی روک دی گئی تھی۔ رات کو نظم و نسق جاری کر دیا گیا تھا اسطرح لوگون کو سخت مجبور اور لاچار بنا دیا گیا تھا۔

اسکے بعد مارشل لا کی خاص عدالتون اور سرسری عدالتون کے سامنے مقدمات شروع ہوئے۔ جنکے متعلق صرف وہی کہا جا سکتا ہو جو ارث سر کے متعلق کہا گیا ہو۔ اس بات کا کافی ثبوت ہو کہ شہادتین مصنوعی تھین۔ بغاوت کی اصلیت تو ہنٹر کمیٹی کے سامنے اچھی طرح کھل گئی۔

کرنل اوبرائن کے پاس صرف یہی عذر تھا کہ عدالتی طور پر بغاوت ثابت ہو گئی تقریباً ہر ایک لیڈر کو گرفتار کیا گیا۔ دیوان منگل سین اور ان کے خاندان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا، لالہ امرناتھ کے مکان کا تخلیہ کرانے مین جو انتقامی جذبہ شامل

تھا اور جسطرح لوگون کو گرفتار کرکے قید کیا گیا اور پھر ان پر کوئی مقدمہ نہین چلایا گیا یہ ارادی جبر وظلم کے ایسے واقعات ہین جن سے انگریزی حکومت کی صریحاً توہین ہوتی ہے۔

وزیر آباد

گجرانوالہ سے بیس میل کے فاصلہ پر وزیر آباد ایک دوسرا اہم ریلوے اسٹیشن ہے جو ایک جنکشن بھی ہے، یہ ایک چھوٹا مقام ہے، جسکی آبادی صرف دس ہزار ہے، بیساکھی کے تیوہار کے بعد ہی ہر سال اسی شہر مین قرب وجوار کے دیہاتیون کا ایک بڑا اجتماع ہوا کرتا ہے، ۳۰ مارچ یا ۶ اپریل کو یہان کوئی ہڑتال نہین ہوئی لیکن قرب وجوار کے موضعون سے جو لوگ جمع ہوے وہ لاہور، امرتسر اور گجرانوالہ کے حادثات کی خبرین لائے تھے، اور ان موضع والون نے وزیر آباد کے لوگون پر طعن وتشنیع کی کہ انھون نے ہڑتال نہین کی اسلئے وہ وزیر آباد کے رہنے والون کے ساتھ اپنی لڑکیون کی شادیان نہ کرینگے، ۱۳ اپریل کو ایک مسجد مین ہڑتال کے مسئلہ پر غور کرنیکی غرض سے جلسہ کیا گیا، ۱۵ کو ہڑتال ہوگئی، لیکن اُن مین کچھ شرارت پسند لوگ ایسے بھی تھے، جو محض کاروبار کے بند ہوجانے سے مطمئن نہ تھے، واقعات کی جو مبالغہ آمیز خبرین انھون نے سُنی تھین ان سے ان لوگون مین غیض وغضب اور غصّہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان لوگون نے تار کاٹنے اور ریلوے لائن کو تباہ کردینے کا تہیہ کیا

ان مین سے بعض لوگ پادری ہیلی کے مکان کو گئے۔ راستہ مین انھین اور لوگ بھی ساتھی مل گئے۔ مجمع نے نہایت بیہودگی سے پادری ہیلی کے مکان اور ان کے قیمتی سامان اور اسباب اور کتابونکو جلا کر تباہ کردیا پولیس اس موقع پر موجود تھی لیکن اس نے آتشزنی کی اس نازیبا حرکت کو روکنے کی مطلق کوشش نہین کی خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہین ہوا، کسی مشہور شخص نے اس تباہ کاری کی حرکات مین حصّہ نہین لیا۔ وزیرآباد کے بعض معززین نے مجمع کی ان زیادتیون کو روکنے کی بھی کوشش کی تھی جسمین ان کو کچھ نہ کچھ کامیابی ہوئی۔ پادری ہیلی کا مکان وزیرآباد سے دو میل کے فاصلہ پر اور نظام آباد سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک تنہا گوشہ مین واقع ہے یہانتک تو ہم نے مجمع کی زیادتیون کا ذکر کیا، جو صریحاً ناواجب تھین، ایک معصوم اور ہر دلعزیز مسیحی مشنری کے مکان کو تباہ کرنا نہایت افسوسناک اور قابل نفرت فعل تھا ہمین اس حرکت کی کوئی معقول وجہ نہین معلوم ہوئی۔ سوا اسکے کہ مجمع مین یورپینون کے خلاف غیظ و غضب کی ایک کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

کرنل اوبرائن تھوڑی سی فوج اور پولیس کے ساتھ ۱۶ تاریخ کو وزیرآباد پہونچے فوراً لوگون کی گرفتاریان شروع ہوئین اور وزیرآباد مین بھی رعایا پر ویسا ہی جبر و تشدد کیا گیا، جیسا کہ گجرانوالہ مین ہوا۔

۱۸ تاریخ کو ایک دربار منعقد ہوا جسمین بیان کیا جاتا ہے کہ کرنل اوبرائن نے

حسب ذیل تقریر کی :-

"سنو، اے بیوقوفو، اور دیوانو! تم نے یہ سمجھ لیا کہ انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اب تمھاری بد دماغی کا علاج ہو جائیگا، تمھارے سڑی پن کا ہمارے پاس نسخہ موجود ہے، تمکو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ کو اسکا اختیار حاصل ہے کہ وہ تمھارے مال اور اسباب کو ضبط کرلے، تمھارے مکانوں کو مسمار کرادے۔ بلکہ ان کو آگ لگوادے لہذا سب سے پہلے میں یہ حکم دیتا ہوں کہ جمعیت سنگھ ایڈؔا کا تمام سامان و اسباب بحق سرکار ضبط کیا جائے"!

دوسرے روز مارشل لا کا اعلان کردیا گیا۔ مارشل لا پر جسطرح عملدرآمد ہوا اُسکی کیفیت ہم دولت سنگھ سابق سکرٹیری مقامی آریہ سماج کی زبان سے لکھتے ہیں:-
مارشل لا کے اعلانات مختلف مقامات اور عمارتوں پر چسپاں کیے گئے تھے۔ یہ ان مقامات اور مکانات پر چسپان کئے گئے تھے، جن سے گرفتار شدہ لوگوں کا کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ آریہ سماج مندر پر مارشل لا کے متعدد نوٹس چسپان کیے گئے۔ حالانکہ ان معاملات سے آریہ سماج کا کوئی تعلق نہ تھا۔ میں حالانکہ ہڑتال کے خلاف تھا اور نہ اس تحریک میں میں نے کوئی حصّہ لیا تھا، ان اعلانات کی حفاظت کا ذمہ دار مجھے قرار دیا گیا۔ کیونکہ میں آریہ سماج کا سکرٹیری تھا۔ دو آدمیوں کو ہم نے خاص طور پر ان نوٹسوں کی حفاظت کرنے کے لیئے مقرر کیا تھا، اور میں بذات خود کئی مرتبہ نوٹسوں کو دیکھنے جاتا تھا، کہ کوئی شریر آدمی اُن کو پھاڑ نہ ڈالے مارشل لا

حکام اس معاملہ مین بہت سخت تھے کہ کوئی شخص ان نوٹسون کو صدمہ پہونچائے،
ان نوٹسون کو بگاڑنا یا ان کی جگہہ سے ہٹانا ارشل لا کے قوانین کی خلاف ورزی
سمجھا جاتا تھا۔ اور جن عمارتون پر یہ نوٹس چسپان تھے ان مین رہنے والے لوگ
اسکے ذمہ دار قرار دیے جاتے تھے، ڈاکٹر دولت سنگھ کو گرفتار کیا گیا اور دفتر
آریہ سماج کے رجسٹرون کو قرق کر کے پولیس لے گئی، ان کو دس روز قید رکھا گیا،
اور کہا گیا کہ وہ بعض اشخاص کے خلاف شہادتین دین۔ ۳۰ مئی کو وہ رہا کر دیے گئے
۲ رجون کو پھر گرفتار کیئے گئے۔ انھون نے بیان کیا ہو کہ اُن کے خلاف کسطرح مصنوعی
شہادتین جمع کی گئین، کوئی وکیل کرنے کا موقع نہین دیا گیا، اور کیسی معمولی شہادت
کی بنا پر انھین سزا دی گئی۔ کرنل اوبرائن نے اُن سے کہا "چونکہ سوامی شردھانند
بھی اس شورش مین شریک ہین اس لیئے آپ بھی ضروری شریک ہونگے"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہو کہ اگر کوئی شخص کسی یوروپین کو سلام نہ کرتا تھا تو اُسکی
پگڑی اتار کر اسکے گلے مین مضبوطی سے باندھ دیجاتی تھی۔ اور فوج کے لوگ کھینچکر اُسے
کیمپ مین لیجاتے تھے، جہان یا تو اسپر جُرمانہ کر دیا جاتا تھا، یا اُسکے کوڑے مارے
جاتے تھے، ایک گواہ نے بیان کیا کہ گو اُس نے سلام کیا لیکن چونکہ یوروپین افسر نے
نہین دیکھا اس لیئے اسے مجبور کر کے اس افسر کے جوتون کا بوسہ دلوایا گیا۔ اس بیان کی
اور بہت سے گواہون نے تصدیق کی ہو۔

مکھن بلا قیمت ادا کیئے برابر فوجون کے لیئے جاتا تھا۔ جب مکھن لینا بند کر دیا گیا

آنوا سکے بعد ہر گھر سے ایک روپیہ فوج کے مصارف کے لیئے وصول کیا جاتا تھا، صرف بیوہ عورتین مستثنیٰ کی گئی تھین، اس گواہ کا بیان ہو کہ جب جمع کیا ہوا روپیہ صرف ہو گیا تو اور روپیہ وصول کیا گیا۔ اسی گواہ کا بیان ہو کہ اسکے علاوہ بھی وزیرآباد سے ۶ ہزار روپیہ بطور تاوان وصول کیا گیا۔ گواہ خود بھی سینوپسل کمشنر تھا اور اُسے خود اپنے محلہ مین تاوان جمع کرنا پڑا۔

وہ خود ۲ رجون کو گرفتار کیا گیا۔ اور صرف ایک گھنٹہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اپنی برأت مین گواہ پیش کرے۔ جن لوگون کے پاس آتشین آلات تھے، ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اگر کوئی مجمع مقررہ تعداد سے زیادہ ہو تو وہ اُن پر بغیر کسی پس و پیش کے فیر کرین۔

ہمارے پاس اس بات کی بھی شہادت موجود ہو کہ جو لوگ گرفتار ہونے سے بچنا چاہتے تھے، وہ پولیس کو رشوت دیکر بچ جاتے تھے، یا انھین جھوٹی شہادتین نہ دینا پڑتی تھین۔

کچھ چارپائیان بھی فوج کے استعمال کے لیئے لوگون سے لی گئی تھین جو نہ تو واپس کی گئین اور نہ اُنکی قیمت ہی ادا کی گئی۔

رات کو گھنٹہ کا قاعدہ گوجرانوالہ کی طرح وزیرآباد مین بھی جاری کیا گیا اور اسکول کے لڑکون کو دن مین تین چار مرتبہ حاضریان دینا پڑتی تھین اور شاہی جھنڈہ کو سلام کرنا ہوتا تھا، ٹھیک دوپہر مین انھین پیدل چلنا پڑتا تھا جس سے انھین

بڑی تکلیف ہوتی تھی "

ہم سردار جمیعت سنگھ کے مال و اسباب کی ضبطی کا پہلے ذکر کر چکے ہین۔ اس حکم کا اصل مقصد معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، اُن کے بیٹے نے اپنے بیان مین کہا "جب ڈپٹی کمشنر اور دیگر افسران ہماری دوکان پر پہونچے، تو مجھے معلوم ہوا کہ گرفتاری کا وارنٹ میرے باپ کے خلاف جی جاری ہو گیا ہے۔ پولیس نے ہمارے رہائش کے مکان اور بیٹھکے کی پوری تلاشی لی اور عورتون کو ہماری موجودگی مین گالیان دین۔ پھر اُنھون نے دریافت کیا کہ جمیعت سنگھ کہان گئے یا انھون نے خود کو کہان چھپا رکھا ہے" گو کہ بیٹے نے صاف طور پر کہ دیا تھا کہ اسکا باپ جموں (کشمیر) چلا گیا" تاہم پولیس اسکو پریشان کرتی رہی۔ ۲۱ اپریل کو ضبطی کا حکم صادر ہوا۔ چار عورتین اور چھ بچون کو فوراً مکان سے نکال دیا گیا" عورتون کے پاس صرف اسیقدر کپڑے تھے، جو شریف پردہ نشین عورتین عموماً اپنے گھرون کے اندر پہنتی ہین۔ اور بچے تو بہت ہی کم کپڑے پہنے ہوے تھے، بلکہ سچ یہ ہے کہ مکان کے صحن مین بعض بلا کپڑے پہنے کھیل رہے تھے، عورتون کو جوتے پہننے کی بھی اجازت نہین دیگئی اور بچون کو اسی طرح برہنہ نکال دیا گیا۔ ایک ایسے لکھپتی شخص کے خاندان کے پاس جس نے اسکولون کالجون، دھرم شالون، اور دوسرے خیراتی انسٹی ٹیوشنون کو ہزارہا روپیہ دیئے تھے، اس روز نہ تو کوئی مکان تھا اور نہ ضروریات زندگی کی کوئی چیز۔ جو لوگ یہ جانتے ہین کہ پردہ نشین خواتین اپنے مکانون کے اندر کیسے کپڑے پہنتی ہین،

اور جب وہ باہر نکلتی ہین تو کیسے کپڑے پہنے ہوتی ہین - وہ اسطرح شریف عورتون کو باہر نکالنے مین پولیس کی نازیبا حرکت کے ظلم وتشدد کا اندازہ کر سکتے ہین - سردار جمیعت سنگھ وزیر آباد کے ایک بہت بڑے اور معزز رئیس ہین سکھون کے لیڈر ہین اور جنگ کے زمانہ مین اُنھون نے قیمتی جنگی خدمات انجام دی تھین جنکے صلے مین کمانڈر انچیف نے اُنھین سند بھی عطا کی تھی، سردار جمیعت سنگھ ۲۶ اپریل کو جیسے ہی واپس آئے، اُنھون نے فوراً خود کو پولیس کے حوالہ کر دیا لیکن ان کے خلاف ضبطی کے احکام ۱۴ مئی تک منسوخ نہین ہوے۔ ہم نے اُن کے مقدمہ کی مسلین دیکھی ہین، اور اس سے متعلق اور کاغذات بھی ہمارے سامنے پیش کیئے گئے ہین ہمین کوئی شک نہین کہ انھین نہایت ناواجب طور پر سزا دی گئی فرد جرم ابتداً انھین نہین دکھائی گئی - اور نہ اُنکے وکیل کو اسکی کوئی نقل دستیاب ہو سکی اور نہ برأت کے تمام گواہ طلب کئے گئے۔ سردار جمیعت سنگھ کی عمر ۶۲ سال ہے آپکی ایک آنکھ مین پھلی ہے۔ ایک معمولی بدمعاش کی طرح اُن سے سلوک کیا گیا اور کچھ دنون تک ایک ہی کوٹھری مین تنہا وہ بند کر دیے گئے۔

یہان کے مقدمات جسطرح کیے گئے، شاید ایسی مصنوعی کاروائیان کہین نہین ہوئین۔ ہم ذیل مین ان مصنوعی شہادتون کا مختصر طریقہ لکھتے ہین:-

بذریعہ ڈھنڈھورے لوگ چوکی پر جمع کیئے گئے۔ نیچے اور اندراجی بدمعاش مخبر قرار دیے گئے اور معرض عتاب ان کی سکھائی ہوئی شہادتون پر گرفتار اور کمیشن سے سزایاب ہو چکے تھے۔

نظام آباد

نظام آباد ایک چھوٹا سا موضع ہی، جو وزیرآباد سے صرف ایک میل کے
فاصلہ پر واقع ہی، یہان ایک تنگ گلی ہین کارخانہ کے مزدورون اور پیشہ ورون
(لوہارون) کے مکانات ہین، جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہین، یہان کے کچھ آدمی اس
مجمع مین شریک تھے، جس نے مسٹر بیلی کے مکان کو تباہ و برباد کیا تھا، لیکن اس
موضع کے غریب آدمیون کو جو سزا دی گئی، وہ چند آدمیون کے ارتکاب جرم سے
بہت زیادہ تھی، ۱۸-اپریل کو لاہور سے فوج کی ایک خاص گاڑی اس موضع کے سامنے
پہونچکر رک گئی۔ جو ریلوے لائن سے بہت ہی قریب واقع ہی۔ گورہ سپاہیون نے اس
موضع کو گھیر لیا۔ دوکانون کو لوٹا، آٹا، گھی اور دیگر خوراک کی چیزین چھین کر موضع کے
لوگون کو مجبور کیا کہ ریل گاڑی تک اس سامان کو پہونچا آئین۔ تقریباً ایک
ہفتہ عشرہ تک لوگون کو تھانہ پر جا کر سات بجے سے ۸ بجے شب تک دھوپ مین بیٹھنا
پڑتا تھا۔ لوگون کو اپنی دوکانین اور کارخانے بند کرنا پڑے۔

ایک لڑکا محمد رمضان جو اتفاقیہ سپاہیون کے پہرہ سے باہر نکل کر میدان مین
اپنی بکریان چرا رہا تھا، اسکے گولی ماردی گئی اور وہ وہین مرگیا۔ دو تین گورہ سپاہیون
نے اس لڑکے کو اسکی پگڑی سے باندھا اور کھینچکر اسکی لاش کو موضع کے قریب ایک
تالاب پر چھوڑ آئے۔

میر واحد علی نے بیان کیا ہو کہ کسطرح اس بات کی کوششین کی گئین کہ لوگون کو مجبور کرکے ان سے جھوٹی شہادتین لیجائین۔ لوگون کو روزانہ تھانہ پر جانا پڑتا تھا اور وہان وہ دھوپ مین بٹھائے جاتے تھے۔ اپنے بیان کے آخر مین اُنھون نے کہا کہ میری اور میرے بیٹے کی تلاشی لی گئی۔ اور ہم دونون حوالات مین بند کردیے گئے۔ ۹ جون کو ۹ بجے شام کے وقت مجھے کرنل اوبرائن ڈپٹی کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہمارے ساتھ وزیر آباد کے پانچ چھ آدمی اور تھے۔ ہم سب لوگون کو یہ سزا دی گئی ہو کہ ہم اپنی ناک سے زمین کو رگڑین۔ اور اسکے بعد ہم رہا کردیے گئے۔ اسطرح جب سزا دینے کے لیے معقول شہادت نہ مل سکی تو یہ ذلت انگیز سزا تجویز کی گئی تاکہ اس صورت مین بیگناہون کی توہین کی جائے۔ اس موضع سے ۱۰ ہزار روپیہ تاوان کے طور پر وصول کیا گیا۔ ہمارے پاس اس بات کی شہادت موجود ہو کہ پولیس نے لوگون کو دھمکیان دیکر اور بعض حالتون مین انھین جسمانی سزائین دیکر اُن سے جھوٹی شہادتین لینے کی کوشش کی۔

اکل گڈھ

یہ ایک ریلوے اسٹیشن ہو جسکی آبادی چار ہزار ہو، یہان مشہور دیوان ساون مل اور اُن کے بیٹے مولراج رہا کرتے تھے، جو سکھون کے عہد حکومت مین ملتان کے گورنر تھے۔ اپریل مین یہان کوئی فساد نہین ہوا۔ ۶ ۔ کو ہڑتال ہوئی اور اسی روز ایک جلسہ عام ہوا جسکے صدر دیوان گوپال لال تھے، جو دیوان ساون مل کے خاندان سے

ہین۔ ۱۴ اپریل کو لاہور اور امرتسر کی گرفتاریون کے خلاف ایک دوسری ہڑتال ہوئی۔ اکل گڈھ کے ریلوے اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر ریل کے تار کاٹ دیئے گئے۔ ۱۵ کو کوئی ہڑتال نہین ہوئی۔ اس فساد مین اکل گڈھ کے لوگ شریک نہ تھے اور نہ یہ ان کی کارروائی تھی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ شرارت اُن لوگون کی تھی جو وزیرآباد سے بیساکھی کا میلا منا کر واپس آرہے تھے۔ اکل گڈھ وزیرآباد سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۲۲ اپریل کو ڈپٹی کمشنر یہان آئے، پل کے قریب انھون نے قیام کیا، قصبہ کے معززین کو طلب کرکے اُنھین حکم دیا گیا کہ وہ اس سڑک کی مرمت کرین جو ڈاک بنگلہ کو جاتی تھی، تاکہ ان کی موٹر اسپر آسانی سے گذر سکے، اُسی وقت اس چھوٹے سے قصبہ سے دو ہزار روپیہ بطور تاوان جمع کئے گئے۔ اور ایک میل تک جبر یہ سڑک کی مرمت کرائی گئی تاکہ ڈپٹی کمشنر کی موٹر گزر سکے، یہ تاوان اصولاً نہایت ناواجب تھا، لیکن اس چھوٹے سے قصبہ کے لیئے یہ رقم بلا کسی لحاظ کے زیادہ رکھی گئی تھی، اسکے بعد گجرانوالہ اور وزیرآباد کی طرح یہان بھی ممتاز اصحاب کی گرفتاریان شروع ہوئین، تیس ملزمین پر مقدمے چلائے گئے جنمین سے بیس کو چھوڑ دیا گیا۔ ۱۶ سال کے دو لڑکون کو ایک دن کی قید بلا مشقت کی سزا دی گئی چھ کو سزائین دی گئین۔ اور دو کے خلاف مقدمہ ہٹا لیا گیا۔

گواہون کو ڈرانے دھمکانے اور رشوتین لینے کے واقعات عام تھے، اور ہمارے پاس جو بیانات ہین اُن سے ان واقعات کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

نانک چند سے پولیس نے جھوٹی شہادت دینے کو کہا اور جب انھون نے انکار کیا تو آدھ گھنٹہ دھوپ مین کھڑا کیا گیا، انھین گالیان دی گئین اور یہ کہا گیا کہ انھون نے شہادت نہ دی تو گولی ماردی جائیگی؛ اس لیئے انھون نے اپنا بیان لکھوایا۔ لیکن اُن کا بیان ہے کہ انھون نے عدالت کے سامنے صحیح صحیح واقعات بیان کردیئے، انھون نے دوسرے لوگون کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہوتے ہوے دیکھا۔ لوگون کو ڈاک بنگلہ مین جمع ہونے پر مجبور کیا گیا، خود انھین مجبور کیا گیا کہ بلاقیمت وہ فوج کے آدمیون کے لیئے دودھ مہیا کرین

دیوان گوپال لال؛ جو دیوان ساون مل کے خاندان سے ہین انھین گرفتار کیا گیا۔ دو مہینہ تک وہ جیل مین قید رہے، لیکن چونکہ اُن کے خلاف کوئی شہادت نہین ملی اسلیئے انھین چھوڑ دیا گیا، ان کا بیان ہے کہ "مین اس وجہ سے گرفتار کیا گیا کہ مین نے ریونیو اسسٹنٹ اور محمد صاحب خان کو رشوت دینے سے انکار کردیا؛ جو وہ ضلعدار چودھری غلام قادر اور سردار خان کے ذریعہ سے وصول کرنا چاہتے تھے، جب مین جیل مین تھا تو اُنھون نے میرے لیئے میرے اعزا سے بطور رشوت پانچ ہزار اور میرے سالے سے ایک ہزار روپیہ وصول کیئے۔

رام لال طالبعلم کو، جسکی عمر ۱۵ سال ہے ۲۲ راپریل کو گرفتار کیا گیا اور ۱۲ رمئی کو رہا کیا گیا۔ لالہ گنیش داس پاسی اور اُن کے دو بھائیون کو گرفتار کیا گیا۔ انھون نے بیان کیا ہے کہ اُن سے دو ہزار روپے بطور رشوت لیئے گئے۔ پھر بھی قید رکھا گیا اور آخر کار رہا کیا گیا ۲۳ رمئی کو اس الزام مین ان کا مال ضبط کیا گیا کہ وہ روپوش ہوگئے اور یہ مال و اسباب

۱۹ر جولائی تک واپس نہیں کیا گیا۔ حالانکہ وہ رہا کر دیئے گئے تھے،

چودھری فضل داد، جو اس موضع کے ایک نمبردار اور میونسپلٹی کے وائس چیرمین ہیں وہ چونکہ ملزمین کی طرف سے گواہ تھے۔ لہذا انھیں بھی گرفتار کیا گیا، ان پر مقدمہ چلایا گیا اور پانچ سو روپیہ جرمانہ ہوا، اور بلا وجہ ۲۶ تاریخ کو انھیں موضع کی نمبرداری سے ہٹا دیا گیا، ان کا بیان ہے کہ لوگ جو مزدور پیشہ بھی نہ تھے، افسران اور ذیلدار نے بلا اجرت کام کرنے پر مجبور کیا، ۱۰ سو روپیہ جو زبردستی کے ساتھ جمع کیا گیا تھا اس میں سے صرف سات یا آٹھ سو ٹھیکہ دار کو دیا گیا وہ بیان کرتے ہیں کہ تمام لوگوں کو ایک جگہ میں جمع کیا گیا، کچھ کلدار توپیں اور کچھ بڑی توپیں اسٹیشن سے چھوڑی گئیں۔ لوگوں سے صاف طور پر کہا گیا کہ وہ ملزمین کی طرف سے شہادتیں نہ دیں بلکہ سب انسپکٹر پولیس کی خواہش کے مطابق سرکار کی طرف سے گواہی دیں۔

لوگوں سے ایک ہزار روپیہ کلدار توپوں کے مصارف کے لئے وصول کیا گیا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اور ایک چھوٹی سی رقم تاروں کی مرمت کے لئے وصول کی گئی۔

رام نگر

رام نگر بھی اکال گڑھ سے بڑا قصبہ ہوتا ہے۔ دریائے چناب کے کنارے یہ اکال گڑھ سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ مقام ریلوے لائن پر نہیں ہے۔ یہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا شاہی محل ہے جسکو اب بارہ دری کہتے ہیں۔

یہان ۶ر اپریل کو ہڑتال ہوئی اور ۱۵ر اپریل کو بھی ایک مختصر سی ہڑتال ہوئی کہا جاتا ہی کہ رام نگر مین کسی قسم کی غارتگری نہین ہوئی لیکن یہ الزام لگایا جاتا ہی کہ یہان ملک معظم کی تصویر جلائی گئی تھی اور اُسکی خاک دریا مین بہادی گئی۔ ہم نے اس واقعہ کی پوری تحقیقات کی ہی۔ ہم نے کئی سو گواہون کی شہادتین لین۔ اور اگرچہ شہادتون سے ہمارا اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ اس الزام کی تردید کرنے کے لیئے کافی نہین۔ تاہم ہمنے عام لوگون سے خواہش کی کہ وہ ہمکو بتائین کہ اس واقعہ کی کیا اصلیت ہی۔ ۳۰ر نومبر کو رام نگر مین ایک عام جلسہ کیا گیا اور اسمین ان لوگون کو شرکت کی دعوت دی گئی، جنکو یقین تھا کہ ملک معظم کی تصویر جلائی گئی۔ اُن سے کہا گیا کہ خواہ وہ اپنے بیانات پبلک کے سامنے دین یا خفیہ طور پر۔ لیکن ایک گواہ بھی اس قسم کا نہین آیا جو اس واقعہ کی تصدیق کرے، جس سے ملک معظم کی توہین مقصود ہو۔ ہمین یقین کامل ہی کہ یہ الزام محض مصنوعی ہی، جو بیانات ہمارے سامنے گذرے ہین اُن سے ثابت ہوتا ہی کہ ۲۳ر اپریل تک پولیس کے افسر نے اس واقعہ کا کوئی ذکر نہین کیا، کرنل او برائن نے اپنے فیصلہ مین لکھا ہی کہ پولیس اپنی مشغولیت کے سبب سے اس واقعہ کا فوری ذکر نہ کر سکی یہ عذر قابل تسلیم نہین ہی کیونکہ کم از کم اس واقعہ کا ذکر پولیس کے روزنامچہ مین ہونا چاہیئے تھا۔ ۷ر اپریل کو پولیس انسپکٹر نے جس نے رام نگر مین گھوم کر چکر لگایا تھا۔ اُس نے بھی اس واقعہ کا کوئی ذکر نہین کیا، اس واقعہ مین جس شخص کے متعلق کہا جاتا ہی کہ اس نے نمایان حصہ لیا وہ ۹ر مئی تک گرفتار نہین کیا گیا اگرچہ وہ قصبہ مین موجود تھا۔

اِسکے باوجود بھی اہلِ رام نگر پر نہ صرف ایک بدنما فعل کا الزام لگایا گیا بلکہ وہان کے معززین پر نہایت ناواجب طور پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور اس مین مصنوعی شہادت سے کام لیا گیا۔ جبکہ معمولی ضابطہ اور قانونی اصول کا مطلق کوئی لحاظ نہین رکھا گیا۔

لالہ کرم چند جنکی عمر ۱۰ سال ہے، اور جو مذہباً ایک بہت ہی دیندار آدمی ہین اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہین۔ وہ بھی ان مصائب کا شکار ہوئے۔ اُن پر ۲۲ دیگر آدمیون کے ساتھ مقدمہ چلایا گیا۔ اور انھین سزا دی گئی، وہ سنہ ۱۸۸۶ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک پوسٹ آفس اور ریلوے مین ملازم رہے، سنہ ۱۹۱۰ء کے بعد سے اُنھون نے "دنیاوی معاملات سے عملاً کنارہ کشی اختیار کر لی" سال مین وہ ۹ ماہ ہردوار مین بسر کرتے ہین۔ وہ اس بات سے انکار کرتے ہین کہ "کوئی جنازہ اُٹھایا گیا یا کوئی تصویر جلائی گئی" وہ اِسکو تسلیم کرتے ہین کہ ۱۵ اپریل کو کچھ لڑکے بازار سے ہوکر گذرے جو یہ شور مچاتے تھے، "ہے ہے رولٹ بل" وہ کہتے ہین کہ ۱۷ اپریل کو ایک سب انسپکٹر پولیس رام نگر گیا، اور اُس نے لکھا کہ وہان صرف ہڑتال ہوئی، اُسکے بعد اور کوئی واقعہ پیش نہین آیا، یہ ۱۳ اپریل کا واقعہ ہے کہ مسٹر مال رام نگر گئے اور ضلعدار سے مشورہ کرنیکے بعد اُسکو مع دیگر آدمیون کے انگل گڈھ بھیجا تاکہ وہ وہان جاکر تحقیقات کرے۔ ۲۲ اپریل کو ان لوگون کے ہاتھون مین ہتکڑیان ڈالکر گجرانوالہ بھیجا گیا۔ جہان وہ ۱۶ مئی تک رہے۔ اسوقت تک انھین یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ کیون گرفتار کئے گئے تھے، ۱۷ مئی کو انھین پھر رام نگر واپس لائے۔ ۱۹ کو اُن سے کہا گیا کہ وہ اپنے گواہون کے نام بتائین۔ ۲۲ مئی کو

ان پر مقدمہ چلایا گیا اور نتیجہ وہی ہوا جسکا ہم پہلے ذکر کر چکے ہین۔

لالہ سندر داس کا بیان ہو کہ رام نگر کے لوگ اگر گرفتاریون کے متعلق یا ہرتال دیتے تھے، تو یہ بھی حکّام کو ناگوار ہوتا تھا، تو وہ انھین دیگر آدمیون کے ساتھ ڈپٹی کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور رہا کرنے سے قبل کرنل ڈیراُن نے اُن کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اپنی ناک سے خط کھینچین اور اپنے افعال سے توبہ کرین۔"

لالہ ہنسراج کا بیان ہو کہ عبداللہ نمبردار مہتی تو اُن کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اگر وہ اُس کو دو سو روپیہ نہ دینگے تو دوسرے روز وہ صبح کو گرفتار ہو جاینگے لالہ صاحب نے اسکی شکایت کی۔ وہ بیان کرتے ہین کہ" دوسرے روز مین نے دیکھا کہ عبداللہ نمبردار کا بھائی اور ایک دوسرا شخص جو جرائم پیشہ طبقہ سے تعلق رکھتا تھا لاٹھیان لیے اُن کے دروازے پر بیٹھے ہوے تھے، جیسے ہی مین باہر نکلا ان دونون نے فوراً مجھے پکڑ لیا، اور کھینچکر بازار کی طرف لیچلے،" لالہ نے اب بھی روپیہ ادا کرنے سے انکار کیا۔ اُسکے بعد اُنھین زبردستی اسٹیشن لے گئے۔ انھون نے بیان کیا ہے کہ کسطرح ان کو سرکاری گواہ بنانے کی کوشش کی گئی، اور پھر اُن کے خلاف مصنوعی شہادتین بنائی گئین۔ لالہ صاحب ۱۵ اپریل کو وزیر آباد مین تھے، اور اسی روز سوا پانچ بجے شام کو وہ اکلن گڈھ پہونچے۔ ایسی صورت مین یہ اُن کے لیئے قطعاً ناممکن تھا کہ وہ اسی روز رام نگر کے کسی جلسہ یا مظاہرے مین شریک ہوتے جسوقت کہ ملک معظم کی تصویر کے جلانے کا واقعہ بیان کیا جاتا ہو۔

لالہ گووند سہائے اور دیگر اشخاص کو محض اس بنا پر گرفتار کیا گیا کہ یہ لوگ اس معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے کی غرض سے ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے تھے۔ انھین بھی ااجون کو زمین پر ناک سے خط کھنچوا کر اور پہ توبہ کرا کر چھوڑا گیا، جو سلوک لالہ سندر داس کے ساتھ کیا گیا تھا۔

لالہ رام چند نے بیان کیا ہے کہ کسطرح ملک معظم کی شبیہ جلانیکے قصہ کو بعد کو اسطرح بدل دیا گیا تھا کہ ایک کپڑے کی گڑیا جلائی گئی تھی،

سید حکیم شاہ پنشن یافتہ اسٹیشن ماسٹر نے اس واقعہ کی مزید تشریح کی ہے، جو خود اتفاقاً اُسی روز دریا پر گئے تھے، لیکن وہان انھون نے کوئی چیز جلتے ہوئے نہین دیکھی۔ ہم، انکو ان سے کہا گیا کہ وہ سرکار کی طرف سے شہادت دین، اور جب انھون نے انکار کیا، تو انکے ساتھ نہایت بدسلوکی کی گئی۔ وہ ۳۷ سال تک ریلوے مین ملازمت کر چکے ہین۔

بھگوان داس جو تصویر جلانے کے مقدمہ مین سرکاری گواہ ہو گیا تھا، اب ہمارے سامنے اپنے بیان مین اُس نے اس شہادت کی تردید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کسطرح اسکو دھمکی دیکر شہادت دینے پر مجبور کیا گیا۔

ہمارا خیال ہے کہ اکل گڈھ اور رام نگر کے باشندون کو محض اسوجہ سے ذلیل کیا گیا، اُنکی آزادی کو صدمہ پہونچایا گیا، اور اُنھین مالی نقصانات کے علاوہ پریشان کیا گیا کہ کرنل اوبرائن اُنکو ایک سخت سبق دینا چاہتے تھے، کیونکہ اس قصبہ کے باشندون مین یہ پہلا اتفاق تھا کہ سیاسی بیداری پیدا ہوئی، اور انھون نے ملکی معاملات مین حصہ لینا شروع کیا۔ یہ ظلم و زبردستی

ایک ناعاقبت اندیش افسر لکت صاحب خان کی موجودگی سے اور مضاعف ہوگئی جس کا تمام ان بیانات مین نمایان طور پر لیا گیا ہے جو ہم نے قرب و جوار کے موضع سے جمع کئے ہین۔

حافظ آباد

حافظ آباد داکل گڈھ سے ۵۱ میل کے فاصلہ پر وزیر آباد اور لائل پور ریلوے لائن پر واقع ہے، اور ایک خاصا تجارتی مرکز ہے، اسکی آبادی ۵ ہزار سے زیادہ ہے،

لاہور اور امرتسر مین حکام کے اس طرز عمل کے خلاف جو ان سے ۱۰ اپریل کو ظاہر ہوا تھا، ہڑتال کی ایک عام تحریک ریل کے ذریعہ سے پھیلتی جاتی تھی اور حافظ آباد مین بھی یہ تحریک پہونچ گئی تھی، ۱۴ اپریل کو وہان بالکل ہڑتال رہی۔ ایک مجمع جسمین زیادہ تر شرابی آدمی تھے ریلوے اسٹیشن گیا۔ جس مقام پر ریل کی سڑک کو عبور کرتے ہین وہ اسٹیشن سے تین سو گز کے فاصلہ پر ہے، اس مجمع نے گاڑی کو روک لیا اور بہانت کمینہ پن سے اُس نے لفٹنٹ ٹاٹم پر حملہ کیا، جو اپنے چھوٹے بچہ کے ساتھ اول درجہ مین سفر کر رہے تھے، مجمع نے گاڑی کی کھڑکیان توڑ ڈالین۔ لیکن اس مجمع مین ایسے لوگ بھی تھے جنھون نے لفٹنٹ ٹاٹم کے ساتھ اس وحشیانہ سلوک کو ناپسند کیا، اور ان کی حفاظت کی لفٹنٹ ٹاٹم کی خواہش پر ڈرائیور نے گاڑی کو اور تیز چلانا شروع کیا، جو بخیریت وزیر آباد پہونچ گئی۔ ۵ا تاریخ کو ایک شرابی شخص نے جسکا نام ٹوپ تھا سو آدمیون کے مجمع کے ساتھ

ریلوے لائن پر حملہ کر کے تار کاٹ دیئے اور ایک پوائنٹمین کے جھونپڑے کو نقصان پہونچایا۔ اسکے بعد ٹوپ کو حوالات پہونچا دیا گیا۔ مجمع اسکے پیچھے پیچھے چلا اور جس تحصیل مین اسکو لے گئے تھے، پتھر مار کر اسکی کھڑکیان توڑ ڈالین، جب بندوق کا ایک فیر کیا گیا تو یہ مجمع منتشر ہو گیا۔

کرنل او برائن ۲۲ ر اپریل کو حافظ آباد پہونچے۔ اسکے بعد یہان بھی یہی واقعات پیش آئے، جو اکل گڑھ اور دیگر مقامات پر پیش آئے تھے، جن سے لوگون مین سخت خوف اور دہشت پیدا کی گئی۔

بہاری لال کپور کو مع اسکے ملازم لڑکے کے گرفتار کیا گیا، الزام وہی تھا، جسکا انھون نے اپنے بیان مین ذکر کیا ہے، اور گاڑی پر حملہ ہونیکے سلسلہ مین بھی ان پر الزام تھا، ان کا بیان ہے کہ جھوٹے گواہ اور ایک سرکاری ملازم کو ان کے خلاف بطور شہادت پیش کیا گیا، لیکن بہاری لال صاحب اور ان کے ملازم کو ایک ماہ نو روز حوالات مین بند رکھنے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔

ہرنام سنگھ کو زبردستی دو سو روپیہ رشوت کے نذر کرنا پڑے تاکہ اسطرح وہ اپنے لڑکون کو بچالین لیکن اس سے کچھ مطلب حاصل نہوا، لڑکے کو گرفتار کر کے اسپر مقدمہ چلایا گیا اور قید کی سزا دی گئی۔

حکم دیوی کا بیان ہے کہ اسکے لڑکے کو محض اسوجہ سے جیل جانا پڑا کہ وہ پولیس کو رشوت نہ دے سکی۔ لالہ ودو رام ایک وکیل کے محرر ہین، انھون نے بیان کیا ہے کہ پولیس نے

خانگی جھگڑون سے بھی فائدہ اٹھاکر لیڈران کو نقصان پہونچانیکی کوشش کی حتی کہ ان لوگون کو بھی جنھون نے دوران جنگ مین قیمتی خدمات انجام دی تھین اُنھون نے یہ بھی بیان کیا ہی کہ پولیس نے کس طریقہ سے شہادتین تصنیف کی تھین۔

سردار دیوان سنگھ سب اڈیٹر کا بیان ہی کہ "سب سے پہلے چھ آدمیونکو جو معزز لوگ تھے گرفتار کرکے اُن کے ہاتھون مین ہتکڑیان ڈالی گئین اُن کو یہ نہین بتایا گیا کہ اُن پر کیا الزامات تھے اور نہ انھین اور کسی قسم کی کوئی اطلاع دی گئی۔ ڈیڑھ مہینہ کے بعد ان پر باضابطہ فرد جرائم لگائی گئی۔ جھوٹی شہادتین حاصل کرنے کی غرض سے لوگون کو جسمانی سزائین دی گئین۔ اور سر بازار انھین گالیان سنائی جاتی تھین ان کے ساتھ نہایت سختی کا سلوک کیا گیا، اور معزز آدمیون کو ہر طرح کی اور ذلتین دی گئین وائسرائے اور لفٹنٹ گورنر کو ان جھوٹی شہادتون کے متعلق تار دیے گئے لیکن کوئی شنوائی نہین ہوئی اور نہ کوئی تحقیقات کی گئی۔ جب کرنل صاحب کو معلوم ہوا کہ اس قسم کے تار بھیجے جاتے ہین تو انھون نے ان پر سنسر بٹھادی اور اکثر اُن تارون کے لینے سے انکار کر دیا جاتا تھا۔ سرسری مارشل لا کی عدالتون نے حافظ آباد کے تمام مقدمات کا ایک ہی دن مین فیصلہ کر دیا۔ حافظ آباد کے مقدمات مین بڑے بڑے زمیندار، روپیہ بنکون کے منتظم، وکلا اور دیگر معزز لوگ شامل تھے۔ ان لوگون کی شہر کی سڑکون پر تشہیر کرائی گئی اور انھین ذلیل کیا گیا۔

لالہ روپ چند چوپڑہ نے مفصل طور پر بیان کیا ہی کہ کرنل او برائن نے فوجی بھرتی کے

معاملہ مین اور بعد کو مارشل لا کے تحت مقدمات چلانے کی کیسی مستعدی اور سختی کا اظہار کیا۔ یہ دیکھ کر کہ حالات اُن کی حسب خواہش نہ تھے یعنی یہ کہ ۳۰ اپریل تک کافی تعداد مین لوگ گرفتار نہ کیے گیے تھے، کہا جاتا ہو کہ کرنل اوبرائن نے بعض پُرانے افسرون کو ہٹا کر اُنکی بجائے اپنے انتخاب سے نئے افسران مقرر کیئے۔ ۳۰ اپریل کو اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ہر پگڑی پہننے والا شخص دوسرے روز صبح کو تحصیل مین پہونچ جائے، اور اگر کوئی غیر حاضر ہوا تو اُسکے گولی ماردی جائیگی۔ اُنھون نے یہ بھی بیان کیا کہ جدید انتظام کے قائم ہونے کے بعد لوگون کو دن بھر دھوپ مین بٹھایا جاتا تھا: اور یہ حالت ان کی کئی روز تک جاری رہی۔

دوسرے مقامات کی طرح یہان بھی اسکول کے طالبعلمون کے لیئے ویسے ہی احکام صادر ہوئے۔ بعض گورہ سپاہیون نے دوکاندارون کے مکانات سے چیزین لیلین اور اُن کی کوئی قیمت ادا نہین کی۔ یہ گواہ ۵ اکتوبر کو مسٹر انتھونی ریوز کے ساتھ انسپکٹر کے مکان پر گیا، اور تعزیری پولیس کے خلاف زبردستی روپیہ وصول کرنیکی ایک نقل کی ان کو اطلاع دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دو پولیس کانسٹبل برخاست کئے گئے اور حولدار تنزل کردیا گیا۔ مسٹر چوپڑہ نے اپنے بیان کے آخر مین لکھا ہو کہ اُنھون نے آکسفورڈ مین تعلیم پائی ہو۔ وہ ۲۰ سال انگلستان مین رہے ہین اور لندن مین ہندوستانیون نے جو طبی جماعت سپاہیون کی تیمارداری کے لیئے قائم کی تھی وہ اُسکے ایک رکن تھے۔ اُن کا بیان ہو کہ اُنھون نے کبھی سیاسی معاملات مین حصہ نہین لیا لیکن اُس وقت اُنھون نے

ہمارے سامنے محض اس غرض سے شہادت دی ہے کہ رعایا کو جو نقصانات پہونچے انکی تلافی کی جائے۔

لالہ بیلی رام کپور کو گرفتار کرکے مع ۲۳ آدمیون کے حوالات کے ایک کمرہ مین بند کر دیا گیا جو ۱۵ فیٹ لمبا اور ۱۲ فیٹ چوڑا تھا، اور اسی تنگ کمرہ مین انھین حاجت ضروری (پاخانہ پیشاب) کرنا پڑتی تھی۔ یہان وہ ملزمین کی حیثیت سے دو روز تک رکھے گئے

سردار سیوہ سنگھ جو محکمہ جنگلات مین ہیڈ کلرک تھے، اور اب پنشن پاتے ہین انھون نے بیان کیا ہے کہ فوجی بھرتی مین کیسی سختی اور تشدد برتا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہین ۱۸ اپریل کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کیا گیا۔ ۲۲ کو وارنٹ صادر ہوا، اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پیش کئے گئے یہ مین دو روز تک حافظ آباد کے حوالات مین بند رہا، جو بہت ہی گندہ تھا، اسی کمرہ مین ۲۳ آدمی اور بھی بند تھے، حالانکہ اسمین چار آدمیون سے زیادہ گنجائش نہ تھی، ہم لوگون کو بہت ہی سخت تکلیف ہوئی پیشاب یا پاخانہ کرنے کی اجازت بھی نہ ملتی تھی ہم مین سے دو شخصون کو ایک ساتھ باہر نکالا جاتا تھا، کیونکہ ہمارے ہاتھون مین ہتھکڑیان پڑی ہوئی تھین بعض اوقات حوالات مین ہمین اجابت کرنی پڑتی تھی - ۲۴ اپریل کو ہم لوگون کو گوجرانوالہ کے ڈسٹرکٹ جیل مین منتقل کیا گیا، ہم لوگون کے ساتھ ایک مسلح فوجی پولیس کا گارد تھا جو سخت نگرانی کرتا تھا، پورے ۲۳ آدمی ایک ہی رسی مین بندھے ہوئے تھے، ہر شخص کے ہاتھ مین ہتھکڑیان پڑی ہوئی تھین نہ تو ہمین پیشاب پاخانہ کی اجازت تھی اور نہ ہم پانی پی سکتے تھے، ادنی درجہ کے ملازمین پولیس ہمارے ساتھ جو

سلوک کرتے تھے وہ ناقابل برداشت تھا۔ ۲۳ر مئی کو ہمین حافظ آباد لے گئے تاکہ وہان ہماری شناخت کی جائے، مین بیان نہین کرسکتا کہ حافظ آباد جاتے ہوے راستہ مین پولیس نے ہمارے ساتھ کیسی سختی اور تشدد کا برتاؤ کیا۔ ہم مین سے صرف سات آٹھ آدمیون کو جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے اپنا کھانا کھانے کی اجازت دی تھی جب ہم لوگ گوجرانوالہ جیل سے باہر نکالے گئے تو جیلر نے سب انسپکٹر پولیس سے کہا کہ ہم لوگون کے لیئے کھانا تیار رہی ہمین کھانا کھانے کی اجازت دیجائے لیکن سب انسپکٹر پولیس نے اسکی اجازت نہین دی۔ اسطرح ہمین تمام دن روزہ رکھنا پڑا۔ ۲۹ر مئی کو ہم لوگ لاہور لائے گئے۔

سرکاری وکیل کو ہمارے کاغذات دکھائے گئے جنھون نے ہمارے مقدمہ کو اس بنا پر واپس کردیا کہ جرم بہت معمولی تھا۔ ۴ر جون کو سٹروینس ہمارے پاس آئے، اور ہم سے خواہش کی کہ ہم اپنے گواہون کی فہرست پیش کرین۔ ہماری متواتر درخواستون کے باوجود ہمین یہ نہین بتایا گیا کہ ہمارا جرم کیا تھا اور نہ ہمین یہی معلوم ہوا کہ ثبوت کی طرف سے ہمارے خلاف کون سے گواہ پیش ہونگے، ۷ر جون کو ہمارے مقدمہ کی تاریخ مقرر ہوئی، اور اسطرح اپنی برات مین ہم کسی قسم کی تیاری نہ کرسکے کیونکہ اسکا وقت باقی نہ رہا تھا، نہ ہم اپنے اعزا کو اطلاع دے سکے، اور نہ ہم اپنی طرف سے وکلا مقرر کرسکے میری طرف سے ایک گواہ ڈاکٹر امریک سنگھ اسسٹنٹ سرجن شملہ مین تھے، ان کو طلب نہین کیا گیا جراح مین ڈاکٹر دولت رام نے یہ تسلیم کیا کہ میرے اور اُن کے

تعلقات اچھے نہ تھے، سرکار کی طرف سے اور جسقدر گواہ گذرے، وہ پولیس سے کے خوف کے سبب سے۔ میری طرف سے جسقدر گواہ گذرے، وہ سب معزز اشخاص تھے، اور ان سب نے اپنے بیانات مین یہی کہا کہ مین آشوب چشم کی شکایت مین مبتلا تھا، اور اس لیئے گھر سے باہر نہ نکل سکتا تھا۔ میری عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہے۔ مین نے سیاسی جلسون مین کبھی کوئی حصّہ نہیں لیا ہے۔ مسٹر ویلیس نے کرنل اوبرائن ڈپٹی کمشنر سے مشورہ کرنے کے بعد مجھپر پانچسو روپیہ جرمانہ کیا۔ رحم کے لیئے مین نے جو درخواست دی تھی، ہنوز اسکا کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ سب پولیس کی شرارت کا نتیجہ ہے، جس نے چند بدمعاشون کو اپنی تائید کے لیئے ملا لیا تھا، اسطرح تمام واقعات ایک ہی روز مین ایک جگہ پر واقع ہوے فسادد دو روز یعنی ۱۴ اور ۱۵ تاریخ تک جاری رہے۔ پہلے روز پولیس نے لوگون کی شرارت کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ان کو اور زیادہ ہمت دلائی۔ دوسرے صرف خالی کارتوسون کے چند فیر کردینے سے فسادات دب گئے، جسکے لیئے کسی امدادی پولیس یا فوج سے مدد لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اگر پولیس پہلے ہی دن اپنے فرائض منصبی ادا کرتی تو یہ واقعات پیش نہ آتے۔ حافظ آباد کی عمارتون کو مجمع نے جو نقصانات پہونچائے، وہ چند روپیہ سے زیادہ کے نہ تھے۔ یہان کے باشندون سے جرمانہ کے طور پر ۶ ہزار روپیہ لیے گئے۔ رعایا کو اب تعزیری پولیس کے مصارف بھی برداشت کرنا پڑتے ہین، جو ملک معظم کی غریب رعایا کے لیئے سخت مصیبت اور تکلیف کا باعث ہین۔"

لالہ رام سہائے ہیڈ ماسٹر اینگلو سنسکرت اسکول بھی گرفتار کئے گئے تھے اُن کی
غیر موجودگی مین ان کے مکان کی تلاشی لی گئی، گیارہ بجے رات تک تلاشی ہوتی رہی
انھین گجرانوالہ کے جیل مین پکڑ کر لے گئے اور ایک ہفتہ عشرہ کے بعد پھر حافظ آباد
واپس لائے۔ وہ بیان کرتے ہین: "یہان مجھپر زور دیا گیا کہ مین سرکاری گواہ
بنجاؤن۔ انسپکٹر پولیس نے اگرچہ کوئی جسمانی تشدد یا سختی نہین کی لیکن اخلاقی طور پر وہ
مجھے برابر مجبور کرتے تھے۔ پہلے انھون نے میری تعریف کی کہ مین ایک تعلیم یافتہ آدمی
ہون اور اسکے بعد مجھے دھمکی دی کہ مجھکو پھانسی دیدی جائے گی، اور میرا تمام سامان
ضبط کرلیا گیا، یا یہ کہ مجھے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی جائے گی۔ پہلے مین نے
اُن سے کہا کہ مین غدار بننا نہین چاہتا، اور اسکے بعد انھون نے ایسے دلائل پیش کئے
کہ جنکا مطلب یہ تھا کہ سچ بولنا غداری نہین ہے۔ اسکے بعد مین نے اپنے والد سے مشورہ
کیا۔ اور اسکول کے مذہبی معلم نے کہا کہ جو باتین سچ ہین وہی کہنا چاہیئے۔ کوئی جھوٹ
بات نہ کہنی چاہیئے۔ جب مین نے انسپکٹر سے کہا تو انھون نے مجھ سے کہا کہ وہ صرف سچے
واقعات مجھسے سننا چاہتے تھے لیکن جب مین نے اپنا بیان لکھانا شروع کیا تو انھون نے
مجھسے کہا کہ مین یہ نہ کہون کہ مین ۱۰ اپریل کے پرسکون اور امن پسند جلسہ مین تقریر
کرنا چاہتا تھا، انھون نے یہ بھی کہا کہ اگر مجھسے دریافت کیا جائے کہ آیا لیڈران نے
شورش اور فساد مین کوئی حصہ لیا یا نہین تو مجھے یہ جواب دینا چاہیئے کہ ان باتون کو
مین نہین جان سکتا کیونکہ مین اس موقعہ پر موجود نہ تھا۔ بیشک مجھے اس بات کا یقین تھا

اور اب بھی مین یقین کرتا ہون کہ لیڈران مین گردیال سنگھ اور لالہ رام سہائے شرفِ فساد مین مطلق شریک نہ تھے، لیکن یہ بات مین نے اپنے بیان مین نہین لکھی کیونکہ اسوقت میرے گرد و پیش جو حالت تھی اُس سے مین متأثر ہو رہا تھا۔ جب مین اپنا بیان لکھا چکا تو مجھ سے کہا گیا کہ میرے خلاف کوئی شہادت نہ تھی اور یہ کہ مجھے رہا کر کے سرکاری گواہ کے طور پر پیش کیا جائیگا۔ بلا شبہ مین اسکے لیے آمادہ تھا کہ مین سچ واقعات بیان کردونگا، اور ایسا ہی مین نے کیا۔ سوا اسکے کہ مین نے اسکا کوئی ذکر نہین کیا کہ ملزم لیڈر شرفِ فساد مین شریک نہ تھے۔ فساد کے متعلق مجھ سے کوئی سوال عدالت مین نہین کیا گیا۔

۲۱ رمئی کو ہم لوگون کو پھر حافظ آباد واپس لایا گیا۔ طوائفون اور دوسرے ادنیٰ درجہ کے لوگون سے ہماری شناخت کرائی گئی، اس مرتبہ چونکہ ہم لوگ تعداد مین زیادہ تھے۔ اور جیل مین ہمارے لیئے کافی گنجائش نہ تھی۔ اس لیئے ہمین باہر آفس کے ایک بڑے کمرہ مین رکھا گیا، ہم لوگون کے ہاتھون مین ہتکڑی پڑی ہوئی تھین اور ہم مین سے دو دو آدمی ایک ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ اسی حالت مین ہم پیشاب پاخانہ کرتے تھے، جس سے ایک دوسرے کو ننگا دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح ہتکڑیان پہنے ہوئے ہم لوگ باہر میدان مین سوتے تھے۔

۲۳ راپریل کو مجھے کرنل اوبرائن کے سامنے پیش کیا گیا، جنھون نے ایک ہزار کی ضمانت داخل کرنے کا حکم دیا، اور جب مین نے ضمانت داخل کردی تو مین رہا کر دیا گیا۔

چار روز کے بعد پھر مجھے ڈپٹی کمشنر نے بلایا اور بنگلہ کے باہر لوگوں نے مجھ سے کہا کہ مجھ پر سے تمام قیود اُٹھا لیئے گئے، کرنل اوبرائن اپنے بنگلہ سے باہر نکلے اور انھوں نے مجھ سے کہا، "توبہ کرو"، مین نے زبانی اور عملاً توبہ کی، گو مین یہ جانتا تھا کہ مین بالکل بیگناہ ہون، اسکے بعد انھوں نے مجھ سے کہا کہ "مین اپنی صفائی کردن" جس سے مطلب یہ تھا کہ سرکاری گواہ ہو جاؤن۔

جیسا کہ مین پہلے لکھ چکا ہون، اپنے وعدے کے مطابق مین سرکاری گواہ بنا پولیس کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے بعد کو مجھ سے کہا کہ اگر مین سرکاری گواہ نہ بنا تو مجھے پھر دوبارہ گرفتار کر لیا جاتا۔ مارشل لا ہنوز جاری تھا۔

مین پھر یہ ضرور کہہ دینا چاہتا ہون کہ مجھے دل سے یقین ہے کہ لیڈرون نے اسٹیشن یا تحصیل پر کہین بھی شر و فساد مین حصّہ نہین لیا تھا، ہم نے اس بیان کو طوالت کے ساتھ اس لیئے نقل کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ایک تعلیمیافتہ شخص کو جھوٹی شہادت دینے پر کسطرح مجبور کیا گیا، اور کسطرح خود کرنل اوبرائن نے جبر سے کام لیا۔ جسمین دھمکیاں بھی شامل تھین۔

اِس گواہ نے قید کی حالت مین جن ذلتون اور بدسلوکیون کا ذکر کیا ہے، جو تعلیمیافتہ اور روشن خیال اصحاب کے ساتھ برتی گئی، اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شورش کے دبانے کے لیئے حکام نے کیسے ذلیل طریقے اختیار کیئے تھے۔

سنگلاہل

سنگلاہل نسبتاً ایک نو آباد مقام ہے۔ یہ لاہور سے ۶۲ میل کے فاصلہ پر لاہور اور لائل پور ریلوے پر واقع ہے اس کی آبادی ۴ ہزار ہے۔ ۱۲؍اپریل کو مسٹر گاندھی کے گرفتار ہونے پر بیان ہڑتال ہو گئی۔ مسٹر بوسورتھ اسمتھ کا بیان ہے کہ ہڑتال کے سلسلہ مین بیان جلسہ کا اثر فوراً ظاہر نہ ہوا۔ ۱۳؍کو بیساکھی کا میلہ بخیریت گزر گیا۔ ۱۵؍کو سنگلا اور سالانوالہ کے درمیان ریل کے تار کاٹ ڈالے گئے۔ ۱۶؍کو ایک سکھ نے دوسرے سکھون کے ساتھ ایک بڑے مجمع کی مدد سے سنگلا اسٹیشن پر ایک فوجی قیدی کو زبردستی چھڑا لیا جو ایک ہندوستانی سپاہی تھا اسی روز شام کو بعض آدمیون نے مسٹر ولیس ٹیلگراف انسپکٹر پر قاتلانہ حملہ کیا۔

یہ بیان سراسر مبالغہ ہے۔ ہمارے سامنے جو شہادت ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سکھ نے فوجی قیدی کو رہا کرایا وہ بالکل بدحواس اور مجنون ہو گیا تھا اور اُس کے ساتھ کوئی مجمع نہ تھا۔ یہ محض ایک شخصی واقعہ تھا مسٹر ولیس پر ۱۵؍کو اور نہ اُس کے بعد کسی دن کوئی قاتلانہ حملہ کیا گیا اور نہ وہ بری طرح مجروح ہوے۔ ہمارے سامنے جو شہادت ہے اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سنگلا کے رہنے والون نے نہ کسی شخص پر حملہ کیا اور نہ کسی سرکاری مال یا عمارت کو تباہ و برباد کیا۔ پھر بھی ۱۹؍کو یہان مارشل لا کا

اعلان کر دیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر بذات خود سنگلا گئے وہاں انھوں نے اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا کہ لوگوں کو اس بات کی تنبیہ کر دی کہ وہ دوبارہ ہڑتال نہ کریں تاہم ۲۲ کو ایک سرکاری افسر کچھ گورہ سپاہی اپنے ساتھ لیکر آیا اس نے گیارہ لیڈروں کو گرفتار کر کے چند گھنٹے قید رکھا اور اس کے بعد رہا کر دیا ۲۷ کو پھر گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ لیکن ۲۹ کو گرفتار شدہ لوگ پھر رہا کر دیے گئے۔ ۱۲ مئی کو ایک فوجی مظاہرہ کیا گیا اور پہاڑی سے لوگوں میں خوف و دہشت پیدا کرنے کی غرض سے کچھ بندوقیں بھی فیر کی گئیں۔ نقل و حرکت کرنیوالے رسالہ کے کمانیر کپتان ایونگ نے لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کے سامنے بیان کیا کہ "ایک فوجی مظاہرہ کیا گیا جس میں ایک کلدار توپ اور نئے وضع کی توپ سے آدمیوں کی موجودگی میں کچھ فیر کیے گئے"۔ اسی روز ۱۳ لیڈروں کو پھر گرفتار کر کے ان کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں ڈالی گئیں۔ اور نہایت ذلت کے ساتھ ان کو پیدل چلایا گیا۔ ۱۳ مئی کو ۴۲ آدمی اور گرفتار کیے گئے۔ ان لوگوں کو خود ان کی پگڑیوں سے باندھا گیا (جو ایک نہایت ہی شرمناک کارروائی تھی) اور اسی حالت میں انھیں تھانہ لے گئے۔ کچھ روز تک قصبہ کے تمام مردوں کی حاضری لیجاتی تھی۔ ۱۴ مئی کو ۷۴ آدمی گرفتار کیے گئے۔ ۱۸ تاریخ کو مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے ان گرفتاران بلا سے کہا کہ اگر وہ ۵۰ ہزار روپیہ بطور جرمانہ ادا کریں تو انھیں رہا کر دیا جائیگا۔ مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ سنگلا کے

رہنے والوں پر پچاس ہزار روپیہ جرمانہ کرنا چاہتے تھے لیکن وہ اس سے انکار کرتے ہیں کہ لیڈروں کی رہائی جرمانہ کی رقم ادا کرنے پر مشروط کی گئی تھی۔ بہرکیف یہ واقعہ ہے کہ ۱۹ مئی کو منجملہ ۱۲۴ آدمیوں کے ۱۱۶ کو رہا کر دیا گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ لیڈران اسوقت رہا کیے گئے جب اور لوگوں نے ۵۰ ہزار جرمانہ ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ باقی آٹھ اشخاص جنھیں نہیں رہا کیا گیا تھا انپر یکم جون کو مقدمہ چلایا گیا اور ان میں سے ہر ایک کو نہایت معمولی اور ناکافی الزامات کی بنا پر چھ چھ ماہ قید سخت اور ایک ایک سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔

بہت معمولی اور ادنیٰ قصوروں پر لوگوں کے کوڑے مارے گئے اور عام قاعدہ کے بخلاف پہلے ان کا ڈاکٹری امتحان بھی نہیں لیا گیا۔ دوکانداروں سے بلاقیمت سامان خوراک اور غلہ وصول کیا گیا۔ معزز آدمیوں کو بلوا کر ان سے فوجی افسروں کے پنکھا جھلوایا گیا اور انھیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا۔ اسکول کے طلبار کو جنمیں بچے بھی شامل تھے روزانہ حاضری دینی پڑتی تھی اور انھیں دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا اور یہ کہلوایا جاتا تھا "جناب ہمنے کوئی قصور نہیں کیا اور آئندہ بھی ہمسے کوئی قصور نہ ہوگا" اس حکم پر اس سختی سے عملدرآمد کیا جاتا کہ مسٹر مالملک کے سات سالہ بھتیجے کو بھی حاضری سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ انھوں نے اس بات کی انتہائی کوشش کی کہ لڑکوں کو حاضری دینے سے مستثنیٰ کر دیا جائے، لیکن کوئی نتیجہ نہیں ہوا، مجبوراً لڑکے کو تین روز تک اسی طرح حاضری دینی پڑی۔

پانچویں روز جب وہ گھر واپس آیا تو تمام بدن سے پسینہ جاری تھا، وہ گھر پہونچتے ہی گر پڑا اور اُسے قے ہونے لگی۔ ڈاکٹر گیان چند کو بلایا گیا لیکن فائدہ نہ ہوا ایک فوجی ڈاکٹر کو بلایا گیا لیکن ان کے علاج سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ لڑکے کا ۷ رمئی کو انتقال ہوگیا۔ لڑکوں کے لیے دن میں چار مرتبہ حاضری دینا ضروری تھی۔

بسنت رام کو ۲۵ دیگر آدمیوں کے ساتھ ۱۹ رمئی کو گرفتار کیا۔ ان کو اور دوسرے لوگوں کو بغیر کوئی بیان لیے ۲۲ کو چھوڑ دیا گیا۔ ان کا بیان ہے کہ گرفتاری کی حالت میں بغیر رشوت لیے پولیس کے آدمی ہمیں پیشاب پاخانہ کرنے کی بھی اجازت نہ دیتے تھے صرف اسی غرض سے ہم دو روپیہ روز پولیس کو دیتے تھے۔ ۲۳ کو تھانہ دار نے انھیں پھر بلایا اور کہا کہ اگر انھوں نے شہادت سے انکار کیا تو انھیں اسیوقت سبق پڑھا دیا جائیگا"

وہ بیان کرتے ہیں کہ "انھوں نے بازار میں مجکو سخت مارنا پٹینا شروع کیا اور پھر مجھے کھینچکر تھانہ پر لے گیے"

سوہن لال سے فوج کے آدمیوں نے کئی من برف بلا قیمت لی۔ ہر کشن چند طالب علم کالج کو فوج کے آدمیوں نے روک لیا حالانکہ اُس نے سلام کیا تھا اسیوقت اس کے ہاتھ اور پیر پر پانچ چھ بید لگائے گئے۔ اس طالب علم کا بیان ہے کہ کمانڈنگ افسر نے ایک چمڑے کا کوڑا میرے اوپر مارا جو میرے پیروں کے چاروں طرف چمٹ گیا۔ لیکن انھوں نے اس کو کھینچ لیا اور وہ لوگ چل دیئے

سردار سنگھ کو جھوٹی شہادت دینے پر مجبور کیا گیا انھوں نے انکار کیا اس لیے انھیں گرفتار کر کے چار روز حوالات میں بند رکھا گیا۔ ان کا بیان ہے کہ میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی ان لوگوں کے پاس حوالات میں آئے اور کہا کہ اگر سرکار کی طرف سے شہادت دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے" اس گواہ کو ۹۰ دیگر اشخاص کے ساتھ حوالات میں بند کیا گیا تھا۔

لچھمن داس ایک سرائے کا ٹھیکہ دار تھا مارشل کے زمانہ میں فوج نے اسکو اپنا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) بنا یا تھا اور وہاں کسی مسافر کو ٹھہرنے نہیں دیا خود ان لوگوں نے ۵۰ روپیہ اپنے کرایہ کے اور ۳۰ روپیہ ماہوار اپنے نوکروں کے کرایہ کے دیئے تھے ان کو ۱۵۰ روپیہ ماہوار کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس سرائے میں فوجی افسر دو مہینہ رہے۔ انہیں اپنی دوکان میں دن رات رہنا پڑتا تھا کیونکہ ان سے فوج کے لیے ریلیشن لیا جاتا تھا ایک شب کو ایک افسر کا ملازم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور پولیس انسپکٹر کے لیے دودھ لینے آیا اسے مجبوراً لیمپ روشن کرنا پڑا۔ لیکن اس کی یہ کارروائی کمانڈنگ افسر کے اس حکم کے خلاف تھی جس میں شب کے اوقات مقرر کیے گئے تھے۔ اس بنا پر اس کو اور اس کے نوکروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے یہ عذر کیا کہ اسے افسروں کے لیے دودھ مہیا کرنا پڑتا تھا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یہ جرم ہوتا اور بغیر لیمپ

جلاسے وہ دودھ نہ مہیا کر سکتا تھا لیکن فوجی افسرون نے کوئی عذر نہین سنا اسی عرصہ مین قریب کے ایک دوسرے مکان سے اس کا بھائی نکلا اور اُس نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے اس لیے اُسکو بھی گرفتار کر لیا گیا - یہ سب حوالات مین دو روز بند رہے اور اُس کے بعد ضمانت پر رہا کر دے گئے - پانچ روز کے بعد یہ لوگ اسٹیشن پر بلائے گئے ان مین سے ہر ایک پر ۵۰ روپیہ جرمانہ کیا گیا اور ہر ایک کے پانچ بید مارے گئے - لچھمن داس کو ڈاکٹرون نے کوڑے کھانے کے ناقابل بتایا اس لیے اُسکا جرمانہ دوگنا کر دیا گیا -

شام داس کو حوالات مین پانی پینے نہ دیا اور دھوپ مین کھڑا کر دیا گیا وہ بیمار ہو گیا کوئی علاج نہ ہوا نو روز کے بعد اُسکو رہا کر دیا گیا - اس کا بیان ہے کہ "اب تک مجھے نہین معلوم کہ مین کیون گرفتار کیا گیا"

حکام ہمال چند کے لڑکے کو گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ اُس وقت سنگلا مین موجود نہ تھا اس لیے چچا کو گرفتار کر لیا گیا دوسرے لوگون کی طرح اُسے بھی دھوپ مین کھڑا کیا گیا - اس کا بیان ہے کہ "ضعیف العمری کی سبب اور سخت دھوپ کے باعث مین تین مرتبہ بیہوش ہو کر گر پڑا پانچ روز کے بعد مجھے بغیر کسی عذر کے رہا کر دیا گیا"

جان محمد پٹولی کا بیان ہے کہ جب انہین روزانہ حاضری دینی پڑتی تھی تو اس درمیان مین وہ کچھ کھا پی نہ سکتے تھے - گواہ مندرجہ بالا کی طرح

وہ بھی دھوپ میں گر کر بیمار ہو گیا دس روز کے بعد اُسے رہا کیا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ جب اُس نے اپنی دوکان کھولی تو کانسٹبلوں نے بغیر قیمت ادا کیے دوکان سے چیزیں لینی شروع کیں۔ گو وہ بل برابر بھیجتا تھا لیکن ادا نہ کیے جاتے تھے

سوہن لال اور دو معزز آدمیوں نے جو سنگلا ہل کے رہنے والے ہیں ایک مشترکہ بیان پیش کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ۱۲ سے سری رام سب ڈویژنل افسر ۸ اکو سنگلا ہل آئے۔ وہ کچھ لوگوں سے ملے لیکن کسی شخص کو گرفتار نہیں کیا۔ ۱۹ کو کرنل اوبرائن سنگلا ہل پہونچے وہ بھی کچھ لوگوں سے ملے اور انہوں نے کہا کہ سنگلا کے رہنے والوں کے اس جرم کو انہوں نے صاف کر دیا کہ انہوں نے ہڑتال کی۔ ۲۲ اپریل کو گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ اگر مسٹر بوسورتھ اسمتھ کا بیان سنگلا ہل کے فسادات کے متعلق صحیح ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ دو ذمہ دار افسر وہاں سے بغیر لوگوں کو گرفتار کیے واپس چلے جاتے۔ قدرتاً یہی خیال ہوتا ہے کہ مسٹر بوسورتھ اسمتھ ہی تھے جنھوں نے صورت حالات کو بدل کر دکھایا اور لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا اور سنگلا میں معمولی شخصی جرائم کو عام ہنگاموں اور فسادات کی صورت میں بڑھا کر دکھایا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سنگلا کے قریب ریل کے تار کاٹ ڈالے گئے تھے۔ موڑن کا ریلوے اسٹیشن جو سنگلا سے زیادہ فاصلہ پر واقع نہیں ہے، اسے لوٹ کر جلا دیا گیا لیکن جب تک خاص سنگلا کے باشندوں پر یہ الزام ثابت نہ ہو جائے کہ وہ اسٹیشن کے لوٹنے

اور جلانے مین شریک تھے اسوقت تک ان کو ان فسادات کا ذمہ دار نہین قرار دیا جا سکتا۔

مذکورہ بالا تینون گواہون نے مختلف گرفتاریون کے مفصل حالات بیان کیے ہین سنگلا مین مارشل لا کے انتظام کا ذکر کرتے ہوئے ہم ان گرفتاریون کا حوالہ دے چکے ہین - اس بیان کے جس حصہ مین بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح مصنوعی شہادتین بنائی جاتی تھین - ان کا دوبارہ ذکر کرنے مین کچھ ہرج نہ ہوگا۔ گواہون نے بیان کیا ۱۱ مئی کو دھمکیون، زدوکوب اور دھوپ مین کھڑا کرکے پولیس نے ۲۹ آدمیون کو مجبور کیا کہ وہ سرکاری گواہ ہو جاوین - ان گواہون مین کچھ لڑکے تھے جنکی عمر دس سال ہوگی اور چار آدمی ریلوے کے ملازم تھے - ان مین ایک شخص پریم سنگھ بزاز تھا جسے اس سے پہلے ایک عورت کو بھگا لے جانے کے جرم مین ۳ سال قید کی سزا ہو گئی تھی -

ڈاکٹر کرم سنگھ نندا نے بیان کیا ہے کہ کس طرح انھین روزمرہ دوسرے اشخاص کے ساتھ شناخت کی غرض سے حاضری دینی پڑتی تھی اور دھوپ مین بغیر کھانے پینے کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ دھوپ مین سب سے آدمی بیہوش ہو کر گر پڑے اور وہ خود بیمار ہو کر دو ماہ تک کام کے قابل نہین رہے انہون نے بیان کیا کہ ان کے متعلق یہ شناخت کی گئی کہ وہ ۱۲ اپریل کو سنگلا مین موجود تھے، حالانکہ وہ اسی روز گجرانوالہ مین تھے، جہان انہون نے ایک مقدمہ مین شہادت

دی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ۸۰ آدمی جو گرفتار کیے گئے تھے انہیں نو روز تک قید رکھا گیا اور پھر ان سے کہا گیا کہ اگر پچاس ہزار روپیہ دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے۔

کندن لال کمیشن ایجنٹ نے بیان کیا کہ گورہ سپاہیوں نے بلا قیمت دوکانوں سے چیزیں لیں۔

مومن

موہن سنگلا سے چھ میل کے فاصلہ پر لاہور کی جانب ریلوے لائن پر واقع ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت نے اس اسٹیشن کو لوٹا اور اس میں آگ لگا دی۔ یہ کارروائی بلا اشتعال کی گئی اور یہ محض غارتگری تھی۔ لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا قرب وجوار کے موضع کے رہنے والوں نے اسٹیشن کو جلایا یا یہ باہر کے لوگوں کی شرارت تھی۔ بہرحال کچھ بھی ہو لیکن حکام نے یہاں جو جبر تشدد کیا وہ بالکل نامناسب اور بے ضرورت تھا۔ ہمنے اپنی رپورٹ میں موہن کے متعلق بہت سے بیانات درج نہیں کئے ہیں۔ کیونکہ در اصل یہ مقام بھی سنگلا ہی کا ایک حصہ ہے اور قرب وجوار کے موضع کے رہنے والوں کے ساتھ بھی ویسی بد سلوکی کی گئی جیسی کہ سنگلا کے

رہنے والون کے ساتھ کی گئی تھی

بینانوالہ

یہ ایک موضع ہے جس کی آبادی بمشکل پانچسو ہوگی اور یہ موضع دہن سنگھ کے ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی واقع ہے۔ اس اسٹیشن کے قریب چوار کے موضع کے آدمیون نے ۱۶ اپریل کو لوٹ کر جلا دیا اور ان کے واقعات کی خبرین دیہاتیون کو مبالغہ کے ساتھ ملی تھین اور بظاہر ان خبرون سے مشتعل ہوکر یہ آتش زنی کی گئی اور جیسا کہ ایک گواہ نے بیان کیا اجدا فوان کی رکا کا مقصد صرف انتقام لینا تھا لیکن بعد کو مجمع نے لوٹ مار شروع کردی۔

گو موضع والون کا یہ فعل نہایت ہی کروہ تھا لیکن اس کی سزا این جیان کے باشندون کے ساتھ حکام نے جو سختی کی وہ اسقدر بے رحمی پہ مبنی ہی کہ انسانیت سے باہر ہوگئی۔ ۱۹ اپریل کو ایک ریل گاڑی دہن سنگھ کے ریلوے اسٹیشن پر پہونچی تو پون کا رُخ بینانوالہ کی طرف پھیر دیا گیا۔ بعض گورہ سپاہی گاڑی سے اترے اور موضع کی طرف چلے۔ راستہ مین وہ برابر فیر کرتے جاتے تھے کم از کم ایک آدمی کے گولی لگی اور وہ وہین مرگیا اور کچھ لوگ زخمی ہوئے ایک شخص تو عمر بھر کے لیے معذور ہوگیا۔ بظاہر اس طرح گولیان چلانے کا کوئی

حق نہ تھا ۔ تو یوں کی آواز سنکر عورتیں اپنے مکانوں سے بھاگیں جنمیں حاملہ عورتیں بھی تھیں ۔ سردار امر سنگھ جو تیس سال سے موضع کے نمبردار ہیں ۔ وہ مرتے مرتے بچ گئے اُن کے مکان کی تلاشی لی گئی ۔ صندوق توڑ ڈالے گیے اور کچھ نقدی اور دوسری چیزیں پولیس لے گئی ۔ امر سنگھ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی عمر ۱۰۵ سال ہے اسمیں کوئی شک نہیں کہ ان کی عمر سو سال سے متجاوز ہے اور وہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے ۔ وہ ایک بستر پر پڑے پڑے اپنی زندگی کے دن کاٹتے ہیں ۔ انہیں اور اندر سنگھ کو گرفتار کیا گیا ۔ چونکہ وہ چل نہ سکتے تھے ، اسلیے انہیں ایک گھوڑے پر بٹھایا گیا ۔ ان دونوں کو اسٹیشن لیجا کر ایک ڈبہ میں بند کر دیا جو خالی پڑا تھا اور حوالات کا کام دیتا تھا ۔ یہاں یہ لوگ چند روز تک رہے ۔ چونکہ ریل کا یہ ڈبہ لوہے کا بنا ہوا تھا جس میں اندر چھت پر کوئی پوشش نہ تھی ۔ اسلیے اپریل کی سخت دھوپ میں اُس کے اندر گرمی ناقابل برداشت رہتی تھی اور اس مصیبت میں موضع کے بہت سے آدمیوں کو بلا دانہ پانی کئی دن کاٹنا پڑے ۔

چند دن کے بعد مسٹر پو سورتھ اسمتھ پھر کچھ گورہ سپاہیوں کے ساتھ وہاں گیے ۔ مسٹر لابھ سنگھ ایم اے (سابق پروفیسر) بیرسٹر ایٹ لا کو ہم لوگوں نے ایک نہایت ہی دل خراش شہادت کی مزید تصدیق کے لیے روانہ کیا ۔ انہوں نے جو بیانات لیے ان کو ہم اپنی رپورٹ کے ساتھ نقل کرتے ہیں بھاگ سنگھ

گواہ نے ان کے سامنے حسب ذیل واقعات بیان کیے :-

"میں ہنوز اس بنگلہ پر نہیں گیا تھا۔ جہاں بہت سے لوگ پولیس کے حکم سے پہونچ گئے تھے۔ میری ہی موجودگی میں مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے منشی نواب دین اور لہنا سنگھ کو نہایت بری طرح مار اپیٹا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ وہ بھائی مول سنگھ کے خلاف اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے گورنمنٹ کے خلاف تقریر کی اس کے بعد انہیں ایک کانسٹبل کے حوالے کر کے بنگلہ پر روانہ کیا اور مسٹر بوسورتھ اسمتھ خود عورتوں کی طرف گیے۔ عورتوں کی نقاب ہٹا کر، انہوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔ انہوں نے عورتوں کو "کھیاں، کتیاں، اور گدھیاں" اور اس سے بھی زیادہ سخت گالیاں دیں، پھر عورتوں سے انہوں نے کہا، "پولیس کے کانسٹبلوں سے تمہارے لہنگے ڈھلے جائیں گے جب تم اپنے شوہروں کے ساتھ سو رہی تھیں تو تم نے انہیں کیوں جانے دیا ؟ " انہوں نے عورتوں پر تھوکا بھی مسٹر لابہ سنگھ کے سامنے منگل جاٹ کی ضعیف بیوہ گردیوی نے بیان کیا "ایک روز مارشل لا کے زمانہ میں مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے آٹھ سال سے زیادہ عمر کے تمام مردوں کو ہمارے موضع سے جمع کیا اور بنگلہ پر لے گیے جو موضع سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے تاکہ فسادات کے متعلق جو تحقیقات ہو رہی تھی اس میں بیانات لے جائیں جب تمام مرد بنگلہ پر پہونچ گیے تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے موضع میں آئے اور ان عورتوں کو اپنے ساتھ لے آئے

جو انہیں راستہ مین مل گئین، جہان وہ اپنے مردون کے لیے بنگلہ پر کھانا لے جاتی تھین، موضع مین پہونچکر انہون نے گلیون کا چکر لگایا اور ہر گھر مین عورتون سے کہا گیا کہ وہ باہر نکل آئین بعض کو اپنی چھڑی کے زور پر انہون نے باہر نکالا انہون نے ہم سب سے کہا کہ ہم موضع کے دائرہ،، کے سامنے کھڑے ہو جائین۔ عورتون نے اُن کے سامنے ہاتھ باندھ لیے۔ بعض کو انہون نے اپنی چھڑی سے مارا بعض عورتون پر تھوک دیا۔ اور سب کو نہایت بیہودہ اور ناقابل بیان گالیان دین انہون نے دو مرتبہ مجھے مارا اور میرے منھ پر تھوک دیا۔ زبردستی تمام عورتون کے چہرے کھول دئے۔ اپنی چھڑی سے عورتون کی نقابین ہٹا دین۔ انہون نے عورتون کو گدھیان، کتیان، مکھیان کہا" بعضون کو سوئنی کہا۔ اور نہایت گندے الفاظ مین عورتون سے کہا تم اس وقت اپنے شوہرون کے پاس بستر پر سو رہی تھین تمنے انھین شرارت کرنے کی غرض سے کیون جانے دیا پولیس کے کانسٹیبل تمہارے لہنگے اٹھاکر دیکھین گے" انہون نے میرے ایک ٹھوکر ماری اور اسکے بعد تمام عورتون کو کان پکڑ کر مرغا بننے کے لیے حکم دیا،، دینا نو الہ کی اور عورتین نے بھی اس بیان کی تصدیق کی ہے

نواب دین جو گورنمنٹ اسکول کے ٹیچر ہین انہون نے بیان کیا کہ مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ یہ کہین کہ مول سنگھ نے گورنمنٹ کے خلاف تقریر کی۔ وہ کہتے ہین کہ جب مین نے یہ تو اتر کہا کہ کیا

نہین ہوا تو انہون نے مجھے اپنی چھڑی سے اسقدر شدت کے ساتھ دیر تک مارا کہ زخم کے نشانات میری کلائی اور پنڈلیون پر ایک عرصہ تک دکھائی دیتے رہے انہون نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ مین سرکاری ملازم ہون لہذا مجھے سرکار کی طرف سے شہادت دینی چاہیئے وہ دیر تک مجھے مارتے رہے اور اسکے بعد انہون نے پولیس کے ایک کانسٹبل کو حکم دیا کہ وہ مجھے بنگلہ پر لے جائے

تمنا سنگھ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا جس کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ بنگلہ کو گئے تو صاحب نے عورتون کو مخاطب کرکے کچھ کہنا شروع کیا، جن کے شور کی آواز ہمارے کانون مین بھی پہونچی، جبکہ بنگلہ کو جاتے ہوئے ہم اُن کے قریب سے گزرے تھے

ہم نے ان واقعات کا بہ تفصیل ذکر کیا ہے اور ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ افسر جو اس قسم کی بدافعالیان اور بدسلوکیان کرسکتا ہے جیسی کہ مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے کی وہ ہرگز اس قابل نہین ہے کہ کسی معزز حکومت کے ماتحت اسے ذمہ داری کی کسی جگہ پر مقرر کیا جائے اور وہ نہ اس لائق ہے کہ ملک معظم کی وردی پہنے۔

نینا والہ کے واقعات کے سلسلہ مین اور جو بیانات ہمارے سامنے پیش ہوئے ہین اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً موضع کے اسّی آدمیون کو گرفتار کیا گیا۔ اور انہین ہر طرح کی اذیتین اور تکلیفین پہونچائی گئین۔ ملزمین کو

اپنے کھانے کے دام ادا کرنا پڑتے تھے، حالانکہ ان لوگوں کو گورنمنٹ کی طرف سے کھانا ملنا چاہیے تھا گواہ نے بیان کیا کہ مختلف قسم کی دھمکیاں دیکر ان سے جھوٹی شہادت لیجاتی تھی کیسی بیدردی سے لوگوں کے کوڑے مارے جاتے تھے، کس طور پر مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے مقدمات فیصل کئے اور کس طرح ایسی شہادتوں کی بنا پر ان موضع کے آدمیوں پر مارشل لا کی عدالتوں میں مقدمے چلائے گئے اور ان میں سے بعض کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں دیگئیں خوش قسمتی سے ان سزاؤں میں تخفیف ہوگئی اور ملک معظم کے شاہی اعلان کے مطابق بعد کو یہ سب لوگ رہا کر دیئے گئے۔ لیکن اس قسم کی رہائیوں سے اس ناانصافی اور زبردستی کی تلافی نہیں ہوسکتی جو موضع والوں کے ساتھ روا رکھی گئی، جن میں کثیر تعداد بظاہر ایسے لوگوں کی تھی جو بالکل معصوم تھے۔ ایک تعزیری پولیس بھی اس موضع میں مقرر کی گئی ہے اور مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے اہل موضع سے ایک بڑی رقم بھی بطور تاوان طلب کی تھی جس میں بعد کو تخفیف ہوگئی۔

ہم نے ملیانوالہ کے مظالم پر جو مختصر تبصرہ کیا ہے، اس کو ختم کرنے سے پہلے ہم اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسٹر سی۔ ایف اینڈریوز نے بذات خود کانگریس کی سب کمیٹی کے نائب کی حیثیت سے اس موضع کا معائنہ کیا اور جو بیانات انہوں نے حاصل کئے، ان سے ان وحشیانہ مظالم

کی مزید تصدیق ہوئی ہے۔

ناون پنڈ

یہ ایک بہت ہی چھوٹا سا موضع ہے، جو بناآنوالہ سے بھی چھوٹا ہے اور یہ تحصیل خانقاہ دوگراں میں واقع ہے۔ یہ دہن سنگھ کے ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع ہے۔ اس لیے جو سلوک بناآنوالہ کے ساتھ کیا گیا، قریب قریب وہی سلوک اس موضع کے ساتھ بھی کیا گیا، سوا اسکے کہ یہاں کی عورتوں کیساتھ وہ شرمناک سلوک نہیں کیا گیا جو بناآنوالہ میں ان کی بدقسمت بہنوں کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ بہت ممکن ہے کہ یہاں کے کچھ لوگ بھی دہن سنگھ کے ریلوے اسٹیشن کی آتش زنی میں شریک ہوں لیکن تمام موضع کو اسکی پاداش میں ظالمانہ سزائیں دینا ہرگز جائز نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ہم نے منجملہ چالیس گواہوں کے جن گواہوں کے بیانات لیے ہیں اُن کے بیانات میں بالکل بلا اتفاق ان واقعات کا ذکر ہے جن سے ثابت ہے کہ ناون پنڈ کے لوگوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا جو بناآنوالہ کے باشندوں کے ساتھ کیا گیا

خوشحال سنگھ کا بیان ہے کہ جس روز اسٹیشن جلایا گیا، اس کے دوسرے دن ناون پنڈ اور قرب وجوار کے تمام مواضع کے لوگ ریلوے اسٹیشن پہنچے ہوئے

تحصیلدار وہاں موجود تھے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے لیے ایک ممبر منتخب کریں۔ اور جب مجمع کے لوگ وہاں پہونچے تو بکنگ آفس میں آگ لگادی گئی۔ اپنے ووٹ درج کرانے کے بعد لوگ واپس گئے۔ تحصیلدار یقیناً بہت سے ووٹروں سے واقف ہونگے لیکن پھر بھی اسٹیشن جلانے کے الزام میں انہیں سے بہت سے ووٹروں کو بعد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس گواہ کا بیان ہے کہ جب آتش زنی کے تیسرے روز وہ اسٹیشن گیا تو اُسے معلوم ہوا کہ سب انسپکٹر پولیس اسٹیشن آئے تھے وہ پھاٹک کے نگران سپاہیوں سے ملزم کی شناخت کرنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ ان سپاہیوں نے عذر کیا کہ مجمع میں بہت سے لوگ تھے اور دوسرے رات کا وقت تھا، اس لیے وہ لوگوں کی شناخت نہ کر سکتے تھے سب انسپکٹر نے ان کو بہت کچھ ترغیب دی۔ تھانہ دار نے کہا کہ وہ قریب کے مواضع کے لوگوں کو جمع کریں گے اور سپاہی ان میں سے صرف چند آدمیوں کی شناخت کرلیں۔ پس سب انسپکٹر ان کو گرفتار کرلیں گے۔ اُس کے بعد عورتوں اور بچوں کے سوا قرب وجوار کے تمام لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مسٹر بوسور تھ اسمتھ کے سامنے حاضر ہوں۔ جیسے ہی صاحب وہاں پہونچے ہم سب لوگوں سے کہا گیا کہ قطار میں کھڑے ہوجائیں۔ پھاٹک کے سپاہی اور ریلوے کے ملازمین بھی صاحب کے ہمراہ تھے۔ سپاہیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان لوگوں کو پہچانیں جو اسٹیشن کے جلانے میں شریک تھے۔ جن لوگوں پر سپاہیوں نے

ہاتھ رکھدے ان کو علیحدہ کرکے رسیون سے اُن کے ہاتھ اور پیر باندہ دیئے گئے۔ شناخت کرنے کی صورت یہ تھی۔ سپاہی ایک آدمی کو شناخت کرتا تھا اور اُس سپاہی کے ساتھ ساتھ نمبردار، ضلعدار اور سب انسپکٹر پولیس رہتے تھے تب اسی آدمی کو ایک دوسرا شخص شناخت کرتا تھا۔ اس طرح ۲۸ یا ۲۹ آدمی گرفتار کیے گئے۔ ایک شخص بھگوان سنگھ نے یہ عذر کیا کہ وہ تو اس روز اپنے گھر سے باہر بھی نہین نکلا۔ صاحب نے اس کے اس عذر پر یہ حکم دیا کہ ایک درخت سے باندھ کر اسکے بارہ کوڑے لگائے جائین اُس کے بعد وہ تمام آدمی جن کی شناخت ہوچکی تھی اسٹیشن روانہ کیے گئے۔ جہان پٹواری نے ہر شخص کو نام بنام پکارا۔ ایشور سنگھ اسوقت موجود نہ تھا صاحب نے دریافت کیا کہ آیا اس کا کوئی عزیز وہان تھا یا نہین۔ پٹواری نے کہا کہ ہان اس کا بہنوئی یعنی مین موجود تھا صاحب نے فوراً میری گرفتاری کا حکم دیا ہم سب کو ایک سرائے مین لیجا کر کمرہ مین بند کردیا گیا اور باہر پہرہ بٹھا دیا گیا یہان ہم بغیر غذا اور پانی کے دو روز رہے جو ہمارا کھانا لیکر آتے تھے ان کو واپس کیا جاتا تھا۔ نوین روز ہم لوگون کو پھر بنگلہ پر واپس لے گئے اسی روز ایشور سنگھ بھی پہونچ گیا سب انسپکٹر پولیس نے اس سے کہا کہ اگر وہ سرکار کی طرف سے شہادت دیگا تو اسے گرفتار نہ کیا جائیگا بابا سنگھ کیہو کا لڑکا تیجا سنگھ بھی اس روز وہین موجود تھا جسے سرکاری گواہ

بنا لیا گیا۔ سادھو سنگھ سنار جو الا سنگھ ضلعدار اور اس کے لڑکے بنتا سنگھ کو بھی گرفتار کیا گیا اور ان لوگون کو اس وقت رہا کیا گیا جب انہون نے سب انسپکٹر پولیس سے وعدہ کر لیا کہ وہ سرکاری گواہ ہو جائین گے ۔ جیسے ہی مجھے سرکاری گواہ بنایا گیا فوراً ہی رہا بھی کر دیا گیا ۔ ہمارے موضع کے ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت تحصیلدار کے سامنے بٹھایا گیا ۔ جن لوگون کو گرفتار کیا گیا تھا انھین بلا کر سزائین سنائی گئین کوئی شہادت نہین لی گئی ۔ اگر کوئی کچھ کہتا تھا تو وہ مارا جاتا تھا ۔

ان واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مسٹر بوسورتھ اسمتھ کس طریقہ سے مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اور یہ کہ سرکار کی طرف سے کس طرح مصنوعی شہادتین تیار کی جاتی تھین ۔ مسٹر وائتھن جو خالصہ کالج کے پرنسپل تھے یہ کالج پنجاب کی سب بڑی تعلیمگاہون مین شمار کیا جاتا ہے ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نادن پنڈ مین کس طرح لوگون کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہم ذیل مین ان کے پورے بیان کو نقل کرتے ہین ۔

مقدمہ بھگوان سنگھ وگجر سنگھ ولد جیون سنگھ موضع نادن پنڈ

چک نمبر ۷۸ تحصیل خانقاہ دوگران ضلع گجرانوالہ

(۱) ان دونون آدمیون کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۲ (الف)

(ب) اس، کے مطابق اس جرم مین کہ انہون نے دہن سنگھ کے ریلوے اسٹیشن کے جلانے مین حصہ لیا تھا دو دو سال قید با مشقت اور دو دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔

اس سزا کے خلاف ان دونون نے حسب ذیل وجوہات پر اپیل کیا ہے۔

وہ اس روز اسٹیشن پر موجود تھے اور اپنی غیر موجودگی کی شہادت مین وہ گواہ پیش کرنے کو بھی تیار تھے۔ عدالت نے ان کے گواہون کو طلب نہین کیا۔

(۲) اسٹیشن کے قلیون نے ان لوگون کی شناخت کی حالانکہ وہ اُن کیلیے بالکل اجنبی تھے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ قلیون نے ان دونون بھائیون کے مخالفین کے اشارہ سے اور ممکن ہے کہ ان سے رشوت پاکر ان دونون بھائیون کی شناخت کی ہو

(۳) یہ دونون مخالف جوالا سنگھ ذیلدار اور جیون سنگھ نمبردار ہین جنہین جیون سنگھ کے خاندان سے قدیم عناد ہے یہ جھگڑا نمبرداری کے متعلق ہے جو دو سال سے برابر چلا آتا ہے۔ اس کی شہادت بھی آسانی سے دیجا سکتی تھی لیکن گواہون کو طلب نہین کیا گیا۔

یہ بیان میرے سامنے ملزمین کے چھوٹے بھائی جگت سنگھ نے دیا ہے

جس کی عمر ۱۸ سال ہے جس کو مین اچھی طرح جانتا ہون اور جو چار سال سے
اس اسکول اور کالج مین میرے شاگرد کی حیثیت سے تعلیم پا رہا ہے جگت سنگھ
کی وفاداری کے متعلق مجھے کسی قسم کا شک و شبہ نہین ہے۔ مین جگت سنگھ
کے خیالات سے اچھی طرح واقف ہون یہ خیال تو بہت ہی مہمل ہے کہ جگت سنگھ
انگریزی حکومت کے خلاف ہے اور اس واقعہ سے بھی ان بھائیون کی وفاداری
ظاہر ہوتی ہے کہ انہون نے اس لڑکے کو یہان تعلیم پانے کی غرض سے
بھیجا کیونکہ عموماً وفادار سکھ ہی اپنے لڑکون کو اس تعلیمگاہ مین تعلیم پانے
کی غرض سے بھیجتے ہین جس کے متعلق انہین یقین ہے کہ گورنمنٹ کی
اس پر خاص نظر عنایت ہے مین نے خود ریلوے قلیون سے ان
دونون بھائیون کے متعلق تحقیقات کی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمام
متفقہ طور پر ان دونون کو بیگناہ سمجھتے ہین اور یہ کہ محض دشمنی کی بنا پر انکے
مخالفین نے اوپر مقدمہ چلوایا۔

(۵) جس امر سے ان بھائیون کے خلاف شہادت کی تردید ہوتی ہے وہ
یہ ہے کہ تیسرے بھائی منگل سنگھ کے متعلق بھی قلیون نے کہا تھا کہ وہ اسٹیشن
پر موجود تھا، اسی روز وہ خالصہ کالج مین جگت سنگھ کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا
جہان اسکو بہت سے معتبر گواہون نے دیکھا جنمین وائس پرنسپل اور
اسٹاف کے کچھ اراکین بھی شامل تھے۔

منگل سنگھ خود میرے پاس آیا تھا کہ جگت سنگھ کو کالج سے چھٹی دلوائی۔ میں نے اس بات کی بذریعہ تحریر ڈپٹی کمشنر کو اطلاع دی جنھوں نے عدالت ہی میں فوراً اس کی رہائی کا حکم دیا میرا خیال یہ ہے کہ اگر عدالت اس امر پہ غور کرتی کہ منگل سنگھ جس کی غیر موجودگی مسلمہ ہے، وہ بھگت سنگھ اور مگر سنگھ کا بھائی ہے تو وہ یقیناً ان بھائیوں کی شناخت کے متعلق جو شہادتیں گزری ہیں ان کو مستند نہ سمجھتی کیونکہ جن قلیوں نے کی شناخت اور مگھر سنگھ کی شناخت کی ہے انہیں نے منگل سنگھ کی بھی شناخت کی تھی۔

دستخط جی۔ اے وائٹن
پرنسپل خالصہ کالج امرتسر

مسٹر وائٹن کا خط موصول ہونے کے بعد ہی ان ملزمین کو فوراً رہا کر دیا گیا لیکن ہر شخص ایسا خوش نصیب نہیں ہو سکتا کہ اس کی طرف سے پیروی کرنے والا شخص کی مسٹر وائٹن کی سی پوزیشن رکھنے والے شخص تک رسائی ہو، جیسی کہ نوجوان جگت سنگھ کو حاصل تھی۔

بشن سنگھ نے مقدمہ کی مفصل کیفیت بیان کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ریلوے کے ایک بابو نے ملزمین کی شناخت کرنے سے معذوری ظاہر کی تو نمبردار اور ضلعدار نے ان کا گلا دبا دیا اور کس طرح ایک شخص کو

جو نادن پنڈ سے باہر گیا ہوا تھا، اس پر مقدمہ چلا کر سزا دی گئی۔

چند قیدیوں کے مقدمات کے دوران میں مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے سوہن سنگھ سے منگل سنگھ کی موجودگی کے متعلق دریافت کیا۔ ان کا بیان ہے کہ "میں نے کہا کہ وہ موجود نہ تھے۔ لیکن اس کے بعد دوسرے آدمیوں نے مثلاً جوالا سنگھ ضلعدار اور جیون سنگھ نے کہا کہ وہ فساد کے موقع پر موجود تھے۔ اس بنا پر مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے فوراً مجھے تین ماہ قید کی سزا دی۔ بعد کو مجھے چھوڑ دیا گیا کیونکہ خالصہ کالج کے پرنسپل کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ جس روز قصور میں ہنگامہ ہوا اس روز منگل سنگھ امرتسر میں تھے" ہمارا خیال یہ ہے کہ سوہن سنگھ کو جھوٹی شہادت دینے کے الزام میں سزا دی گئی تھی وہ موضع کے ایک نمبردار ہیں۔ یہ تو ان کے لیے بالکل ممکن تھا کہ مسٹر واتھن کے خط کے باعث وہ پوری سزا پانے سے بچ جائیں۔ لیکن گو ان کی بے گناہی ثابت ہو چکی ہے تاہم وہ اپنی جگہ سے بدستور علیحدہ کر دیے گئے ہیں۔

سوہن سنگھ کو بھی اسی بنا پر سزا دی گئی تھی اور انہیں بھی انہی اسباب کے سبب سے بعد کو رہا کر دیا گیا وہ بھی نمبردار تھے اور انہیں بھی ان کی جگہ سے برخاست کر دیا گیا تھا۔

خوشحال سنگھ کی بیوی انندی کا بیان ہے کہ اس کے لڑکے کے مقدمہ میں "برات کی طرف سے کوئی شہادت نہیں طلب کی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ

جسکے خلاف رپٹ کو اقلیتون نے شہادت دی، اس کو سزا دی گئی۔ حتیٰ کہ کسی شخص سے خود اس کا بیان بھی نہین لیا گیا۔ ایک شخص نے اس قسم کی سرسری کارروائیون کی شکایت کی تھی، اس لیے اُسکو ایک شیشم کے درخت سے باندھ کر اُس کے کوڑے لگائے گئے۔

دوسرے مقامات کی طرح ٹاون ہند مین بھی سرکاری حکام نے رعایا کا مال بیدریغ استعمال کیا۔ اسی طرح ہیرا سنگھ کی دوکان سے ۸۰۱ روپیہ کا مال لیا گیا (جس مین آٹا، دال، شکر، گھی اور دودھ شامل تھا) موضع کے لوگون نے آپس مین چندہ کر کے اس غریب کی قیمت ادا کر دی۔

کشن چند کا بیان ہے کہ اُس نے مسٹر پنی اور مسٹر بوسورتھ اسمتھ کے کیمپ کے لیے چار سو روپیہ کا سامان خوراک مہیا کیا موضع والون نے یہ رقم بھی ادا کی۔

کاہن سنگھ کی بیوی بجوالی کا بیان ہے کہ اسکا شوہر جس کی عمر ستر سال ہے، وہ بھی گرفتار کیا گیا۔ وہ بیان کرتی ہے کہ "پولیس جو اس موقع پر کام کر رہی تھی وہ لوگون کو اسکی اجازت بھی نہ دیتی تھی کہ اسکو بغیر رشوت دیئے ہم اعزا کو غذا پہونچا سکین۔ مجھے روزانہ فی کس ۸ کے حساب سے دینا پڑتا تھا اور ایسا ہی اور لوگ بھی کرتے تھے"

نند سنگھ نے بیان کیا کہ موضع کی تمام مرد آبادی کو جس کی عمر دس سال [illegible]

بلا یا گیا۔ صبح سے شام تک انہیں ایک قطار میں دھوپ میں بٹھلا یا گیا۔ مسٹر بوسورتھ اسمتھ بھی وہاں موجود تھے۔ میرا بھائی بھگوان سنگھ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ بیگناہ ہے اُس نے کوئی جرم نہیں کیا اس بات پر مسٹر بوسورتھ اسمتھ کو غصہ آگیا اور انھوں نے اُسکو مارنے کا حکم دیا۔ سنتری چوکیدار سے ایک رسی منگائی گئی، اور اس سے بھگوان سنگھ کو باندھ دیا گیا۔ سنتری کو حکم دیا گیا کہ وہ اسکے بید مارے۔ چنانچہ اس نے بارہ بید لگائے۔ مسٹر بوسورتھ اسمتھ قریب ہی کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اگر وہ مر بھی جائے تب بھی انہیں کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ وہ بیہوش ہو گیا پھر اُسکے منھ میں پانی ڈالا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پوری طرح اپنے ہوش میں آیا۔ اُس کے بعد سب انسپکٹر پولیس ہمیں لے گئے اور وہ گرفتار کرلیا گیا۔ اِس واقعہ سے تمام لوگ خوفزدہ ہو گئے اور اسکے بعد پھر کسی شخص نے کچھ نہیں کہا۔

گورہ سپاہی بندوقیں لیے ان کے چاروں ہی طرف کھڑے ہوئے تھے مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے کہا اگر کسی شخص نے عذر کیا تو اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا۔

اِس موقع پر دس ہزار روپیہ جرمانہ کیا گیا جس میں سے ایک تھائی رقم گذشتہ فصل ربیع میں وصول کرلی گئی۔

چوہڑکانہ

یہ ایک مشہور منڈی ہے، جہاں قرب وجوار کے مواضع کے سیکڑون آدمی خرید وفروخت کی غرض سے آتے ہین - چوہڑکانہ کا موضع منڈی سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پہ واقع ہے - چوہڑکانہ کا ریلوے اسٹیشن منڈی سے قریب ہے - ۱۲/ اپریل کو یہان ہڑتال ہوئی جسکے اعلان کی غرض سے ایک جلسہ عام اس سے ایک روز قبل منعقد ہوچکا تھا جس مین تمام لوگون نے جنمین میونسپل کمشنران شامل تھے حصہ لیا تھا - ۱۴/ اپریل تک کوئی واقعہ پیش نہین آیا - ۱۵/ تک لاہور اور امرتسر سے یہان بھی خبرین ہونچ گئین اور ان لوگون مین سخت بےچینی پیدا ہوگئی - جو لوگ منڈی مین رہتے تھے اور وہ لوگ جو منڈی آرہے تھے، وہ ریلوے اسٹیشن پر گئے اور وہان انہون نے ریلوے ملازمین سے آلات لیکر ریلوے لائن کو دن دھاڑے صدمہ پہونچایا اور اسٹیشن کو جلا دیا -

اس واقعہ کے بعد ہی وہان فوج پہونچ گئی، جسکے ساتھ کلدار توپ اور ایک مسلح گاڑی بھی تھی - بلاکسی انتباہ کے بہت شدید آتشباری کی گئی - ہنٹر کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوے، ا، اے صاحب

سری رام سود نے اس آتشبازی کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی
ہے۔ لیکن ہمارے پاس جو شہادتین ہین انسے ان کے کل بیان کی تردید ہوتی
ہے۔ فی الواقع انہون نے خود اپنی ہی زبان سے اپنا جرم تسلیم کرلیا ہے
یہ واضح ہے کہ یہ آتشبازی مارشل لا کے اعلان سے قبل واقع ہوئی تھی
راے صاحب سری رام سود سب ڈویژنل افسر ہین اور ان کی ملازمت
کو عرصہ گزر چکا ہے وہ اس موضع مین اگست سنہ ۱۹۱۸ء سے کام کر رہے ہین
اور اسی لیے وہ یقیناً یہان کے لوگون سے اچھی طرح واقف تھے
مجمع پر گولیان چلانے کے ذمہ دار صرف وہی تھے۔ پنڈت جگت نرائن
کے دریافت کرنے پر انہون نے کہا کہ تعزیرات ہند کے ماتحت انہین
اس کا اختیار حاصل تھا۔ مسٹر چمن لال نے سوال کیا کہ کن اسباب کی
بنا پر انہون نے گولیان چلانے کا فیصلہ کیا۔ انہون نے جواب دیا کہ کیونکہ
انہین معلوم ہو چکا تھا کہ مجمع ہو گیا ہے اور اس بات کی بھی مستند خبرین
پہونچی تھین کہ جوہر کانہ کے لوگ بازار کو لوٹنے کی غرض سے جا رہے تھے
مسٹر چمن لال نے دریافت کیا "اس لیے مزید تحقیقات کیے بغیر آپ نے
گولیان چلانے کا حکم دیدیا؟" انہون نے جواب دیا کہ ہان ہمنے گولیان
چلانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ ان سے پھر پوچھا گیا۔ آپ کا منشا یہ
تھا کہ لوگون مین خوف و دہشت پیدا ہو؟ انہون نے جواب دیا ہان اگر اس کی

ضرورت ہو اور ہمیں اس وقت اس کی ضرورت محسوس ہوئی" پھر خزمن لال نے دریافت کیا" اور اس طرح گولیاں چلانے کے بعد آپ پھر اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے" اسکا جواب "ہاں" تھا۔ اُسکے بعد راے صاحب نے مجمع کی نقل وحرکت کا ذکر کیا۔

سوال۔ مجمع کی نقل وحرکت سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ اُس وقت اہل مجمع کوئی شرارت نہیں کر رہے تھے؟

جواب۔ نہیں اسوقت کچھ نہیں کر رہے تھے۔ لوگ موضع میں آ اور جا رہے تھے۔

سوال۔ آپکو یہ نہیں معلوم کہ موضع میں ان کے آنے اور جانے کا مقصد کیا تھا؟

جواب۔ ان کا مقصد یہی تھا کہ مسلح گاڑی پر حملہ کریں۔

سوال۔ فاصلہ پر رہ کر آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ لوگ گاڑی پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہو رہے تھے؟

جواب۔ بدقسمتی سے میں ان تمام امور پر پوری طرح روشنی نہیں ڈال سکتا جو میرے ذہن میں ہیں۔

سوال۔ معاف کیجیگا لالہ صاحب اس وقت ہم ان حالات سے بحث کر رہے ہیں جن سے آپ کو سامنا تھا اور جو اس وقت آپکے

مشاہدہ ہیں تھے۔

جواب - میں نے کہدیا کہ لوگ آ اور جا رہے تھے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ جمع ہو رہے تھے۔

سوال - یہ آپ نہیں بتاتے کہ کس مقصد سے؟

جواب - وہ کوئی شرارت کرنے کی غرض سے جمع ہو رہے تھے۔

سوال - یہ دیکھکر کہ کچھ لوگ موضع سے آ رہے تھے اور کچھ لوگ جا رہے تھے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ کسی شرارت کے خیال سے جمع ہو رہے تھے؟

جواب - انہوں نے ہماری مسلح گاڑی کو دیکھا اور پھر بھی وہ نہیں چھپے اس سے کیا نتیجہ نکالا جا سکتا ہے؟

راے صاحب نے یہ شہادت ۱۷ دسمبر کو دی تھی۔ ہمنے اس سے بہت قبل اس واقعہ کے متعلق بطور خود شہادت جمع کی تھی اور ہم میں سے ایک صاحب نے ۱۶ دسمبر کو اس کی اچھی طرح جانچ بھی کر لی جس سے ثابت ہے کہ اسوقت کوئی مجمع جمع نہ ہو رہا تھا۔ اور مجمع کی نقل و حرکت کا جو منشا تھا وہ اسکے بالکل ہی برخلاف تھا جو راے صاحب نے سوچا تھا۔ لوگ بھاگ کر خوف کی وجہ سے چھپ رہے تھے۔

دولہ سنگھ جاٹ، جو بغیر سوچے سمجھے کوئی بات نہیں کہتے اور جو وہاں کی حالت سے ایک ایک انچ واقف ہیں بیان کرتے ہیں:-

جو لوگ خوف کے سبب سے موقع سے بھاگ رہے تھے ان پر کلدار توپوں سے آتشباری کی گئی۔ میں نے تین آدمیوں کو کلدار توپوں کی آتشباری سے زخمی ہو کر گرتے دیکھا۔ مولا بخش اور کرنار سنگھ جو کمیٹی کے ممبر تھے وہ بھی اس گاڑی میں موجود تھے"

گنپت مل نے بیان کیا۔ دیر تک کلدار توپوں کی آتشباری ہوتی رہی اور لوگ برابر ادھر اُدھر بھاگتے رہے۔ ۱۷ اپریل کو بھی یہی ہوا اور کچھ گورہ سپاہی کلدار توپیں لیکر وہاں پہونچے۔ وہ گاڑی سے اترے اور جو لوگ ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے ان پر آتشباری شروع کردی۔

گو ہم یہ نہیں کہتے کہ مارشل لا کے اعلان سے قبل آتشباری بالکل ناجائز تھی تاہم ہم اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ جس آتشباری کا سبب ڈویژنل افسر نے حوالہ دیا ہے، اس میں نہایت جلدبازی سے کام لیا گیا۔ اور یہ کارروائی نہایت قبل از وقت تھی اور یہ کہ گولیاں بلا امتیاز چلائی گئیں اور غیر معمولی جوش سے کام لیا گیا۔ اس افسر کا یہ کام نہ تھا کہ وہ لوگوں میں خوف دہشت پیدا کرے۔ یہ قوت نہیں بلکہ کمزوری کی علامت ہے۔ یہ انصاف نہیں ہے بلکہ صریحاً ناانصافی ہے جس شخص کا ضمیر مجرم ہوگا وہی ایسی دہشت انگیز کارروائی اختیار

کرے گا۔ ہم اسے تسلیم کرتے ہین کہ آتش زنی، لوٹ مار اور تار دن کو کاٹ دینا یہ سب بری حرکات تھین، جو نہایت نامناسب اور شرمناک تھین اور جو لوگ ان افعال کے مرتکب ہوے وہ نہایت ہی شدید سزا کے مستحق ہین لیکن لوگون کی کسی کارروائی کی بنا پر بھی یہ ناواجب تشدد جائز نہین کہی جاسکتی، جس سے بیگناہون کی جانین گئین اور متعدد آدمی بری طرح مجروح ہو کر مستقل طور پر معذور ہوگئے اور اسکے علاوہ بھی جو وحشیانہ طریقے لوگون مین خوف دہشت پیدا کرنے کی غرض سے اختیار کیے گئے تھے نہایت ناواجب تھے۔

تقریباً ہر جگہ اسی قسم کی کارروائیان اختیار کی گئین۔ سپاہیون کے متعلق لوٹ مار کے جو الزامات لگائے جاتے ہین انچہر کانہ مین اس کی بہت زیادہ اور مستند شہادتین ملی ہین۔ مویشیون کو زبردستی پکڑ لیا گیا اور سپاہیون کے لئے دودھ دوہا گیا۔ مالکون کی غیر موجودگی مین بھی برتن، بکریان اور کھانے کی چیزین لے لی جاتی تھین۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ مارشل لا کے زمانے مین لوگون کو کسقدر مالی نقصانات اٹھانا پڑے۔

سچا سنگھ نے بیان کیا "پولیس نے دھمکی دیکر زبردستی مجھ سے میرا بستر لے لیا اور واپس نہین کیا۔"

شامن نے بیان کیا کہ " اس کی کھیتی مین زبردستی سپاہیون نے اپنے گھوڑے چروائے "

موہن لال نے بیان کیا " جب سٹر بوسورتھ اسمتھ یہان آئے تو ۵۰ روپیہ کی جنس ہماری دوکان سے لی گئی لیکن ابتک اس کی کوئی قیمت نہین دی گئی ہے "

جویلی رام کا بیان ہے " میری دوکان اور میرے مکان مین دس پندرہ روز تک قفل ڈالدیا گیا۔ منڈی کی بہت سی دوکانون مین تلاشی لی گئی۔ گورہ سپاہی منڈی مین مقیم تھے اور لوگون پر ہر طرح کے ظلم و ستم کرتے تھے۔ وہ دوکانون مین گھس کر جو چاہتے تھے لے لیتے تھے۔ ان سپاہیون نے جو چیزین مجھ سے لین ان کی کوئی قیمت ادا نہین کی "

گنپت مل نے بیان کیا :۔ " کھانے کی جو چیز انھین نظر پڑین وہ انھون نے لے لین۔ مرغیان ، انڈے ، بکریان ، دودھ اور اسی طرح کی تمام چیزین لوگون سے چھین کر لے لی گئین۔ پولیس والے لوگون سے بستر مانگتے تھے اور لوگ مارے خوف کے انکے حوالے کردیتے تھے جو واپس نہ ہوئے پولیس نے زبردستی مجھ سے بھینس کا دودھ لیا۔ اور میرے لڑکون کے لیے ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا۔ مینے ایک بستر بھی دیا جو ابتک مجھے واپس نہین کیا گیا۔ مارشل لا کے زمانہ مین مجھے منڈی کی طرف سے ۵۰ روپیہ اور موضع کی طرف سے دس روپیہ

فوج کی خوراک کے لیے دینا پڑے تھے۔

بعض دوکان دار جنھون نے فوج کے لیے ضروریات کی چیزین مہیا کی تہین، انہون نے حکام کے پاس ان چیزون کی ایک فہرست روانہ کی۔ اُس کے جواب مین گجرانوالہ کے سپرنڈنٹ پولیس نے انھین لکھا "یہ فہرست سب انسپکٹر کے پاس بھیجدی جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ رقم کسی طرح بھی اس وقت نہین دیجا سکتی۔ درخواست کنندگان کو اطلاع دیجائے کہ وہ ہم کو پریشان نہ کیا کرین" موضع والون کو کئی روز تک کھیت کاٹنے کی اجازت نہین دی گئی۔ بعض حالتون مین بلا سبب ان کی فصلین ضبط کر لی گئین۔ ان واقعات کو مسٹر بوسورتھا اسمتھ نے بھی عملاً تسلیم کیا ہے جو اس علاقہ مین مارشل لا کے منتظم تھے۔ (یعنی سنگلا ہل اور شیخوپورہ کے درمیان علاقہ مین)

نشان سنگھ کا بیان ہے کہ "میرے مالی نقصانات کی کل میزان

ہزار روپیہ ہوتی ہے جو کھیتون کے تباہ ہونے سے مجھے پہونچے

جودایا نے بیان کیا "میرا چنے کا کھیت، جو ۳ پہلے کلاس کی برابر تھا جوشر سنگھ کے کھیت کے قریب ہی واقع تھا اس مین فوج کے گھوڑے کو چرایا گیا کچھ قیمت نہ ملی اور جب ان سے کہا گیا کہ وہ ایسا نہ کرین تو انہون نے مجھے دھمکی دی۔ اگر ہم نے انھین اپنے کھیتون سے چارہ نہ لینے دیا تو وہ ہمین پکڑ کر صاحب کے سامنے لے جائین گے اور سزا دلوائین گے" گنپت مل نے

بیان کیا کہ سب لوگون کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ موضع سے باہر نہ نکلین اور نہ گیہون کی فصل کاٹین۔ صاحب نے پٹواری کو یہ حکم دیا کہ موضع کے کھیتون کی دیکھ بھال کرے تاکہ کوئی شخص نہ اپنی فصل کاٹ سکے نہ کھیتون سے جانورون کو چارہ کھلا سکے اور نہ مویشیون کی پوری طرح نگہبانی کر سکے چنانچہ مویشی تمام مارے مارے پھرتے تھے اور کھیت غارت ہو رہے تھے۔ بعض کھیتون کو فوج کے آدمیون کے سبب سے سخت نقصان پہونچا۔ ہمین کل پیداوار کا صرف ایک چوتھائی حصہ بچا۔

نام نہاد مقدمات اور ابتدائی قانونی کارروائیون کے متعلق جو بیانات ہمنے لیے ہین، ان سے ان تمام باتون کی نمایان طور پر تصدیق ہوتی ہے جو ہمنے دیگر مقامات کے متعلق بیان کئے ہین۔ مسٹر ٹوڈرل کا بیان ہے کہ جب شناخت کی غرض سے لوگون کی پریڈ کی جاتی تھی تو مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے کہا مین صرف بڑے آدمیون کو چاہتا ہون جو گندی مکھی ہین، مین عام لوگون کو نہین چاہتا۔ اسی گواہ کے متعلق سردار کرتار سنگھ نے کہا تھا کہ وہ مجرم ہے۔ مسٹر ٹوڈرل نے ان سے فوراً دریافت کیا کہ انہون نے تمام آدمیون مین انکو کیون چن لیا؟ کرتار سنگھ نے کہا کہ وہ اس کے وجوہات نہین بتا سکتے کیونکہ سی آئی ڈی نے انھین منع کردیا تھا جو کچھ ان سے کہا گیا وہ انہین کرنا پڑے گا ان پر مقدمہ چلایا گیا لیکن مارشل لا کمیشن نے انکو چھوڑ دیا۔

کاشی رام نے بیان کیا کہ اپنی برأت مین ہمنے جن گواہون سے پیش کرنے کو کہا
ڈپٹی کمشنر نے نہ ان کی اجازت دی اور نہ کسی ملزم کا بیان ہی لیا گیا۔ مایا سنگھ
کا بیان ہے کہ ان کا بیٹا اُجاگر سنگھ جو دوا لینے گیا تھا اس کو دوسرے لوگون
کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کارروائی کی جب انہون نے شکایت کی تو
لنگڑے صاحب مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے حکم دیا کہ مین ایک درخت سے
باندھ دیا جاؤن اور میرے پچیس بید لگائے جائین وہ دس روز تک
ایک کوٹھری مین بند رکھا گیا اور جب نہر کی کوٹھری مین تمام ملزمین کی شناخت
کی گئی اور اس کی شناخت کسی نے نہ کی تو انہین چھوڑ دیا گیا" جو ہلی رام کا
بیان ہے :- ایک روز لدھا سنگھ نے تمام منڈی والون کو اطلاع دی کہ دوسرے
روز وہ سب نہر کے بنگلہ پر حاضر ہون اور جو لوگ غیر حاضر ہون گے ان کی
جائدادین ضبط کر لی جائین گی۔ ہم لوگ دوسرے روز صبح کو بنگلہ پہونچے
اور وہان بغیر کھائے پئے بیٹھے رہے۔ ہم سب سے کہا جاتا تھا کہ ہم
بارہ بجے دوپہر کی دھوپ مین دو گھنٹے کھڑے رہین۔ اسٹیشن کے تیلیون کی شناخت پر
جنہون نے نمبردار کے کہنے سے شناخت کی تھی ہم سب کو گرفتار کرکے تھانہ
بھیجا گیا جہان کھانے پینے کو کچھ نہین ملا اور اگر کوئی شخص کھانے پینے کی کوئی
چیز دینا چاہتا تھا تو اس کو مار جاتا تھا اور سپاہی گالیان دیتے تھے۔ دوسرے
روز ان سب کو لاہور لے گئے اور وہان انکو سزائین پڑھ کر سنائی گئین"

سردار شان سنگھ نے بیان کیا "مجھے دوسرے گرفتار شدہ لوگون کیساتھ سرائے مین بند کیا گیا اور پشت پہ ہم لوگون کے ہاتھ باندھ دئے گئے مجھے وہان ۱۵ یا ۱۶ روز رہنا پڑا۔ مین کھانا بھی نہ کھا سکتا تھا اور چونکہ میرے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اسلئے مین اپنی پگڑی بھی نہ باندھ سکتا تھا۔ رات کو بھی میرے ہاتھ بندھے رہتے تھے۔ اور لوگ جو میرے ساتھ بندھے وہ میرے منھ مین نوالے دیتے تھے اور میرے سر پہ پگڑی باندھ دیتے تھے۔ میرا بھائی لچھمن سنگھ بھی میرے ہی ساتھ بند تھا۔ اسکے پاس ایک عرب گھوڑا تھا جو اس سے علی محمد سب انسپکٹر پولیس نے مانگا اور کہا کہ اگر وہ گھوڑا دیدیگا تو اسے چھوڑ دیا جائیگا۔ میرے بھائی نے کہا وہ بالکل بیگناہ ہے۔ اسلئے وہ اپنا گھوڑا نہین دیگا۔ سب انسپکٹر کو یہ بہت ہی ناگوار معلوم ہوا اور انھون نے کہا کہ وہ اسکے خلاف بہت سے الزامات قائم کرین گے۔ پہلی بات جو سب انسپکٹر نے کی وہ یہ شرارت تھی کہ ریلوے بابو کی چند چیزین انھون نے میرے بھائی کے گھر مین رکھوا دین۔ اور اسکے بعد تلاشی لیکر وہ چیزین میرے بھائی کے گھر سے نکلوائین۔ سب انسپکٹر نے مجھ سے کہا کہ اگر مین بچنا چاہتا ہون تو انکو پانچسو روپیہ دون جب مین نے یہ رقم دینے سے انکار کیا تو میرا بھی میرے بھائی کے ساتھ چالان کر دیا گیا۔ لیکن بعد کو میری بیوی نے کسی سے پانچسو روپیہ قرض لیا اور یہ رقم سب انسپکٹر کو سندر سنگھ ذیلدار شیخوپورہ کے ذریعہ سے دیدی۔ اسکے بعد سب انسپکٹر نے وعدہ کیا کہ مجھے رہا کر دیا جائیگا اسکے بعد جو لوگ میرے خلاف شہادت دینا چاہتے تھے انکو سب انسپکٹر نے روک دیا

اور انکے بجائے صرف ایک معمولی گواہ کی شہادت دلوائی گئی - چونکہ شہادت کافی نہ تھی اسلئے
مجھے رہا کر دیا گیا - نابینا لوگ بھی ان مصائب سے محفوظ نہ تھے - لدھا مل نابینا سے کہا گیا کہ
وہ اپنے لڑکے کو حاضر کرے اور چونکہ اسکا لڑکا موجود نہ تھا اسلئے فوراً اسے گرفتار
کر لیا گیا اور صرف اسوقت اسے چھوڑا گیا جب اسکی ماں نے بیٹے کو حاضر کر دیا -
گنپت مل کا بیان ہے کہ مسٹر لوسور تھ اسمتھ نے تمام موضع کے لوگون کو ایک مقام پر
جمع ہونے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ جو لوگ حاضر نہ ہونگے انکا مال و اسباب یا تو جلا دیا
جائیگا یا ضبط کر لیا جائیگا - انھون نے بیان کیا " چنانچہ سب لوگ خوف کی وجہ سے دربار
صاحب مین حاضر ہونے لگے - صاحب نے کہا کہ پٹواری مردم شماری کی رپورٹ
پیش کرے - لالہ سری رام ڈپٹی کلکٹر (شیخوپورہ) نے ان لوگون کے نام پڑھکر سنائے
جو حاضر نہ ہوسکے تھے - عورتون کو پولیس بھیجکر بلوا لیا گیا - صاحب نے انھین حکم دیا کہ
وہ اپنے شوہرون کو حاضر کرین ، ورنہ انکے مکانات جلا دئے جائینگے ،
اور انکی زمین ضبط ہو جائے گی - یہ حکم سنانے کے بعد عورتون سے کہا گیا کہ وہ چلی
جائین اور جو لوگ غیر حاضر تھے انکے باپ اور بھائیون کو گرفتار کرکے روانہ کر دیا گیا "
انھون نے یہ بھی بیان کیا کہ " جو لوگ گرفتار ہوے انھین دس دس یا بارہ بارہ
آدمیون کی ٹولیان بناکر ان پر مقدمہ چلایا گیا اور ہر شخص کو دو سال قید سخت
اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی - کوئی شہادت نہین لی گئی - ان سے
صرف یہی کہا گیا کہ وہ معافی مانگ لین چنانچہ لوگون نے یہی کہا کہ " ہم لوگ

بیقصور ہین اور اگر ہم سے کوئی خطا ہوئی ہے تو ہمین معاف کر دیا جائے"
سردار ہرنام سنگھ نے بیان کیا کہ وہ چار سو روپیہ سالانہ مالگزاری دیتے ہین۔ اور آٹھ سو روپیہ قیمت کی جنگی دستاویزین بھی انہون نے خرید کی تھین۔ ساٹھ روپیہ سالانہ وہ گھر کا محصول دیتے ہین۔

ان کے بھائی خوشحال سنگھ کو گرفتار کیا گیا۔ انہون نے مسٹر مارٹن کو ایکہزار روپیہ محنتانہ دیکر اپنا وکیل مقرر کیا لیکن وہ کہتے ہین "کسی نے ان کو مقدمہ کی پیروی کرنے کی اجازت نہ دی کسی نے برات کے گواہون کو طلب نہین کیا اور جو عدالت مین موجود تھے اُن کی شہادت بھی نہین لی گئی۔ خوشحال سنگھ کے مقدمہ کا پانچ منٹ مین فیصلہ کر دیا گیا۔ آگے چلکر وہ بیان کرتے ہین کہ "تمام فوجی مقدمات مین یا تو خود مسٹر بوسورتھ اسمتھ یا اگر کوئی انسپکٹر پولیس موجود ہوتا تھا تو وہ ملزم کو مخاطب کرکے کہتا تھا "کیا تم معافی مانگتے ہو؟ اُس کے جواب مین بلا تفریق ہر ملزم یہی کہتا تھا "حضور ہم بے گناہ ہین ہمین معاف کر دیا جائے"۔

لیکن مقدمہ کی مسل مین ملزم کے بیان کو اقرار جرم کے طور پر لکھا جاتا تھا۔ ملزم کی طرف سے کسی گواہ کی شہادت نہ لی جاتی تھی اور نہ ملزم کو اپنے مقدمہ کی تیاری کا کوئی وقت دیا جاتا تھا۔ پہلے روز تقریباً ایک سو آدمیون کو سزائین دیگئین اور دو تین گھنٹے کے اندر ہی مقدمات کے فیصلے بھی لکھ لیے جاتے تھے اور احکام بھی صادر ہو جاتے تھے"

پندرہ سو روپیہ جوہر کانہ سے بطور جرمانہ وصول کیا گیا اس رقم میں منگل سنگھ
اور ان کے بھائی کو ۲۳۰ روپیہ دینا پڑے لالہ فقیر چند اور جنگل مل کے کارخانہ نے
ماہ اپریل میں فوجوں کے قیام کے لیے پچاس روپیہ دیئے ۱۱۴ روپیہ انھوں نے
تعزیری پولیس کے مصارف میں دیئے اور لفٹنٹ گورنر کی یادگار قائم کرنے کے لیے
۲۰ روپیہ اور دیئے کارخانہ کے ایجنٹ نے بیان کیا کہ "یہ رقم بھی جبریہ وصول کی گئی

لائل پور

شہر لائل پور۔ لائل پور ڈسٹرکٹ کا صدر مقام ہے یہ ایک نیا شہر ہے جس کی آبادی پندرہ ہزار سے اوپر ہے یہاں صوبہ کے گیہوں کی سب سے بڑی منڈی ہے جو دوسرے جگہوں پر پہنچایا جاتا ہے۔ ۶ر اپریل کو یہاں پوری طور سے امن کے ساتھ ہڑتال منائی گئی۔ اسی روز ایک جلسہ بھی ہوا جس میں قرار دادیں بھی پاس ہوئیں جو بہت ہوشیاری سے ترتیب دی گئیں تھیں۔ لکھی ہوئی تقریریں بھی پڑھیں گئیں جنکا لب ولہجہ نہ ایسا زوردار ہی تھا اور نہ بہت ملائم ہی تھا۔ جلسہ افسروں سے مشورہ کے بعد منعقد کیا گیا تھا۔ ۱۲ر اپریل تک کوئی خاص بات پیش نہیں آئی لیکن اسوقت مسٹر گاندھی، ڈاکٹر کچلو اور ستیا پال کی گرفتاری کی خبر اور ساتھ ہی اُس کے لاہور اور امرتسر میں گولیاں چلنے کی خبریں پہونچیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اور کامل ہڑتال ہو گئی۔ لیڈروں نے کوشش کی کہ یہ ہڑتال نہ ہو لیکن وہ باشندوں کے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ افسران کو امن قائم رکھنے میں انہوں نے بہت مدد دی۔ گولڈن ٹمپل پر گولی چلنے کی افواہ نے سکھ آبادی کو خصوصیت کے ساتھ مشتعل کر دیا جس پر ہڑتال جاری رہی۔ لیکن لیڈروں کی محنت اور جفاکشی کے باعث ہڑتال پندرہ کو ختم ہوئی، لیکن شہر ہر قسم کے فتنہ فساد سے بالکل پاک تھا۔ لائل پور کے قریب تار کاٹے گئے۔ تار کے کٹنے کا ہڑتال سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور نہ اہل شہر نے

کوئی اس واقعہ کی خبر رکھتا تھا۔ بھوسہ کے گٹھر جو اسٹیشن پہ جمع تھے انہین آگ لگائی گئی
یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ کام آگ لگانے والون کا ہے۔ اس پہ بے گناہ گرفتار کیے
گئے اور ان پہ طرح طرح کے ظلم اور تشدد کیے گئے لیکن جب سکریٹری آف اسٹیٹ
کی طرف سے نقصان کا مطالبہ کیا گیا تو پوری طرح سے تحقیقات شروع ہوئی اور
مجسٹریٹ نے مقدمہ کو مسترد کر دیا کہ بھوسہ کا جلنا آگ لگانے والون کا کام نہین
ہے بدقسمتی سے بے گناہون کی حفاظت کے لیے تحقیقات بہت دیر مین شروع
ہوئی ہمنے اپنے بیان مین اسی فیصلہ کا حوالہ دیا ہے۔ مجسٹریٹ صاحب
کہتے ہین "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ سوا آٹھ اور پونے نو بجے رات
کے درمیان لگی پہرہ کے سپاہی نے آگ کو آٹھ بجکر چالیس منٹ پہ دیکھا
رات بہت تاریک تھی، اور فیکٹریون کی طرف سے ایک نہایت تند ہوا چل رہی
تھی جس نے بعد کو ایک زبردست طوفان کی صورت اختیار کر لی۔

بھوسہ کے ذخیرہ یا گٹھرون کے انبار مین جو فیکٹریون کی بہت قریب تھے
آگ لگ چکی تھی، سب سے پہلے آگ اس حصہ مین لگی جو فیکٹریون کے
قریب تھا، ٹھہر کی کچی چھت مین آگ لگ چکی تھی۔ اور وہ فوراً گٹھرون تک
پہونچ گئی۔ بھوسہ کا چوکیدار اسوقت موجود نہ تھا، محافظ ذخیرہ آگ لگنے کے
تھوڑی دیر کے بعد پہونچا۔ مین بھی فوج کے ساتھ اس موقع پر گیا فیکٹریون
کے کچھ آدمی، میونسپل اسٹاف کے چند رکن، اور وہی محافظ جس کا ذکر اوپر

اچکاہے وہاں موجود تھے جس وقت کہ میں پہونچا اس کی بابت کوئی اطلاع نہیں کہ کوئی مجمع یا کوئی ایک آدمی ہوسہ کے قریب دیکھا گیا تھا۔ چوکیدار کی غیر حاضری سکی کام میں ناعاقبت اندیشی پر محمول ہے نہ تو پٹرول (PET.ROL) اور نہ پہرہ دار سپاہی نے کوئی ایسی بات گودام کے قرب وجوار میں دیکھی جس سے شبہ پیدا ہوتا۔ آندھی اور غبار اور ان امداد کرنیوالے لوگوں کے نقش قدم نے جنھوں نے آگ کو بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی تھی اس کا ثبوت ملنا ناممکن ہوگیا۔

پولیس کی تحقیقات ایک بڑے پیمانے پر کی گئی تھی، لیکن اسکا کوئی ثبوت نملا کہ آگ کیونکر لگی۔ لائل پور کے واقعہ میں چند سرکاری گواہ بھی تھے جو ان لوگوں سے ملے ہوئے تھے جو لائل پور کے فسادات کے ضمن میں گرفتار کئے گیے تھے بہرکیف ان میں سے کسی نے بھی کچھ اطلاع نہ دی کہ آگ کیونکر لگی، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اُن کے ساتھیوں کا نہ تھا۔

اسوقت سخت شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ یہ کام کسی آگ لگانے والے کا ہے کیونکہ۔

(۱) ان فسادات کے سلسلہ میں ایسے ہی واقعات دوسری جگہہ بھی ہوئے۔

(۲) یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہوسہ کے جلائے جانے کے پہلے ٹوبا ٹیک سنگھ میں سازش ہوئی تھی۔

(۳) اور اس واقعہ سے کہ اسباب ایک روز قبل گودام سے ہٹایا جا چکا تھا بہرکیف پولیس کی تحقیقات بھی بھوسہ کے جلنے کو کسی آگ لگانے والے یا بلوائیون کی حرکات سے منسوب نہین کرسکی ہے لائل پور کے فسادات مین جو لوگ جیلخانہ بھیجے گئے ان سے مین نے سوالات کیے اسوقت جبکہ وہ گرفتار ہین ان کو جو کچھ وہ جانتے ہین بتانے مین کوئی پس وپیش نہین انہون نے بہت سی باتون کے متعلق جو اطلاعات دیے ہین ان مین سے کسی نے بھوسہ کے متعلق ذرا بھی اطلاع نہ دی مین نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ آیا یہ کام کسی ایک گاؤن والے کا ہے یا بہت سے گاؤن والون کا ہے لیکن اسپر کوئی روشنی نہین پڑتی ایک سوال سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس روز چار فیکٹریان کام کر رہی تھین ان مین سے ایک بالکل گودام سے قریب ہے موسم سرما مین بھی اگرچہ فیکٹریان کام کرتی تھین لیکن بھوسہ مین کبھی آگ نہین لگی، لیکن اپریل سے برابر فیکٹریون کے ذخیرہ مین جہان روئی جمع ہوتی ہے آگ لگتی رہی، جو کمپنی کے شرارون سے پیدا ہوتی بہت ممکن ہے کہ آگ لگنے کی وجہ بھی شرارے ہون اگرچہ دونون کے درمیان فاصلہ بہت ہے۔

بجز شبہ کے اور کوئی ثبوت میرے پاس ایسا نہین کہ اس نقصان کی وجہ بغاوت یا کسی ناجائز جماعت کی موجودگی پر محمول کرون۔

پس مین پولیس قانون کی دفعہ ۱۵ الف (۲) (س) کے ماتحت

نقصان کے تاوان کا کوئی تخمینہ نہیں بنا سکتا۔

اسی سلسلہ میں مجسٹریٹ نے بھی یہی کہا کہ اس روز لائل پور میں کسی قسم کی بدامنی نہیں ہوئی گو دوکانیں بند رہیں مگر کوئی فساد یا کوئی ناجائز مجمع شہر میں نہیں دیکھا گیا۔

لائل پور فتنہ و فساد کے ارادوں سے اسقدر پاک تھا کہ مسٹر بی ڈبلو اسمتھ پولیس سپرنٹنڈنٹ نے ہنٹر کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے بیان کیا کہ مارشل لا وہاں ضروری نہ تھا حالانکہ ان کی رائے میں اگر ایسا کیا جاتا تو اچھا تھا۔ لیکن پھر بھی ہر طرح کی فوجی نمائش ہیبتناک کارروائیاں سلام کا حکم مسافروں پر بندشیں اور اس بات کی نہایت ناواجب کوششیں کہ رعایا کی حقیقی لیڈروں کے اقتدار او اثر کو زائل کیا جائے عمل میں آئیں ۲۲ تاریخ کے بعد سے گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ لالہ جسونت رام تھاپر کا بیان ہے۔

۲۲ تاریخ کو لوگ ہنوز سو کر نہیں اٹھے تھے کہ شہر کے چاروں طرف توپیں اور شہر کو انگریزی فوج گھیرے ہوئے تھی۔ قریب بارہ آدمی گرفتار ہوئے جنمیں سے ایک میں بھی ہوں۔ ۲۔ مئی کو ہم لوگ دو دو کرکے باندھکر کورٹ کے سامنے لائے گئے۔ ہم نے اس کے خلاف آواز بلند کی . . . .

اسی طرح پر ہم جیلخانہ سے کورٹ اور کورٹ سے جیلخانہ لائے اور بھیجے جاتے تھے۔ جب تک ہم کورٹ کے سامنے رہتے ہماری مشکیں بندھی رہتیں

ہم کو بیٹھنے کی بھی اجازت نہ تھی، اس کی بھی کوشش کی گئی کہ میں سرکاری
گواہ بن جاؤں جیسی کہ ایک مراسلہ ڈپٹی کمشنر کی طرف سے مجھکو میرے ایک دوست
کے ذریعہ سے ملا" لیکن گواہ اسپر راضی نہ ہوا سزا کے بعد مجرمین لاہور بھیجدئے
جاتے تھے۔ گواہ کہتا ہے گیارہ بجے کی سخت دھوپ میں ہم کو ہتھکڑیاں پہنے
ہوئے اسٹیشن جانا پڑتا تھا۔ بیڑیوں سے ہمارے گھٹنے زخمی ہو گئے تھے"
ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے چیرمین لالہ بودھراج بھی جو لائل پور میں پنجاب
نیشنل بنک کے ڈائرکٹر اور ڈی ایم اے ایس ہائی اسکول کمیٹی کے وائس
چیرمین اور جو ۲۲ برس سے وکالت کرتے تھے وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے
جن کو گرفتار کیا گیا تھا۔ گجرانوالہ ڈسٹرکٹ کے برعکس یہاں یہ ہوا کہ ملزمین کو یہ
بتا دیا گیا کہ ان پر کن جرموں کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا یہ کارروائی تعزیرات
ہند کی دفعہ ۱۴۴ کی رو سے کی گئی تھی جسمیں ناجائز مجمع کا اجتماع ممنوع قرار
دیا گیا ہے۔ پس انہوں نے ضمانت داخل کرنے کی درخواست دی لیکن وہ اس
بنا پر مسترد کر دی گئی کہ اس کے علاوہ بھی چند جرم ہیں جنپر غور کیا جا رہا ہے،
اس سلوک کی بابت جو انسے اثنائے سماعت مقدمہ میں کیا گیا گواہ کا بیان ہے کہ
حالانکہ ان ملزمین کو جو زیر تحقیقات ہوں اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کھانا اپنے
مکان سے منگا کر کھائیں ان کی درخواست کہ وہ کھانا مکان سے منگوائیں نہ
صرف مسترد کر دی گئی بلکہ ان پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ وہ

لوگ روزہ رکھتے ہین لہذا ان کو جیلخانہ کی غذا پر اکتفا کرنا چاہئیے،، جب تک
کہ ان کا مقدمہ چلتا اُن کو دس بجے صبح سے سات بجے شام تک برابر کھڑا رہنا
پڑتا تھا۔ اسلیے انھون نے درخواست دی کہ وہ اپنے خرچ سے کچھ ناشتہ
کر سکین۔ یہ درخواست صرف پہلے ہی دن کے لیے منظور کی گئی بعد لو اس کی بھی اجازت
نہین دیگئی کارروائی شروع ہونے سے قبل یا بعد مجسٹریٹ نے ان کو اپنے
مقدمات کے کاغذات دیکھنے کی بھی اجازت نہ دی۔ لیکن ان کو حکم دیا گیا کہ وہ
ان گواہون کے نام بتائین جو ان کی بابت ہین گواہی دینا چاہتے ہون۔

۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو لالہ امیر چند اپنے خانگی کام کے لیے لائلپور آئے
وہ پانچ اپریل کو کلکتہ سے لاہور پہونچے مگر باوجود اس کے وہ بھی گرفتار کر لیے
گئے۔ تاریخ مندرجہ حکام کی خوشی کے مطابق بڑھتی ہی رہی۔ آخری تاریخ ۱۴ جون
مقرر کی گئی لیکن یکبیک بلا کسی اطلاع کے تاریخ گھٹا کر ۵ جون کر دی گئی۔
مجرم کا بیان ہے کہ وہ بلا اپنی شہادت پیش کیے مجرم ٹھہرا دیا گیا۔ ۷ جون کو ایک
نیا الزام لگایا گیا اور تین ماہ کی قید کا حکم سنا دیا گیا اور ۱۸ جون کو میعاد قید
دو سال کر دی گئی۔

دیگر سزاؤن کی طرح جن پر لفٹنٹ گورنر نے نظر ثانی کی اسکی سزا پر بھی نظر
ثانی کی گئی اور وہ ۱۸ ستمبر کو رہا کر دیا گیا۔ دوبارہ پھر وہ قید کیا گیا اور اس سے ضمانت
طلب کی گئی۔ لیکن نہ معلوم کن وجوہات کی وجہ سے پولیس نے اپنا دعوی واپس لیا

لے لیا ۔ مجرم کا بیان ہے کہ وہ اس شک پر گرفتار کیا گیا کہ وہ بنگال سے آیا ہے ممکن ہے کہ وہ اپنے ساتھ کچھ سامان شورش لایا ہو ۔ اور یہی وجہ تھی کہ حکام اُسے گرفتار کرنے کیلئے مسلح ہوکر اُسکے مکان پر آئے تھے ۔

سردار سنت سنگھ نے وکلا کے مقدمہ کی بالتفصیل کارروائی بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہر حالت میں ان کی رہبت کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے اور یہی نہیں بلکہ پیشی میں دیر بھی لگائی گئی اور اس دوران میں وہ حراست میں رکھے گئے ۔ اگرچہ فوجی قانون قبل فیصلہ ختم ہوچکا تھا لیکن وہ سب مجرم قرار دئے گئے ۔ چونکہ مقدمہ بعد فوجی قانون کے فیصل ہوا تھا اس لیے خوش قسمتی سے انہیں اپیل کرنے کا موقع ملا ۔ عدالت عالیہ نے ان الزامات کو ناجائز ٹھیرایا اور وکلا کو دوبارہ مقدمہ میں آنے کے لیے روک لیا ۔ ۲۳ جولائی کو وہ لوگ رہا کر دیئے گئے لیکن فوراً ہی پھر حراست میں لے لیے گئے لیکن اسمر تبہ ضمانت پر رکھے گئے ۔ ان لوگوں نے فوراً ہی نیک نیتی سے اپنی وکالت کے کام کو شروع کر دیا ۔۔۔۔ مگر پھر مجسٹریٹ صاحب نے بُلا بھیجا اور تاکید کی بلکہ اطلاع دی کہ ابھی تک وہ لوگ زمرہ مجرمان میں شامل ہیں اور ان کا مقدمہ پیش ہونا تھا کیونکہ اُن پر بدچلنی کا جرم عاید کیا گیا ہے اور وہ بدچلنی یہ ہے کہ انھوں نے اپنی وکالت کیوں شروع کر دی ۔ گواہ کا بیان ہے کہ اگرچہ وکلا نے اس تنبیہ کو صرف اطلاع پر محمول کیا مگر پھر بھی انھوں نے اپنے پیشہ وکالت کو روک دیا

کیونکہ اس تماشہ کا آخری پردہ نہ گرا تھا یکم اکتوبر کو ایسے وارنٹ جاری کیے گئے جنمیں ضمانت بھی نہیں ہو سکتی تھی اور وہ گرفتار کر لیے گئے گواہ کا یہ بھی بیان ہے کہ ہم لوگوں کو ہتھکڑیوں اور تاریک و سیلہ کمرہ میں رہنا پڑا جب ہمنے یہ التجا کی کہ ہم لوگوں کو جیلخانہ میں مقفل کر دیا جائے تو بھی نہ سنی گئی آخرکار جب آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی نے کاؤنسل میں اس ظلم و تشدد پر اچھی طرح مناظرہ کیا تب ہم لوگ حراست سے چھوٹے۔

مسٹر رام داس چھوکرہ بیرسٹر ایٹ لا نے بیان کیا کہ وہ اس جرم میں نظر بند کیے گئے کہ انہوں نے لائل پور کی حدود میونسپلٹی کے اندر ایک تحریری تقریر کیوں کی جسمیں ستیاگرہ کا تذکرہ تھا اور وہ اسوقت تک نظر بند رہے جب تک فوجی قانون اٹھا نہیں لیا گیا۔ ان کا یہ بھی بیان ہے کہ نظر بندی کے حکم سے زیادہ سخت یہ کاروائی تھی کہ میرے دفتر ہی پر فوجی قانون کی نوٹسوں کے چسپاں کرنے کا حکم دیدیا گیا تھا جو کچہری بازار میں واقع تھا۔ میرا دفتر میرے مکان سے آدھ میل کے فاصلہ پر تھا اور اس صورت میں فوجی قانون کی نوٹسوں کا خیال اسوقت ایک شخص کی آزادی میں سخت رکاوٹ پیدا کرنے والی بات تھی۔ میں نے کمانڈر سے اس معاملہ کے متعلق التجا کی لیکن نامنظور ہوئی کمانڈر سے میں نے کہا کہ چونکہ میرا دفتر میرے مکان سے بہت دور ہے اس لئے فوجی قانون کا جو حکم ہو وہ مجھے میرے مکان پر ملا کرے کیونکہ

ممکن ہے کہ میرے دیکھنے سے پہلے کوئی آدمی اس حکم کو میرے دفتر سے نوچ کر
پھینکدے۔ دوسری التجا مین نے یہ کی کہ مجھے اس کی اجازت دیدی جائے
کہ مین ان احکامات کو اپنے تختہ پر چسپان کر لیے دون جو دن بھر تو میرے
دفتر پر لگا رہے اور رات کے وقت وہ اس جگہ سے ہٹا لیا جائے اور اس
صورت مین شب کی نگرانی سے مین بچ جاؤن گا کمانڈر نے جواب دیا کہ ہان
یہ معقول عذر ہے لیکن مین ڈپٹی کمشنر سے مشورہ لیکر تمھین اطلاع دون گا
دوسرے دن مجھے یہ اطلاع دی گئی کہ مین ہر شام کو پولیس سپرنٹنڈنٹ کے
دفتر پر جاکر دیکھا کرون کہ آیا کوئی نیا حکم تو نہین نافذ کیا گیا ہے۔ لیکن میری دوسری
التجا کا جواب نہین آیا۔

جب میرے خلاف یہ احکامات صادر ہو چکے تو مین نے ڈپٹی کمشنر سے نہایت
آزادی کے ساتھ پوچھا کہ مین کیونکر مجرم ٹھہرایا گیا ہون جس کے جواب مین
یہ کہا گیا کہ ڈپٹی کمشنر کو اس کے متعلق مشکوک خبرین ملتی رہین۔ مین نے کہا
یہی بات تھی جس کے معلوم کرنے کی مجھے ضرورت تھی مین نے پوچھا کہ کیا آپ
مہربانی سے بتا سکتے ہین کہ وہ کون کون مشکوک ہین جو میرے متعلق بیان
کیے گئے ہین۔ جس پر ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ وہ پولیس کے کاغذات دیکھکر
جواب دین گے مین دو مرتبہ ان کے پاس گیا مگر ہر مرتبہ انھون نے یہی
جواب دیا کہ ابھی تک کاغذات نہین دیکھے۔ مین ابتک یہ نہ معلوم کر سکا

کہ حکام کے شکوک میرے اوپر کیا گیا ہین۔

اسی قسم کا دباؤ یعنی جھوٹی گواہی دینے کے لیے گواہون پر بھی ڈالا گیا تھا۔ جو کسی دوسری جگہ بیان کر دیا گیا ہے۔ سب سے بڑا دباؤ جو ایک گواہ پر ایک افسر نے ڈالا تھا وہ یہ تھا کہ "یا تخت لو یا تختہ" یعنی اگر جھوٹ بولوگے تو حکومت کرنے کو ملیگی ورنہ پھانسی یا سزا۔ دراصل حالت یہ تھی کہ اگر گواہ نے ... حسب منشا گواہی دی تو رہا کر دیا گیا۔ ورنہ سزا اسکی نوشتۂ تقدیر تھی۔

گجرات

گجرات ایک تاریخی مقام ہے جو بسبب اپنی سکھون کی لڑائی کی خاص اہمیت رکھتا ہے اس کی آبادی قریب قریب بیس ہزار ہے اور اس کا خاص ریلوے اسٹیشن ہے جو وزیرآباد سے نو میل پڑتا ہے۔ لالہ رام چند ٹنڈن نے جو ایک شہری تاجر ہین طے شدہ ہڑتال ۲ اپریل کے روک دینے کے لیے کامیاب کوشش کی۔ حضرت سناتن دھرم سبھا کے صدر انجمن ہین ۱۳ اپریل کو چند طلبا لاہور سے اپنے وطن گجرات اسی روز شب کو گیارہ بجے رات کی گاڑی سے واپس آئے۔ ان کے ہمراہ وہ جماعت بھی تھی جو بیساکھی میلہ کے لیے وزیرآباد گئی ہوئی تھی۔ ان لوگون نے اپنے آپ کو ایک جلوس کی صورت مین تبدیل کر لیا تھا۔ مجمع رولٹ ایکٹ کے خلاف صدائے عظیم

بلند کرتا ہوا گذرا۔ سویرے اٹھکر انھون نے لاہور کے واقعات اور کارروائی کو شہر مین مشہور کرنا شروع کر دیا اور دوکاندارون کو دوکانین بند کرنے کے لیے ترغیب دلائی۔ غرض ہڑتال شروع ہو گئی حکام نے افسران میونسپلٹی کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے حلقے کی نگرانی کرین۔ مطابق ہدایت افسران میونسپلٹی نے معہ سپاہ رفقا کے ۱۴ر کی شب کو اپنے اپنے حلقون کا معائنہ کیا لیکن کوئی خاص بات وقوع مین نہین آئی۔ پندرہ اپریل کو کچھ طلبار اور بیرونی اصحاب مشن اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس گئے اور ان سے اسکول بند کرنے کے لیے کہا۔ ہیڈ ماسٹر نے انکار کیا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ چند طلبار پر بید بھی پڑے۔ لڑکون نے اس سختی کا جواب ڈھیلون سے دیا اور اسکول کی کھڑکیان توڑ ڈالین۔ اسٹیشن پر بھی ان طلبار نے پتھر پھینکے اور چند کھڑکیون کے شیشے توڑ ڈالے لیکن وہ زیادہ نقصان نہین کرنے پائے تھے کہ ان پر گولیون کی بوچھار پڑنا شروع ہو گئی اور مجمع منتشر ہو گیا کوئی جانی نقصان نہین ہونے پایا۔ اس روز سوائے اس واقعے کے اور کوئی بات نہین ہوئی کسی لیڈر نے اس ہڑتال مین حصہ نہین لیا اور نہ طلبار کے کسی فعل مین ساتھ دیا۔ لیکن پھر بھی ۱۹ر کو فوجی قانون گجرات مین نافذ ہو گیا۔ ڈپٹی کمشنر مسٹر ولیم سن کو فوجی قانون کی مطلق خبر نہ تھی۔ وہ خود فوجی قانون کو نہین پسند کرتے تھے جب انھین معلوم ہوا کہ فوجی قانون نافذ ہو گیا تو انھون نے فوجی حکام سے

پوچھا کہ کیا گجرات بھی حدود پنجاب میں ہے ان کا خیال تھا کہ گجرات بمبئی کے حدود میں ہے - ان کی یہ غلطی تھی جو انھون نے ایسا خیال کیا اور گجرات آخر کار فوجی حکام کے زیر انتظام آگیا اور اسوقت تک انھین کے تحت مین رہا جب تک فوجی قانون اٹھا نہین لیا گیا - جو جون مین ختم ہوا - گجرات دو حصون مین تقسیم کر دیا گیا جسکے ایک گروہ مین شہری حکام بھی شامل تھے اور ایک گروہ سیٹھ چراغ دین کی سرپرستی مین بنا جو شہر کے سرآوردہ اصحاب مین سے تھے - اور اتبک آنری مجسٹریٹ ہین - افسرین کا گروہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مخالفین کو بروقت درہم برہم کرنے کے لیے تیار تھا مسٹر ہرگوپال بیرسٹرایٹ لا سعہ اور ون کے مقید کر لیے گئے اور ایک عرصہ تک حراست مین رہے جو لوگ حراست مین لے گئے تھے ان کا مقدمہ مجلس فوجی حکام کے سامنے پیش ہوا جہان سے باعزت رہا کر دیے گئے ججون کی رائے ہے کہ جن اہلکارون نے سرکار کی طرف سے گواہی دی ہے انھون نے جھوٹ بولا ہے،،

لالہ رام چند ٹنڈن بھی جنھون نے حکام کو اس شورش مین بہت کچھ مدد دی تھی اس الزام سے نہ بچ سکے معزز وکلا اور دوسرے شرفاؤن کے گھر بلا کسی وجہ کے معائنہ کیے گئے - سیٹھ چراغ دین سے مجسٹریٹی اور میونسپل کمشنری کے عہدے چھین لیے گئے - یہ وہ شخص ہین جن کو علاوہ قیصر ہند کی سند کے اور بھی کئی اسناد دیے گئے تھے انھون نے اکیلے دو سو

آدمی فوج کے لیے تیار کیے تھے

مسٹر ہرگوپال نے اہلکاروں پر دروغ حلفی کا مقدمہ چلانے کی عرضی پیش کی لیکن وہ نامنظور ہوئی۔ جو مصیبتیں دوسرے اضلاع کے باشندوں پر پڑیں وہ مصیبتیں گجرات کے بھی غم نصیب باشندوں کو جھیلنا پڑیں۔ یہ کہنے میں کوئی کلام نہ ہوگا کہ اس سے پیشتر شہر گجرات میں کوئی سیاسی تحریک کا رنگ نہ تھا۔ اسکو اگر ہی فخر نہیں کہ اسکے یہاں مقامی کانگریس کا بھی افتتاح ہوا بلا کسی غائت یا وجہ کے گجرات پر ایک ذمہ دار پولیس تعینات کر دی گئی تھی۔

بیالیس ۴۲ ہزار روپیہ کا ٹیکس گجرات پر لگایا گیا جو چھ مرتبہ رفتہ رفتہ کرکے ادا ہو سکتا تھا۔ پہلی مرتبہ کا روپیہ فوری جمع ہوگیا۔ لیکن بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک چوتھائی رقم لالہ رام چند ٹنڈن سے وصول کی گئی اور ایک چوتھائی دوسرے وکلا سے۔ ہماری نظر میں اس ٹیکس کا واقعہ ویسا ہی ناجائز تھا جیسا کہ خود ٹیکس ناجائز ہے۔

جلال پور جٹاں

جلال پور جٹاں ایک چھوٹا سا گاؤں ضلع گجرات میں گجرات سے آٹھ میل پر ہے۔ یہ ایک مشہور کپڑے بننے والی منڈی ہے۔ ۱۶ اپریل کو

بیان متعلق ہڑتال نہ تھی لیکن ۱۵ اپریل کو بغرض ہمدردی ایک معمولی سی ہڑتال ہو گئی تھی۔ مگر کوئی نقصان نہیں پہونچایا گیا۔ ایک مجلس منعقد کیگئی جسمیں عموماً سب لوگوں نے حصہ لیا۔ ۱۵ اور ۱۶ کو رات کے وقت نامعلوم کس شخص نے تار کاٹ دیا۔ ظاہراً اسی جرم کی وجہ سے مارشل لا اس جگہ جاری کیا گیا۔ اور باوقار لوگ گرفتار ہونا شروع ہوئے (کل ۱۷ اشخاص گرفتار کیے گئے۔ ایک تو بلا عدالت میں پیش ہوئے چھوڑ دیا گیا بقیہ حکام فوجی کی عدالت میں پیش کیے گئے۔ ان میں سے دس رہا کر دیئے گئے اور چھ آدمیوں کو مختلف سزائیں دی گئیں۔ طلبا کو جن میں بچے بھی شامل تھے دن میں تین مرتبہ تھانے پر حاضری دینا پڑتی تھی ۱۲ ہزار کا جرمانہ بلا کسی اصول کے ان لوگوں پر لگایا گیا جس کا چھٹا حصہ وصول ہو چکا ہے۔

* * * * * * *

ملک وال

ملک وال ایک بہت بڑا اسٹیشن ہے جو گجرات سے دس میل پر واقع ہے اس کی آبادی غالباً تین ہزار ہے۔ ۱۷ اپریل کو اس جگہ چند لوگوں نے غالباً [illegible] میں ایک پٹری توڑ ڈالی جس سے مسافروں کی جانوں کے نقصان کا احتمال ہوا ایک گاڑی پٹری سے ضرور اتر گئی تھی مگر نقصان نہیں ہوا۔ فوراً ہی مارشل لا کا اعلان کر دیا گیا اور جو واقعات اور معاملات پیش آئے وہی یہاں بھی ہوئے تحقیقات کے

معلوم ہوا کہ تقریباً چالیس ۴۰ آدمی گرفتار کیے گئے جنہیں نوجوان طلبا اور ریلوے کلرک بھی شامل تھے ان میں سے آٹھ تو چھوٹ گئے پندرہ کو رہا کر دیا گیا۔ جنپر کوئی مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ اگرچہ انہیں بہت دنوں حوالاتین رکھا گیا معزز آدمیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ افسروں کے پنکھا جھلیں۔ ان سے سڑکین بھی صاف کرائی جاتی تھیں اور صفائی کے اور کام بھی لیے جاتے تھے سکول کے طلبا کو دن میں تین مرتبہ شاہی جھنڈے کو سلام کرنا پڑتا تھا۔ اگرچہ ریلوے کے کلرک بری ہو گئے تھے لیکن پھر بھی وہ اپنے عہدوں سے برخاست کر دیے گئے۔ ان میں سے بعض کی سزا دس تو پورے تیس سال کی تھی

شیخ پورہ

شیخ پورہ ایک تاریخی مقام ہے جو لاہور سے ۳۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گوجرانوالہ کے ضلع میں یہ آخری مقام ہے جس کا ہم ذکر کرینگے۔ اس کا نام شہنشاہ جہانگیر کے نام پر رکھا گیا ہے، اور اسمیں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رانی نکائن بھی رہا کرتی تھیں اسکی آبادی تقریباً ۲ ½ ہزار ہے۔

۶؍اپریل کو شیخ پورہ میں ہڑتال رہی، گو پولیس سب انسپکٹر نے مداخلت کی تاہم بغیر کسی تحریک یا دباؤ کے ہوئی۔ شام کو ایک جلسہ بھی ہوا جسمیں حکام کے بیان کے مطابق نہایت معتدل تقریریں ہوئیں۔ رائے صاحب سری رام سود، سب ڈویژنل افسر نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ جلسہ نہ ہوا اور اس غرض سے انھوں نے شہر کے وکلاء کو طلب کر کے انھیں دھمکیاں دیں۔ ۱۳؍تاریخ تک بالکل امن امان رہا۔ لیکن لاہور اور امرتسر کے واقعات کی خبروں سے شیخ پورہ کے لوگ بھی متاثر ہوئے اور ۱۴؍ کی صبح کو ایک دوسری خود بخود ہڑتال ہوگئی، لیکن اب بھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا، یہ کہا جاتا ہے کہ ایک نان بائی کی دوکان اسی روز زبردستی بند کی گئی اور لوگوں نے اسکے ساتھ تشدد کیا، گو کہ سرسری عدالت نے محض اسی بنا پر کچھ آدمیوں کو سزائیں بھی دیں لیکن پھر بھی اس بیان کی عام طور پر تردید کی جاتی ہے۔ بہرکیف اسکی

شب کو بعض اجنبی آدمیون نے ریل کے تار کاٹ ڈالے اور سگنل کو صدمہ پہونچایا
اغلب یہی ہے کہ یہ لوگ شیخوپورہ ہی کے رہنے والے تھے۔

تاہم ہڑتال کے سبب سے کوئی بدامنی نہیں ہوئی، لیکن اسکے باوجود ۹ ارکو یہان بھی مارشل لا کا اعلان کر دیا گیا، اور وہ تمام باتین جو دوسرے مقامات پر پیش آئین اور جنکا ہم ذکر کر چکے ہین، وہی یہان بھی واقع ہوئین، وکلا، پر خاصکر توجہ کی گئی، جنکو پوری طرح ذلیل کیا گیا۔ چالیس دن تک انھین قید رکھا گیا، اور اسکے بعد بغیر یہ بتائے ہوے کہ وہ کیون گرفتار کئے گئے تھے، انھین رہا کر دیا گیا۔ شیخوپورہ مین ایک خاص واقعہ یہ پیش آیا کہ یہان کی پوری مرد آبادی کو، جنکی عمرین دس سال سے زیادہ تھین، اسپر مجبور کیا گیا کہ وہ ایک میدان مین جھاڑو دین، جس سے مقصد یہ تھا کہ ان لوگون کو ذلیل کیا جائے۔ سات روز تک اُنھین صبح شام تک حاضری دینی پڑتی تھی تاکہ واقعہ کی تحقیقات کیجائے اور مقامات کی طرح یہان بھی لڑکون کی حاضری لیجاتی تھی۔

ایک معزز سن رسیدہ نمبردار جنکی عمر ساٹھ سال ہے جو ایک پنشن یافتہ انسپکٹر پولیس ہین اور ۳ سال سے نمبرداری کر رہے ہین، اُن کو بھی محض اس بنا پر گرفتار کیا گیا کہ جب اُن کے بیٹون کو طلب کیا گیا تو وہ شہر مین موجود نہ تھے۔ ان کا اسباب ضبط کر لیا گیا۔ اور اُن کے اسامیون کو کھیت کاٹنے سے روک دیا گیا۔

فوج کے سپاہیون اور پولیس والون نے بیدھڑک لوگون کی چیزین لین حسب معمول یہان بھی زبردستی شہادتین فراہم کی گئین، اور دیگر مقامات کی طرح یہان بھی انصاف کی

مٹی پلید ہوئی۔ لیکن دیگر مقامات کے برخلاف مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے یہاں کے وکلا کی ہائی کورٹ میں شکایت کی تاکہ انھیں سندِ وکالت سے محروم کر دیا جائے۔" منجملہ متفرق بیانات کے ہم نے صرف تین بیانات لئے ہیں جن سے مذکورہ بالا واقعات کی تائید ہوتی ہے۔

سردار بوٹا سنگھ بی اے - ایل ایل بی ضلع کی وار لیگ، جنگی مجلس کے ایک ممبر رہ چکے ہیں انھوں نے فوجی بھرتی میں مدد دی، سرکاری خدمات کا سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے ہڑتال میں کوئی حصہ نہیں لیا کیونکہ وہ دونوں روز دوسری جگہ کام پر گئے ہوئے تھے۔ ۱۴ اپریل کے واقعات کے متعلق وہ لکھتے ہیں "کسی مجمع کو کسی مقام پر جمع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور لوگوں سے کوئی غیر معمولی حرکت بھی سرزد نہیں ہوئی" اور نہ کوئی مظاہرہ کیا۔

"۱۹ر کو دیگر وکلا کے ساتھ انھیں بھی یکایک گرفتار کر لیا گیا۔" ہم سب کو ۲۵ سپاہیوں کی نگرانی میں دے دیا گیا، جن کی بندوقیں بھری ہوئی تھیں اور سنگینیں کھنچی ہوئی تھیں۔ اسی حالت میں شہر کے اندر ہماری تشہیر کرائی گئی اور قصبہ کے دوسرے معمولی قیدیوں کے ساتھ کئی بار گندی زمین پر بٹھایا گیا، ایک گھنٹہ تک نہایت ہی ذلیل کرنے کے بعد تیز رفتار کے ساتھ ایک مسلح ریل گاڑی کی طرف لے گئے۔ چونکہ میں خرابی صحت کے سبب سے اپنے ساتھیوں کے قدم بقدم نہ چل سکتا تھا، اس لئے مجھ پر گالیاں پڑتی تھیں، مذاق اڑایا جاتا تھا اور مجھے چھڑی سے مارتے تھے۔ ان قیدیوں کو لاہور لیجا کر

جہاں وہ دو گھنٹے کے بعد پہونچے۔ باوجود انکی مسلسل التجاؤں کے انھیں پاخانہ یا پیشاب کرنے کی سپاہیوں نے اجازت نہ دی اور نہ شام تک انھیں کچھ کھانے کو دیا گیا۔ ریلوے اسٹیشن سے ہم لوگوں کو سنٹرل جیل لیگئے۔ جہاں ہمارے ہاتھوں میں ہتکڑیاں ڈال کر تنہا کوٹھریوں میں بند کر دیا گیا۔ اسطرح ہمیں چالیس روز تک بند رکھا گیا۔ اور اس حالت میں ہمیں ہر قسم کی تکالیف اور اذیتیں اٹھانی پڑیں گویا کہ یہ تشدد اور سختی اُن کے لیے کافی نہ تھی۔ انھیں اور زیادہ ذلیل کیا گیا۔ حتی کہ اسوقت بھی جب انھیں رہا کیا گیا۔ انھیں ہتکڑیوں کے ساتھ شیخوپورہ کچہری لیگئے۔ اسٹیشن سے تھانہ تک پیدل لیگئے۔ پھر شہر میں انکے تحصیلدار کے مکان پر لیگئے۔ تاکہ اس طریقہ سے انھیں ذلیل کیا جائے اور یہاں پہونچکر انھیں رہا کیا گیا۔

لالہ ٹھاکر داس بی۔ اے۔ ایل ایل بی نو سال سے وکالت کرتے تھے انھیں یا تا دو موضعوں کی نمبرداری ملی ہے اور اُن کی بہت بڑی جائداد ہے۔ وہ ہمارے جنگ کے لیے چندے دیتے رہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ گزشتہ اپریل کے آخر تک میں نے کبھی کسی سیاسی جلسہ میں شرکت نہیں کی۔ ۱۵ کی صبح کو سب ڈویزنل افسر نے انھیں بلایا انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ حکام کے ساتھ امن وامان کے قائم رکھنے کے لیے کوشش کرینگے۔ اسی روز شام کو سب ڈویزنل افسر چوہڑکانہ گئے۔ ان کی یہ کارروائی اُس شہادت کے بالکل برخلاف تھی جو انھوں نے لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کے سامنے دی اور جس انھوں نے یہ بیان کیا کہ شیخوپورہ کا امن وامان محض ظاہری تھا، واقعی نہ تھا۔ یہ واضح رہے کہ جب وہ شیخوپورہ سے گئے تو تاروں کے کاٹنے کا واقعہ پیش آچکا تھا۔ لالہ صاحب کا

بیان ہے کہ ۹ ارکی شام تک انھون نے مقامی اکسٹرا اسسٹنٹ کلکٹر کی مدد کی۔ ۱۹ ارکو وہ سب ڈویژنل افسر کے سامنے حاضر ہوئے اور اُن سے کہا کہ شیخوپورہ مین کوئی بد امنی نہین ہے، لیکن چند ہی منٹ کے بعد انھین گرفتار کر لیا گیا، اور اسکی بھی اجازت نہ دی گئی کہ وہ اپنے مکان کا دروازہ بند کر سکین یا پائجامہ پہن لین، ان کا بیان ہے "اسکے بعد مجھے گندی زمین پر بٹھایا گیا، جہان گوسائن بایا رام کا انتظار تھا جنکا آفس میرے مکان سے صرف چند ہی گز کے فاصلے پر تھا، مجھے اسوقت بیٹھنے کی کوئی خواہش نہ تھی کیونکہ مین تھکا نہ تھا۔ لیکن ذلیل کرنے کی غرض سے مجھے جبریہ بٹھایا گیا، لاہور کے ریلوے اسٹیشن کے حوالات کا انھون نے اسطرح ذکر کیا ہے: "یہ جگہ بالکل ہی رہنے کے قابل نہ تھی، کیونکہ اس سے قبل یہ پیشاب خانہ تھا۔ اور ہر طرف سخت بو آتی تھی۔ اُن کے جوتے اور ان کی ٹوپیان حوالات سے باہر رکھوالی گئی تھین۔ گوہر سنگھ چونکہ سکھ ہین اسلیے انھون نے پگڑی اُتارے جانے کی شکایت کی اور یہ خواہش کی کہ وہ عینک لگائے رہین، کیونکہ سن دار ہونے کی حیثیت سے بغیر چشمہ کے وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے لیکن ان کی شکایت کی کوئی پرواہ نہین کی گئی۔ اُن کی بغیر اطلاع انھین نمبرداری سے خارج کر دیا گیا اور جب اعلی حکام سے انھون نے اس حکم کے خلاف اپیل کی تو وہ درخواست بھی اُن کے بیان کو بلا سُنے مسترد کر دی گئی۔

گوسائن میا رام بھی بی اے، ایل ایل بی ہین۔ ان کا بیان ہے کہ صبح سویرے وہ گرفتار کیئے گئے وہ ہم پورے طور سے کپڑے بھی نہین پہن ہوسکے تھے بعض صرف شب خوابی کا

کرتہ اور پائجامہ پہنے ہوئے تھے، اور مولوی عالم دین وکیل تو صرف ایک ہلکا کرتہ اور دھوتی پہنے ہوئے تھے، جب ہم نے کپڑے پہننے کے لیئے درخواست کی تو یہ بھی کے ساتھ نامنظور کی گئی۔ پھر وہ لکھتے ہین کہ کسطرح اُن کو بالارادہ ذلیل کیا گیا" مجھے سردار بوٹا سنگھ اور مولوی عالم دین وکلا اور جمعیت سنگھ کو ایک ہی گاڑی مین رکھا گیا اور کہا گیا کہ ہم لوگ گاڑی کے فرش پر بیٹھین، اگرچہ ہمارے بیٹھنے کے لیئے وہان بنچین موجود تھین۔ سردار بوٹا سنگھ نے اتفاق سے اسی روز صبح کو جلاب لیا تھا۔ وہ پیشاب کرنا چاہتے تھے جسکے لیئے انھون نے پہرہ دار سپاہی سے اجازت چاہی، لیکن منظور نہین ہوئی۔ اسکے بعد ہم مین سے ہر شخص نے اجازت طلب کی، تو ایک گورہ سپاہی نے کہا "تم پی کیون نہین جاتے ہو؟" اور اسی قسم کے واقعات بیان کرنے کے بعد وہ لکھتے ہین: جیل مین ہم لوگون کو جو مصائب برداشت کرنا پڑے وہ ناقابل بیان ہین جیل کی معمولی غذا صرف مویشیون کے لیئے موزون ہے، انسان نہین کھا سکتے، جیل مین ہمین صرف آدھ گھنٹہ کے لیئے شام کو، اور آدھ گھنٹہ کے لیئے صبح کو کوٹھریون سے باہر نکلنے کی اجازت ملتی تھی تا کہ ہم نہا دھو سکین۔ اکثر یہ ایک گھنٹہ کی مختصر مہلت بھی نہین ملتی تھی، پہرہ دار جلدی سے کوٹھریون کے دروازے بند کر دیتے تھے" گوسائین صاحب نے وہ دلچسپ گفتگو بھی بیان کی ہے جو اُن سے اور سب ڈویژنل افسر سے ہوئی تھی، جنھون نے انھین اور بعدہ دیگر وکلا کو منع کیا تھا کہ وہ ۱۶ اپریل کے جلسہ مین شریک نہون اور جب انھون نے یہ کہا کہ جلسہ مین کوئی ایسی بات ہونے والی نہ تھی جو ایک

وکیل کی آزادی کے خلاف ہو تو پھر ذاتی تعلقات کی بنا پر اُن سے جلسہ میں شریک ہونے کی درخواست کی گئی، تو گوسائن اسپر رضامند ہو گئے۔ اسکے بعد سب ڈویژنل افسر نے دوسرے وکلاء کو بلایا اور اُن سے کہا کہ گوسائن نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ جلسہ میں شریک ہون گے، جب آخر الذکر کو یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے کہا "مجھے یہ سنکر سخت تکلیف ہوئی اور خیال کیا کہ سب ڈویژنل افسر نے میرے نام سے ناجائز طور پر کام لیکر دوسرون پر اثر ڈالنے کی کوشش کی، اس لیئے مین نے اُنھین لکھا کہ مین جلسہ مین شریک ہونگا اور یہ کہ انھین اس بات کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ اس طریقہ پر میرے نام سے کام لین"۔

سردار پریتم سنگھ وکیل جو اتفاق سے گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ انھون نے مارشل لا کے اجراء کو بچشم خود دیکھا تھا جبکا ۱۹ اپریل کی شام کو اعلان کیا گیا تھا، انھون نے اسطرح اس واقعہ کو بیان کیا ہے:۔ "یہ اعلان خود سب ڈویژنل افسر نے سرِ بازار لوگون کو پڑھکر سنایا تھا اور جب وہ پڑھ چکے تو انھون نے لوگون سے کہا کہ انھین اسبات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اگر لوگ دوبارہ ہڑتال کرین تو ان کے گولیان ماردی جائین، اس موقع پر انھون نے اپنی چھڑی کئی معزز آدمیون کے گالون مین چبھو دی" اسکے بعد انھون نے کلدار توپون کے مظاہرہ کا ذکر کیا ہے، جسکا ہنٹر کمیٹی کے سامنے حوالہ دیا گیا تھا:۔

ماہ اپریل کے آخر مین گورہ اور ہندوستانی سپاہیون نے سرکار کی طاقت کی نمایش کی جسکے ساتھ کچھ کلدار توپین اور کچھ موٹرین بھی تھین جن پر توپین چڑھی ہوئی تھین

کلدار توپ کے سامنے ایک دمدمہ بنا ہوا تھا اور اسپر لوہے کے ٹکڑے پھیلا دیئے گئے تھے، پہلے اس دمدمہ پر کلدار توپ سے مشق کی گئی اور لوہے کے ٹکڑوں مین گولیون سے چھید کردیے گئے، پھر یہ ٹکڑے لوگون کو دکھائے گئے جن سے مقصد صاف یہ کہنا تھا کہ وہ سرکار کی قوت کا تماشہ دیکھین۔ اُن سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر وہ سرکار کے خلاف بغاوت کرینگے تو ان کے جسمون مین بھی ان توپون کی گولیون سے چھید کردیئے جائینگے۔ طاقت کی اس نمائش سے پہلے لفٹنٹ گورنر کا وہ حکم پڑھکر لوگون کو سنایا گیا تھا جسمین انھون نے لوگون کو نصیحت کی تھی کہ وہ گورمنٹ کے شریک ہوکر امن وامان قایم کرین۔

طاقت کی اس نمائش کے ساتھ ہی لوگون سے اشتراک عمل کی درخواست ایک بہت ہی بیجوڑ بات تھی۔ ۷ رمئی کو یا اسکے قریب ہی کی کسی تاریخ مین طاقت کی ایک دوسری نمائش ہوئی لیکن اس مرتبہ اس نمائش کا مقصد یہ تھا کہ لوگون مین خوف ودہشت ہی نہ پیدا کیجائے بلکہ ان کو ذلیل کیا جائے۔ ہم اسکے گواہ کے الفاظ مین بیان کرتے ہین:۔

انھون نے تمام لوگون کو ایک ہی مقام پر جمع کیا جسمین وکلا بھی شامل تھے، جنھین گرفتار نہین کیا گیا تھا، وکلا کو اور لوگون سے علحدہ کردیا گیا اور وہ دو قطارون مین کھڑے کیئے گئے، اگلی صف مین وہ لوگ تھے جو ۱۶ اپریل کے جلسہ مین شریک نہوے تھے، اور پچھلی صف مین وہ وکلا تھے جو اگرچہ ۱۶ اپریل کے جلسہ مین شریک ہوئے تھے لیکن اس مین انھون نے کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا۔ اُسکے بعد مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے اپنی

تقریر شروع کی جسکا موضوع ہندوستانی وکلا تھا، علاوہ اور باتون کے انھون نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان کے وکلا کمینہ ہوتے ہین، جو سرکار کے خلاف شورش برپا کرتے ہین، اور معصوم زمینداروں کو اپنا آلہ بناتے ہین۔ انھون نے مجھ سے خاصکر دریافت کیا کہ میرے والد کیا کرتے تھے، اور مین نے خود کہان تعلیم پائی تھی جب اُنسے یہ کہا گیا کہ میرے والد اسکول ماسٹر تھے، اور مین نے فورمن کرسچین کالج لاہور مین تعلیم پائی تو انھون نے حیرت ظاہر کی کہ مین نے شورش مین کیون حصہ لیا مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے مجھسے یہان تک کہا کہ "چھوٹا کیڑہ" یہ فقرہ انھون نے دیگر وکلا کی موجودگی مین کہا۔

جب وہ وکلا کا ذکر کر چکے تو مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے سردار گوہر سنگھ انسپکٹر پولیس سے کہا کہ وہ ہتکڑیون کے ساتھ دھوپ مین مجمع کے سامنے تواعد کرین صاحب نے مجھ سے کہا کہ گوہر سنگھ نے گورنمنٹ کے ساتھ بیوفائی کی اور یہ کہ ان کے تین لڑکون کو بغاوت کے جرم مین جیل بھیجدیا گیا۔ گورنمنٹ اُن کی پنشن بند کرکے انھین برہما مین جلاوطن کردے گی۔

اسکے بعد صاحب عام لوگون سے مخاطب ہوے۔ انھون نے کہا کہ "تم سب لوگ سور آدمی اور گندی مکھی ہو" انھون نے زمین پر تھوک کر کہا "کالے لوگ اور گندے لوگ سب ایسا ایک کا ہوتا ہے" کیونکہ انھون نے اپنی دوکانین بند کرکے سرکار کے خلاف بغاوت کی، انھون نے کہا کہ وہ وکیلون کے کہنے پر نہ چلین جو ہمیشہ ان کو فریب

اور دھوکا دیتے ہیں، بلکہ وہ نمبرداروں، ضلعداروں، تحصیلداروں اور ڈپٹیوں کی نصیحت مانا کریں"

اِس موقع پر بھی وکلا کی توہین کی گئی کیونکہ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگوں اور وکلا کے درمیان نفاق پیدا کیا جائے، جنکو وہ اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ ایک معزز پنشن یافتہ انسپکٹر پولیس کو محض اس لیئے ذلیل کیا گیا کہ اُن کے لڑکوں کے متعلق بغاوت کرنا فرض کر لیا گیا، تمام مجمع کو گالیاں دی گئیں اور یہ تمام باتیں اس افسر سے سرزد ہوئیں جسکو اس ضلع میں اس غرض سے بھیجا گیا تھا کہ وہ یہاں امن امان قائم کرے اور شریر لوگوں کو سزائیں دے۔

اگرچہ کوئی نقصان شیخوپورہ میں نہیں ہوا اور نہ مجمع نے کوئی ضرر تار وغیرہ کو پہونچایا لیکن اُن سے تاوان لیا گیا۔ گوسائیں مایا رام وکیل نے بیان کیا کہ نقصان کی قیمت زیادہ سے زیادہ پانچ روپیہ ہوسکتی ہے۔ پہلے نو نو ہزار روپیہ بطور تاوان لیئے جانے کا تقدد کیا گیا تھا لیکن بعد کو پھر سو ہی روپیہ رکھا گیا جسمیں سے ساٹھ روپیہ صرف چار بدقسمت وکیلوں سے وصول کیے گئے جنکو بلا وجہ چالیس روز تک قید میں بند رکھا گیا۔

لالہ ٹھاکر داس نے بھی وہی بیان کیا جو مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے اپنی شہادت میں تسلیم کیا یعنی وہ ایک توبہ گھر تعمیر کرانا چاہتے تھے، جس میں خود گواہ نے ایک ہزار روپیہ دینا قبول کیا تھا۔

اس سے پیشتر کہ ہم شیخوپورہ کے تفصیلی حالات کو قلمبند کرچکیں جو اپریل میں ظہور پذیر ہوئے

یہ ضروری معلوم ہوتا ہی کہ کرنل اوبرائن مسٹر بوسورتھ اسمتھ اور رائے صاحب سری رام سود کی شہادت پر بھی ایک سرسری نگاہ ڈالین جن سے معلوم ہوتا ہی کہ انھون نے اپنے فرائض کیسی سختی اور تشدد سے انجام دیئے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہی کہ کرنل اوبرائن قانون تحفظ ہند کے رو سے جو اختیارات کمشنرون کو ملے ہین اس سے بلا وارنٹ کی گرفتاری کو جائز قرار دیتے ہین اس سکشن (ضابطہ) سے جو ہم نے درج کیا ہی معمولی سی سمجھ والا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہی کہ یہان کمشنرون مین ڈپٹی کمشنر بھی شامل ہین کیونکہ جہان ڈپٹی کمشنرون کو یہ اختیارات دیئے گئے تو اسکو خصوصیت کے ساتھ ظاہر کر دیا گیا ہی۔ بہرکیف جہان تک شیخوپورہ کے وکیلون کا تعلق ہی کرنل موصوف یہ کہکر بری الذمہ ہو جاتے ہین کہ ان وکیلون کی گرفتاری کی وجہ ان کا ہڑتال کرنا تھا مسٹر بوسورتھ اسمتھ نے جو اس سے پیشتر شیخوپورہ کبھی نہین آئے اور اس لیئے ان کو وکیلون سے کبھی ملنے کا اتفاق نہین ہوا نہ صرف انکو ملزم قرار دیا بلکہ ان کی رپورٹ ہائی کورٹ کو کر دی۔ رائے صاحب سری رام سود نے یہ تسلیم کیا کہ ان کو وکیلون سے شکایت ہونے کی یہ وجہ ہو کہ ان مین سے ایک (۱) اخبار ٹریبیون کا خریدار تھا (۲) ہڑتال کے روز ایک دوسرے وکیل کے ساتھ ننگے سر پھرتے ہوئے دیکھا گیا۔ (۳) اور چونکہ وہ جلسہ کے صدر تھے اس لیے ان کے پاس چند خطوط بھی آئے تھے جس مین خط بھیجنے والون نے جلسہ مین شریک ہونے پر معذرت کی تھی ایک دوسرے وکیل بھی (۱) اخبار مسلم ہرالڈ کا خریدار تھا (۲) ایک دوسرے وکیل کے مکان پر دیکھا گیا (۳) ایک جلسہ سے غیر حاضری کا معذرت نامہ صدر جلسہ کو بھی لکھا تھا۔

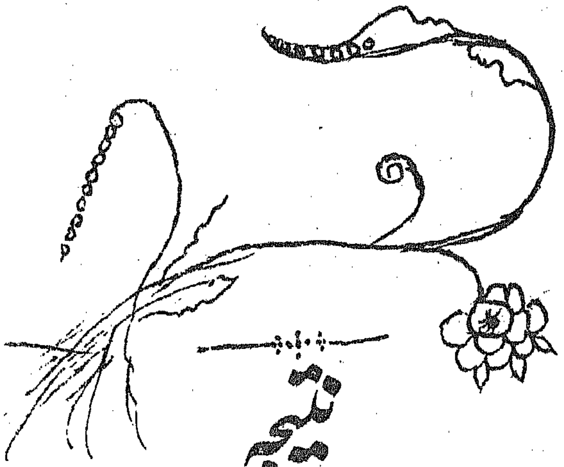
ہم نے سرسری مقدمات کی کارروائیوں اور استحصال بالجبر کے واقعات سے مفصل بحث نہیں کی ہے ان واقعات کی شیخوپورہ کے بیانات سے کافی تصدیق ہوتی ہے سرسری عدالتوں کے مقدمات تو محض دھوکا اور فریب تھے، استحصال بالجبر کے متعلق نہایت زوردار شہادتیں موجود ہیں۔

گوہر سنگھ کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگناہ لوگوں پر مقدمات قایم کرنے میں حکام نے کیسی سختی اور تشدد سے کام لیا۔ سردار گوہر سنگھ اور ان کا خاندان تو بالکل تباہ حال ہو گیا۔ اور ان لوگوں کو تباہ اور برباد کرنے میں حکام نے جو طریقے اختیار کیئے وہ نہایت ہی قابل اعتراض تھے، اگر ان کے بیٹے سردار امر سنگھ کے بیان پر اعتماد کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایسے سرسری لم صاحب کی نظر میں یہ خاندان ایک عرصے سے کھٹک رہا تھا۔ اس گواہ نے بیان کیا: "چنانچہ ۱۹ اپریل کی ہڑتال کے بعد میرے باپ کو جنھوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا، گرفتار کر کے لاہور کے سنٹرل جیل میں بھیج دیا گیا۔ لیکن پھر انھیں اسی روز رہا بھی کر دیا گیا۔ اسی روز شیخوپورہ میں تمام لوگوں پر جو آفت نازل ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ ہمارے تمام مکانات بند کر دیے گئے عورتوں اور بچوں کو نکال دیا گیا۔ کھیت کی فصلیں ضبط کر لی گئیں۔ کھیتوں پر پہرہ مقرر کر دیا گیا۔ اور فصل کاٹنے سے روک دیا گیا اس وجہ سے ہمیں بہت ہی بڑا نقصان پہونچا جس سے ہمارے واقعے کے تمام لوگ واقف ہیں۔ ہمیں برابر دھمکی دی جاتی تھی کہ ہمارے مکانات میں آگ لگا دی جائیگی" ۲۰ اپریل کو یہ گواہ بھی اپنے دو بھائیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا، اُن کے بھوپی کو بھی گرفتار کیا گیا

اور ایک دوست کو بھی مع اُن کے دو نوکروں کے پکڑا گیا۔ سردار امر سنگھ کا بیان ہے کہ ان بیچاروں کو محض اس وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑی کہ وہ انکے نوکر تھے۔ ۲۰ مئی کو یہ پانچوں شخص یعنی خود بہنوئی، اُن کے دوست اور دونوں ملازمین کو بغیر مقدمہ چلائے رہا کر دیا گیا۔ خود امر سنگھ کو ۲۴ مئی کو شیخوپورہ واپس بھیجا گیا۔ شناخت کے بہانہ سے ہتکڑیوں سے انھیں عام پبلک میں دکھایا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مقصد صرف یہی تھا کہ پبلک کی نظر میں انھیں ذلیل کیا جائے۔ ۲۶ کو وہ مسٹر پنی کے سامنے پیش کئے گئے لیکن چونکہ خود ان کی ذات کے خلاف کوئی شہادت نہ تھی، اس لیئے انھیں رہا کر دیا گیا۔

تقریباً چھ اشخاص بیان کرتے ہیں کہ یا تو انھیں گوہر سنگھ کے خلاف شہادت دینے پر مجبور کیا گیا اور یا وہ خود گرفتار کر لیے گئے اور محض اس بنا پر سزا دی گئی کہ وہ سرکار کی طرف سے جھوٹی شہادت نہ دیتے تھے۔ سردار گوہر سنگھ نے خود اپنے مقدمہ کا حال اسطرح بیان کیا ہے:۔ باوجودیکہ میرے لڑکوں نے خود ہی اپنے تئیں حکام کے پاس گرفتاری کے لیئے حاضر کر دیا تھا۔ پھر بھی میرے مکان اصطبل اور کمروں کو آٹھ روز تک مقفل رکھا گیا۔ اور میرے مکان اور کھیتوں پر پولیس کا سخت پہرہ مقرر کیا گیا۔ ایسی حالت میں ہم لوگوں کو اپنے مکان سے باہر رہنا پڑا۔ چونکہ ہم اپنے کھیتوں اور فصلوں کو نہ دیکھ سکتے تھے اس لیے انھیں سخت نقصان پہونچا۔ سارے غریب اسامی جنھیں پیداوار میں سے دو تہائی حصہ ملتا تھا۔ انھیں بھی سخت نقصان اٹھانا پڑے۔ ان اسامیوں کو بغیر کسی قسم کی تخفیف کے آبپاشی کے لیئے ٹیکس ادا کرنے پڑے۔ اس کے

ہمیں پھر گرفتار کیا گیا۔ اور ۳۰ مئی ۱۹۱۹ء کو پھر رہا کر دیا گیا" انھیں ان کی نمبرداری سے بھی بلا کوئی سبب بتائے برخاست کر دیا گیا۔



نتیجہ

ہم نے مختصر طور پر اپریل گزشتہ کے ان واقعات کو بیان کر دیا ہے جو پنجاب کے پانچ ضلعوں یعنی امرتسر، لاہور، گجرانوالہ، لائل پور اور گجرات میں پیش آئے تھے، جہاں مارشل لا کا اعلان کیا گیا تھا۔ باوجودیکہ ہم نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ پنجاب کی داستان مصیبت کو (کیونکہ فی الواقع یہ ایک داستان مصیبت سے کم نہ تھی) مناسب طریقہ پر بیان

کر دیں پھر بھی ایسا کرنے سے معذور رہے ہیں ایک مختصر سے بیان میں ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم زبردستیوں رشوت ستانیوں اور انسانی جذبات سے بے پروائی کے ان تمام دلخراشی واقعات کا خلاصہ کر دیں جو ان شہادتوں سے صاف عیاں ہیں جو ہم پبلک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ہم نے اس کی کوشش کی ہے کہ کسی فریق کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو ہم نے اس بات کو بھی پوری طرح مدنظر رکھا ہے کہ سرکاری افسروں کو یکایک ایک غیر معمولی صورت حالات کا سامنا ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حکام نے ہنگامہ اور فساد کے دبانے میں ضرورت سے زیادہ اپنے اختیارات سے کام لیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ان فسادات کی صورت کیا تھی اور کیونکر وہ پیدا ہوئے۔ فسادات کی صورت یہ تھی کہ بعض مقامات پر آتشزنی کے واقعات پیش آئے کسی مقام پر بیگناہ یورپیوں کو مار ڈالا گیا کہیں ریل کے تار کاٹ دیے گئے، دو یا تین ریلوے لائن کے پلوں کو بے پروائی سے جلا دیا گیا اور دو ایک مقامات پر ریل گاڑیوں کو پٹری سے اتار دیا گیا۔ یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ یہ حرکتیں عام طور پر سرزد نہیں ہوئیں اور نہ مسلح آبادی پر اسکا کوئی اثر پڑا جس نے براہ راست یا بالواسطہ انمیں کوئی حصہ نہیں لیا۔ دیہاتی یا کسان پیشہ آبادی کے بڑے حصے نے ان

فسادات میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ خود سرکاری بیانات سے ظاہر ہے کہ پنجاب کی دو کروڑ آبادی میں سے صرف ۴½ لاکھ آدمیوں نے ان فسادات میں حصہ لیا۔ ہمارے پاس جو شہادتیں ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن مقامات پر بلوے اور فساد ہوئے وہ امرتسر، قصور، گجرانوالہ، وزیرآباد، نظام آباد، حافظ آباد، دھبن سنگھ، چوہڑکانہ، سانگلہ، پٹی اور ملکوال تھے جن کی مجموعی آبادی سوا دو لاکھ ہوتی ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ اس سوا دو لاکھ آبادی میں سے صرف ایک مختصر سے حصے نے ان فسادات میں عملاً کوئی حصہ لیا، جیسا کہ ہنٹر کمیٹی کی شہادتوں اور مقدمات کی مسلوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ صرف چار یورپیوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ ہم مجمع کی اس حرکت پر اس کو نہایت سختی سے لعنت ملامت کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ کیا بات ہوئی کہ ایسی قوم کو جو عموماً نہایت امن پسند ہے، دفعتہً اس قدر اشتعال ہوا کہ اس نے سرکاری مال کو تباہ کیا، اور اس سے قتل کی وارداتیں سرزد ہوئیں؟ ہم نے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ سر مائیکل اوڈائر نے پنجابیوں کے روایتی صبر و تحمل پر حد سے زیادہ بار ڈال دیا۔ تعلیم یافتہ طبقہ کو برا بھلا کہکر فوجی بھرتی اور جنگی قرضہ اور دیگر فنڈ کی فراہمی میں رعایا کے ساتھ سختی اور تشدد برت کر اور قومی اخبارات کو اشتعال دلاکر انہوں نے رعایا کو سخت برہم کر دیا تھا جو مشتعل

ہونے والا سامان انھون نے اس طرح فراہم کیا تھا کہ اس مین مسٹر گاندھی، ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر سیتہ پال کے اخراج اور جلاوطنی سے آگ لگ گئی۔ چونکہ انھین اس کوشش مین کامیابی نہین ہوئی تھی کہ وہ ۶ را پریل کے پُر امن مظاہرون کو برپا نہ ہونے دیتے، اس لیے انھون نے یہ سوچا کہ وہ رعایا کے اس قومی جوش کو کچل ڈالنے کی ایک پر زور کوشش کرین، جو آزادانہ اظہار کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ انھون نے غلطی سے اس تندرست پودے کو ایک زہریلا درخت سمجھکر اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکدینا چاہا اور دیوانہ پن سے انھون نے مقتدر لیڈرون کو جلاوطن کیا۔ شاید یہ بہتر ہوتا کہ وہ اپنے ماتحت افسرون کو اس بات کا سختی سے فوری حکم دیتے کہ وہ اپنی بندوقون کے استعمال مین بہت آزادی سے کام نہ لین۔ لیکن ان کے لیے ایک ہی وقت مین برہم اور معتدل ہونا نا ممکن تھا۔ امرتسر مین جیسی ناسمجھی سے کام لیکر مجمع پر گولیان چلائی گئی تھین، اس سے لوگون مین صبر و تحمل کی تاب مطلق باقی نہ رہی ایسی حالت مین مجمع مین ایک جنون کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور اس حالت مین اس نے آتشزنی، لوٹ مار، تباہ کاری اور قتل کی حرکتین کین۔ تین ہی گھنٹون کے اندر اس کا تمام جوش و خروش ختم ہو گیا۔

جن دیگر مقامات کا ہمنے ذکر کیا ہے وہ امرتسر ہی کے واقعات سے متاثر ہوے تھے اور یہین کی انھون نے بھی تقلید کی۔ تاہم ہمین خدا کا شکر کرنا

چاہئے کہ قصور کے سوا اہم اور کسی مقام کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں مجمع نے کسی کو قتل کیا ہو۔

اس کے بعد سوال یہ ہے کہ کیا یہ حالت بغاوت یا ملک معظم کے خلاف جنگ وجدال کرنے کی تھی؟ کیا یہ ایسی صورت حال تھی کہ اس پر قابو پانا سول حکام کے لیے حسب ضرورت فوجی امداد حاصل کرنے کے بعد بھی ان کے اختیار سے باہر تھا؟ کیا یہ ایسی صورت تھی کہ آئینی طریق کو برطرف کر دینے کی ضرورت تھی؟ تاہم ہر مقام کا ذکر کرتے ہوئے، ان سوالات سے بحث کر چکے ہیں اور تمام حالات پر غور کرنے کے بعد اس خیال کو تقویت ہوتی ہے، جیسا کہ ہنٹر کمیٹی کے سامنے گزرنے والی اور نیز جو شہادتیں ہم نے جمع کی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ مارشل لا کے جاری کرنے کی کوئی ضرورت تھی لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کے سامنے جو خفیہ شہادتیں گزری ہیں وہ بھی صرف اسی صورت میں مارشل لا کے اجرا کی ضرورت ثابت کر سکتی ہیں، جب وہ بے نقص اور زور آور ہوں۔

بغاوت یا جنگ کا غدر، ہنٹر کمیٹی کے سامنے بالکل شکست ہو گیا پنجاب کے باہر کسی ایسی جماعت کا وجود ثابت نہ ہو سکا جو اس نام نہاد بغاوت کی پشت پناہ ہو۔ اس کے برخلاف کرنل اوبرائن جو سر مائیکل اوڈوائر کے ایک نہایت ہی معتمد ماتحت (یا لفٹنٹ) ہیں انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ان کے

پاس کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے وہ بغاوت ثابت کر سکیں۔ بلکہ یہ محض ایک قسم کا وہم و گمان تھا اور گجرانوالہ کے لیڈروں کی گرفتاری بھی صرف اُن کے دوستوں کی گپ پر مبنی تھی۔ انھوں نے یہ بات تسلیم کی ان کے پاس کوئی اطلاع ایسی نہ تھی کہ وہ گجرانوالہ کے لیڈروں کا فساد اور ہنگامہ سے کوئی براہ راست تعلق ہونا کہہ سکتے ہوں۔ لیکن انکا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی قسم کا ہنگامہ ہوگا تو وہ لیڈروں کو اس کا ذمہ دار قرار دیں گے۔ دوسرے سرکاری گواہوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ انھوں نے اپنے افعال و حرکات سے صرف یہ ظاہر کیا کہ ان واقعات اور حالات کے نتائج کا صحیح اندازہ کرنے کی ان میں قابلیت نہ تھی۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ سر مائیکل اڈوائر کے خیال کے مطابق چونکہ رولٹ ایکٹ کے خلاف شورش برپا کی گئی تھی وہ شرارت سے خالی نہ تھی۔ اس لیے یہ ضروری تھا کہ وہ ایک وسیع سازش کے وجود کو ثابت کریں۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس کے مطابق عمل کرنے کی خواہش اور زیادہ قوی ہوگئی۔ نہ صرف انھوں نے محسوس کیا بلکہ دوسروں کو بھی یہ باور کرایا کہ لیڈروں کی تقریریں مفویانہ تھیں۔ ہر ہڑتال میں انہیں ایک سازش اور ہندو مسلمانوں کے اتحاد والوں کے ہر مظاہرہ میں انہیں انگریزی حکومت کے لیے ایک خطرہ دکھائی دیتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ ذرا بھی تعجب خیز نہیں کہ بغاوت کا غدر ثابت نہ

نہ ہو سکا۔

اگر مارشل لا کا اجرا نا واجب تھا تو اس سے بھی زیادہ نا واجب یہ تھا کہ اس کو دو ماہ تک قائم رکھا گیا۔ اس قانون کے ماتحت جو کارروائیاں کی گئیں وہ ایسی تھیں جو پھر اس حکومت کو ذلیل کرنے والی ہیں جو خود کو مہذب متمدن کہتی ہو۔ مارشل لا کا آغاز جلیانوالہ باغ کے بیگناہوں کے قتل عام کے ساتھ ہوا جو دہشت ناک پالیسی جنرل ڈائر نے اختیار کی تھی، سر مائیکل اوڈوائر نے دو ماہ تک اسی کی تقلید کی۔ اگر ہمارے اعداد و شمار صحیح ہیں اور اس کا ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور صحیح ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰) جانیں ضائع ہوئیں اور تین ہزار چھ سو (۳۶۰۰) آدمی زخمی ہوئے جنہیں بہت سے مستقلاً معذور ہو گئے۔ رعایا سے جو غلطیاں ہوئی تھیں ان کے تناسب سے انتقام بہت زیادہ تھا پھر رعایا کی طرف سے جو قصور ہوا وہ بھی سخت اشتعال کی حالت میں۔ ہم ایسے جبر و تشدد اور ضرر رسانی کا مفصل ذکر کر چکے ہیں، جو باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ مارشل لا کے زمانہ میں بتدریج روا رکھا گیا۔ ہم صرف یہ توقع کر سکتے ہیں کہ جو حالات ہم نے افشا کیے ہیں وہ آئندہ اس قسم کے مظالم اور شرارت کو ناممکن بنا دیں گے

اب ہم ان پانچوں اضلاع کا ذکر کر چکے جہاں مارشل لا کا اعلان کیا گیا تھا ہم نے سر مائیکل اوڈوائر کی حکومت سے بھی بحث کی ہے اور ہم نے رولٹ

ایکٹ اور ستیہ گرہ تحریک کے اغراض و مقاصد کی بھی تشریح کر دی ہے۔

ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ہمنے اس بات کی کوشش کی ہے کہ واقعات کو ہر حالت میں پیش نظر رکھیں۔ ہم نے اپنے نتائج صرف انہی واقعات سے اخذ کئے ہیں جو شہادتوں میں موجود تھے۔ اور جنکو ہمنے جداگانہ طور پر چھاپ دیا ہے ان شہادتوں کے ساتھ وہ شہادتیں بھی شامل ہیں، جو لارڈ ہنٹر کی کمیٹی کے سامنے گزری ہیں اور مارشل لا کی خاص عدالتوں کی مسلوں سے بھی مدد لی گئی ہے

بعض مقامات پر ہم کو مجبوراً ترش الفاظ استعمال کرنا پڑتے ہیں لیکن ہم سب نے سرکاری افسروں کے متعلق جو کچھ کہا ہے، وہ نہایت سوچ سمجھکر البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کی مخالفت میں ہمیں جو کچھ کہنا چاہئے تھا، اس سے ہم نے بہت کم کہا ہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ ہمیں اس بات کا کوئی حق نہیں کہ ہم پنجاب گورنمنٹ سے ہوشیاری اور احتیاط پسندی کے ناممکن معیار پر عمل کرنے کی توقع کریں۔ جوش و خروش اور بدامنی کے زمانہ میں خواہ کوئی افسر کیسا ہی محتاط اور نیک نیت ہو لیکن وہ بھی غلطی کر سکتا ہے

ہم اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسوقت ہمارے ملک میں عنقریب بہت اہم انتظامی تبدیلیاں ہونے والی ہیں اور ملک معظم نے حکام اور رعایا دونوں سے التجا کی ہے کہ وہ اتحاد عمل سے کام لیں اس لیے ہم کوئی بات ایسی کہنا نہیں چاہتے جس سے ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ ہم ذمہ دار سرکاری افسرون کے وحشیانہ اور خلاف انصاف کارروائیون کو نظرانداز کر دین جس طرح کہ ہم رعایا کی مجرمانہ حرکات سے کسی حالت مین، خواہ آئندہ اصلاح کی کیسی ہی خوش آئندہ توقعات ہون، چشم پوشی نہین کر سکتے۔ ہماری رائے مین اسوقت اس بات کی خاصکر ضرورت ہے کہ حکام اور رعایا کی عیبون اور خرابیون کو دور کیا جائے۔ آئنی اصلاحات پر عملدرآمد کرنے اور ہندوستان کا جلد سے جلد اپنی منزل مقصود پر پہونچنا ناممکن ہوگا اگر حکام اور رعایا دونون نے صدق دلی اور بے گناہ ہاتھون کے ساتھ اس کام کو شروع نہ کیا۔ اس لیے اگر ہم تجویز پیش کرتے ہین کہ جن افسرون نے غلطیان کی ہین انکو اپنے افعال کی سزا دیجائے تو ہماری یہ تجویز انتقام کے خیال سے نہین ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ملک کے انتظام حکومت کو نقائص اور خرابیون سے بالکل پاک کردیا جائے۔ پس اگرچہ ہم امرتسر اور دیگر مقامات پر مجمع کی زیادتیون کو قابل ملامت سمجھتے ہین لیکن اس کے ساتھ ہی ہم اسی بات کا بھی یقین رکھتے ہین کہ رعایا کی بداعمالیون کی حکام نے ضرورت سے زیادہ اس کو سزا دیدی ہے۔

ہمین قطعی یقین ہے کہ اگر پنجاب اور دہلی جاتے ہوئے مسٹر گاندھی کو نہ گرفتار کیا جاتا اور ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو گرفتار کرکے جلاوطن نہ کیا جاتا، تو بے گناہ انگریزون کی جانین بچ جاتین اور قیمتی سامان و اسباب

اور عمارتیں (جن میں مسیحی گرجا بھی شامل تھے) تباہ نہ ہوتے۔ پنجاب گورنمنٹ کی یہ دونوں
کارروائیاں نہایت ہی ناواجب تھیں چونکہ اشتعال پذیر مادہ پہلے سے تیار
تھا اس کے نتیجے بد اعمالی کا کام بگڑ گئیں۔

پنجاب کے مختلف اضلاع کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم نے گورنمنٹ
ہند کے طرز عمل کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ یہ ناممکن ہے کہ اس معاملہ میں گورنمنٹ
کے تساہل (اگر اس کی عملاً تائید نہیں) کو نظرانداز کر دیا جائے۔ ہز ایکسلنسی وائسرائے
نے رعایا کے کسی معروضات پر توجہ کرنے کی تکلیف نہیں گوارا کی۔ انہوں نے
اشخاص اور انجمنوں کے پیغامات اور تاروں کا مطلق کوئی لحاظ نہیں کیا
بلکہ بلاتحقیق انہوں نے پنجاب گورنمنٹ کی کارروائیوں کی تائید کی انہوں نے
نامناسب جلدبازی سے کام لیکر سرکاری افسران کو قانوناً محفوظ کر دیا۔ ان
حادثات کے بعد ہی وہ بذات خود پنجاب نہیں گئے تاکہ خود ان کے متعلق کوئی
تحقیقات کریں۔ کم از کم انہیں مئی کے مہینہ ہی میں ان تمام واقعات کا
ضرور علم ہو گیا ہوگا، جنکو مختلف سرکاری افسروں نے تسلیم کیا ہے۔ لیکن
اس کے باوجود انہوں نے نہ تو پبلک کو اور نہ شاہنشاہی گورنمنٹ کو جلیانوالہ
باغ کے قتل عام اور مارشل لا کے ماتحت حکام کی کارگذاریوں کی مفصل
اطلاع دی۔ اس کارروائی میں تو وہ خود بھی شریک تھے کیونکہ ایسے ایک
مسیحی انگریز مسمی مسٹر سی۔ ایف۔ اینڈروز کو جن کی صداقت شعاری

مسلم ہے پنجاب جاتے ہوئے راستہ میں روک دیا، حالانکہ وہاں جانے سے
ان کا مقصد یہ نہ تھا کہ وہ لوگوں میں کسی قسم کا اشتعال پیدا کریں بلکہ صرف اصل
حقیقت دریافت کرنا تھا - انھوں نے پنجاب گورنمنٹ کے چیف سکریٹری
مسٹر تھامسن کو اس کی اجازت دیدی کہ وہ واقعات غلط طور پر بیان کریں اور
آنریبل پنڈت مدن موہن مالویہ کی توہین کریں، حالانکہ پنڈت جی نے کونسل
میں جو واقعات بیان کئے تھے بعد کو ان کی اصلیت خود سرکاری گواہوں کی زبانی
ثابت ہوگئی - انھوں نے (والسرائے نے) رعایا کے جذبات اور محسوسات سے
ایسی سنگدلانہ بے پروائی برتی اور ایسی مجرمانہ دماغی کمزوری کا اظہار کیا کہ جب تک
انٹیگن صاحب وزیر ہند کی طرف سے مجبور نہیں کیا گیا - اس وقت انھوں نے
مارشل لا کی خاص عدالتوں کے احکام سزائے موت کو ملتوی نہیں کیا -
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کونسل کے ایک نہایت ہی ذمہ دار ممبر
آنریبل پنڈت مدن موہن مالویہ کو سوالات کرنے سے محض اس لیے روک
دیا تھا کہ ان کے قلب پر اصل واقعات کی مزید روشنی نہ پڑ سکے - مقامی واقعات
کی تحقیقات کرنے کی غرض سے وہ پنجاب نہیں گئے - رولٹ ایکٹ کے
خلاف شورش میں ان کا جو طریق عمل رہا - اس کے متعلق ہم کسی قسم کی
نکتہ چینی کرنے سے پرہیز کرتے ہیں - لیکن رعایا کی عام فلاح اور بہبود کے
خیال سے ہم ہز اکسلنسی وائسرائے کی اس ناقابلیت کا ذکر کرنے سے

باز نہین رہ سکتے کہ انھون نے اپریل گذشتہ کے واقعات کو صحیح طور پر نہین سمجھا۔ لیکن اگرچہ ہماری رائے مین ہز اکسلنسی نے بالارادہ ان لوگون کے اغراض اور مقاصد کی نگہداشت سے پہلوتہی نہین کی جنکو ملک معظم نے اُن کی نگرانی مین دیدیا ہے۔ تاہم ہمین افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہز اکسلنسی لارڈ چیمسفورڈ نے خود کو اس بڑے عہدہ کا نااہل ثابت کر دیا ہے جس پر ان کا تقرر کیا گیا تھا اور اس لیے ہماری رائے مین ہز اکسلنسی کو واپس بلا لیا جائے۔

ہم اپنی تجویز کا ملخص ذیل مین پیش کرتے ہین:-

(۱) اہل پنجاب سر مائیکل اوڈوائر کی حکومت سے سخت برہم اور بدظن ہو رہے تھے کیونکہ وہ بالارادہ تعلیمیافتہ طبقہ کو نفرت اور بد اعتمادی کی نظر سے دیکھتے تھے انھون نے فوجی بھرتی اور جنگی قرضون کے جمع کرنے مین جبر و زبردستی سے کام لیا اور انھون نے پنجاب کے اخبارات کا گلا دبا رکھا تھا اور پنجاب سے باہر کے قوم پرست اخبارات کا داخلہ بند کر دیا تھا۔

(۲) رولٹ ایجی ٹیشن نے پبلک مین ہیجان پیدا کر دیا اور گورنمنٹ کی نیک نیتی کے متعلق پبلک کا اعتماد اٹھ گیا۔ دیگر مقامات کے مقابلہ مین یہ صورت زیادہ تر در پیش تھی کیونکہ وہان سر مائیکل اوڈوائر نے قومی تحریکون کے دبانے مین قانون تحفظ ہند زیادہ کام لیا تھا۔

(۳) ستیہ گرہ کی تحریک اور ہڑتال جو اس کی تمہید تھی ان دونون نے اگرچہ

ملک میں ایک سخت جوش و خروش پیدا کر دیا، تاہم اس تحریک کے سبب سے ملک بہت سے مصائب اور فسادات سے محفوظ رہا۔

(۴) رولٹ ایکٹ کے خلاف جو ایجی ٹیشن برپا کیا گیا تھا، اس میں انگریزوں کیساتھ مخاصمت اور دشمنی کا کوئی پہلو نہ تھا۔ اور ستیہ گرہ کی تحریک تو عناد اور دشمنی سے بالکل ہی پاک تھی۔

(۵) پنجاب گورنمنٹ کو الٹ دینے کی مطلق کوئی سازش نہ تھی۔

(۶) مسٹر گاندھی کی گرفتاری اور اخراج اور ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر کچلو کی جلاوطنی قطعاً ناجائز تھی اور عوام میں جو سخت ہیجان اور جوش و خروش پیدا ہوا تھا، وہ اسی کا نتیجہ تھا۔

(۷) امرتسر میں مجمع کی طرف سے جو شر و فساد شروع ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ ریل کے بالائی پل کے قریب فوج نے بلا وجہ لوگوں پر گولیاں چلائی تھیں، اور اپنے مقتول اور زخمی ساتھیوں کو دیکھکر مجمع میں اور زیادہ جوش اور اشتعال پیدا ہو گیا۔

(۸) بہرکیف خواہ مجمع کو کیسا ہی اشتعال دلایا گیا ہو، لیکن اس سے جو زیادتیاں سرزد ہوئیں وہ نہایت افسوسناک اور قابل ملامت ہیں

(۹) جہانتک پبلک کو واقعات اور حالات کا علم ہے، اس سے کسی طرح مارشل لا کا اجرا جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۱۰) ہر موقع اور ہر مقام پہ مارشل لا کا اس وقت اعلان کیا گیا، جبکہ امن و آمان قائم ہو گیا تھا۔

(۱۱) اور اگر یہ ثابت بھی کر دیا جائے کہ مارشل لا کا اجرا سرکاری مصلحتوں کی بنا پہ ضروری تھا، تو بھی اُس کو بلا ضرورت طول دینا بالکل نامناسب تھا۔

(۱۲) پانچوں اضلاع میں مارشل لا کے ماتحت جو کاروائیاں کی گئیں، وہ بالکل غیر ضروری، بے رحم، اور ظالمانہ تھیں جنمیں لوگوں کے جذبات اور محسوسات کا مطلق کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔

(۱۳) لاہور، اکال گڈھ، رامنگر، گجرات، جلال پور جٹان، لائل پور اور شیخوپورہ میں مجمع کی جانب سے کوئی قابل ذکر فساد نہیں ہوئے۔

(۱۴) جلیانوالہ باغ کے قتل میں بالارادہ بیگناہ اور غیر مسلح لوگوں کے ساتھ جنمیں بچے بھی شامل تھے انتہائی سنگدلی اور شقاوت کا برتاؤ کیا گیا، اور یہ واقعہ اپنی وحشیانہ حیثیت سے برطانوی انتظام حکومت کے دور میں کوئی مثال نہیں رکھتا۔

(۱۵) مارشل لا کی خاص عدالتیں اور سرسری کاروائی کرنے والی عدالتیں محض بیگناہ لوگوں کو پریشان کرنے کی غرض سے قائم کی گئی تھیں جنمیں اچھی طرح انصاف کی مٹی پلید کی گئی، اور اس کے پردہ میں سیکڑوں مردوں اور عورتوں کو ہر طرح کی مادی اور روحانی مصائب برداشت کرنا پڑے۔

(۱۶) رینگ کر چلنے کا حکم اور اسی قسم کی دیگر عجیب سزائیں ہرگز ایک متمدن حکومت کے شایان شان نہیں تھیں، اور جن لوگوں نے یہ سزائیں ایجاد کیں، انہوں نے گویا اپنے ذلیل اخلاق کا ثبوت دیا۔

(۱۷) دو ماہ کے مسلسل طویل مصائب اور انتقام انگیز سزاؤں کے باوجود (جنہیں سزا پانے والے زیادہ تر بے گناہ لوگ تھے) مختلف مقامات سے تاوان وصول کرنے اور تعزیری پولیس کا تعین اور جرمانے کرنے کی کارروائیاں نہایت ہی نامناسب اور ناواجب تھیں، جن سے رعایا کو اور زیادہ تکلیفیں پہنچیں۔

(۱۸) مارشل لا کے عہد میں رشوت ستانی اور جبر و زبردستی کے جو واقعات پیش آئے، وہ رعایا کے شکوہ و شکایات کا ایک دوسرا سبب ہیں۔ اگر انتظام حکومت میں رعایا کے ساتھ رواداری اور ہمدردی کا اصول پیش نظر رکھا جاتا تو یہ ناگوار صورتیں پیش نہ آتیں۔

(۱۹) رعایا کے جائز شکوے و شکایات کو دور کرنے، انتظام حکومت کو [illegible] سے پاک کرنے اور آئندہ کے لئے اس قسم کے واقعات کا انسداد کرنے کی غرض سے یہ مناسب ہوگا:۔

(الف) رولٹ ایکٹ کو منسوخ کر دیا جائے۔

(ب) سر مائیکل اوڈوائر کو کسی ذمہ دار سرکاری عہدہ پہ مقرر نہ کیا جائے۔

(ج) جنرل ڈائر، کرنل جانسن، کرنل اوبرائن، مسٹر بوسورتھ اسمتھ [illegible]

رائے صاحب سری رام سود اور ملک صاحب خان کو ذمہ دار عہدون سے برطرف کر دیا جائے ۔

(د) جن مقامی افسرون نے رشوتین لی ہین جنکے نام ہمنے اپنی منسلکہ شہادتون مین لکھدئیے ہین ان کی کارگزاریون کی تحقیقات کیجائے اور اگر الزام ثابت ہو جائے تو یقین ان کی جگہون سے برخاست کر دیا جائے

(س) ہز اکسیلنسی وائسرائے کو واپس بلا یا جائے ۔

(ش) جن لوگون نے خاص یا سرسری عدالتون مین جرمانہ کی سزائین دیگئین ان کے جرمانے واپس کئے جائین ۔ جن شہرون پر تاوان مقرر کئے گئے ہین وہ بھی واپس کئے جائین اور تعزیری پولیس ہٹالی جائے ۔

ہمنے نہایت غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ سر اڈ ئیکل اوڈائر جنرل ڈائر، کرنل جانسن، کرنل اوبرائن، مسٹر بوسورتھ اسمتھ، رائے صاحب سری رام سود و مسٹر ملک صاحب خان سے ایسی ناجائز کارروائیان سرزد ہوئی ہین کہ ان پر مقدمہ چلانا چاہئے، لیکن ہم مصلحتاً اس قسم کا کوئی مشورہ دینا نہین چاہتے کیونکہ ہمین یقین ہے کہ ہندوستان اگر اپنے اس مطالبہ سے دست بردار ہو جائے تو اسکا سراسر فایدہ ہے ۔ اگر ان افسرون کو برخاست کر دیا جائے تو اس سے آئندہ ملکی انتظام کافی طور سے پاک رہیگا ہمین اس بات کا بھی یقین ہے کہ کرنل سیکرائے اور کپتان ڈوٹن

بھی کرنل اوبرائن اور دیگر افسران کی طرح اپنے فرائض انجام نہین دے سکے لیکن ہم مناسب نہین سمجھتے کہ ان کے خلاف کسی کارروائی کا مشورہ دین کیونکہ دیگر افسرون کے برخلاف یہ دونون ناتجربہ کار تھے اور انھون نے پرانے تجربہ کار افسرون کی طرح سوچ سمجھکر ظلم و تشدد نہین کیا تھا۔

دستخط

ایم ۔ کے ۔ گاندھی
سی ۔ آر ۔ داس
عباس ایس طیب جی
ایم ۔ آر ۔ جیکار

خاتمہ

(از مؤلف)

ہر شے کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ داخلی و خارجی اور روحانی و مادی۔ اگر داخلی و روحانی طبقات کا مشاہدہ کیا جائے اور انسان کا ان پر تصرف ہو تو خارجی و مادی شئے خود اُس کے غلام ہو جاتے ہیں۔ اور اسوقت اس کی کامیابی پایہ کمال کو پہنچتی ہے۔ خارجی رخ کی روشنی چند روزہ اور نقلی ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات بے اثر ہوتی ہے۔ برخلاف ازین اندرونی سرچشمہ کی طاقت اس کی پاکیزگی۔ پائداری۔ لامحدود اور بے پایان ہے۔ اس لئے کامیابی کے اصلی ساحل پر پہنچنے کے لئے اہم معاملات کے اندرونی حقیقت کی دریافت اور اس کی صحیح شناخت نہایت ضروری اور لابدی ہے۔

بادی النظر میں واقعات پنجاب کا ایک سرسری مطالعہ تو ہمین صرف اسیقدر بتاتا ہے کہ ایک طرف خود ہمارے ہی ہموطنوں نے اشتعال پر معصوم اور شریف انگریز عورتوں پر شرمناک حملے کئے۔ چند بے گناہ انگریزوں کی جانیں لیں۔ عمارتوں کو غارت کیا۔ تاروں کو توڑا ان تمام حرکات سے اپنی بیہودہ ناپاک اور نامناسب غیظ و غضب کا ثبوت دیا۔ دوسری طرف ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ہم بیکسوں اور نہتوں پر ہوائی جہاز اور مشین گن سے گولہ باری کی گئی۔ جلیانوالہ باغ میں بیس بائیس ہزار کے مجمع پر جس میں بوڑھے۔ جوان۔ بچے سب ہی تھے تقریباً سولہ سو فیر کئے گئے

اور صدہا جانیں تلف ہوئیں۔ ہم کو ایک خاص گلی میں آمدورفت کے لئے ہفتوں تک پیٹ کے بل رینگنا پڑا۔ ہمارے بھائی بیشتر حالات میں بلا جرم و بلا تحقیقات گرفتار کئے گئے۔ ہتکڑیاں پہنا کر بازاروں میں گھومائے گئے۔ سر بازار ننگے کرکے کوڑے لگائے گئے۔ پنجروں میں بند کئے گئے۔ حوالات دی گئیں۔ سزائیں ملیں۔ پھانسی پر لٹکائے گئے۔ ہمارے بچے گولیوں کے شکار ہوئے۔ اُن کو نہایت ہی بے دردانہ طور پر کوڑے کی سزا دی گئی۔ ان بیچاروں کے سروں پر بستر رکھا کر سخت دھوپ میں میلوں چلایا گیا۔ حتیٰ کہ ایک ان میں سے مر بھی گیا۔ ہمارے بدن چونے سے رنگے گئے۔ ہم سے ناک رگڑوائی گئی۔ غرض کہ ظلم۔ ذلت۔ رسوائی۔ ایذا رسانی کے باب میں صدہا نئی ایجادیں جو کسی ستم شعار دماغ میں آسکتی تھیں کی گئیں اور ملک کے ملک کو رسوا ذلیل اور پست کرنے کی غرض سے ہم ان کے نشانے بنائے گئے۔ نہ عمر کا لحاظ کیا گیا اور نہ تعلیم کا۔ نہ ثروت کا نہ مرتبہ کا۔ نہ خدمات کا اور نہ حیثیت کا۔ بڑے سے بڑے اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شریف سے شریف۔ چھوٹے سے چھوٹے اور کمتر سے کمتر اشخاص سبھی ایک ہی جبر۔ ستم۔ ذلت اور اذیت کے شکار ہوئے۔ یہ سب کچھ ہوا اور آئندہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن دریافت طلب یہ ہے کہ آخر وہ کون سے اعمال تھے جن کی سزا میں ہمیں یہ مصائب برداشت کرنا پڑے۔ ہم حقیقتاً کس حد تک ان سزاؤں کے مستحق تھے۔ اور آئندہ ہم ان اذیتوں سے کس طرح محفوظ رہ سکتے

ہین۔ تاآنکہ گورنمنٹ انگلشیہ ہماری چند روزہ تسلی اور تشفی کی غرض سے اپنے چند ماتحت افسرون کو برخاست کردے یا زیادہ سے زیادہ کچھ افسرون کو سزا بھی دیدے تو بھی یہ سب وقتی باتین ہین جنپر زیادہ بھروسہ کرنا عبث ہے۔ ہم مین سے جو لوگ تعلیمیافتہ کے نام سے خطاب کیے جاتے ہین انہین بدنصیبی سے سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو خود اپنی قدر و منزلت کچھ سمجھتے ہین اور نہ اپنے ہموطنون کو ذرا بھی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اس لئے کسی حیرت یا شکایت کا مقام نہین ہے جو غیر ہماری بیقدری اور ذلت کرین۔ ہمارے دل چھوٹے ہین۔ ہمارے حوصلے پست ہین۔ ہماری نظرین تنگ ہین۔ اسلئے قدرتاً ہم دوسرون کی نظرین حقیر معلوم ہوتے ہین۔ اور آخر کار ہماری زندگی بھی یہی رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ کسی کام کے شروع کرنے سے قبل ہم لفظ "ناممکن" اپنے روبرو رکھ لیتے ہین۔ حالانکہ جنہنے نپولین کے مقولات کو بار بار پڑھا ہے۔ کہ لفظ "ناممکن" بیوقوفون کی لغت مین ملتا ہے۔ تعلیمیافتہ دنیا کی سامنے نہ کوئی مدعا اور نہ انہین حوصلہ۔ نہ ہمت۔ نہ جرأت۔ غیر تعلیمیافتہ لوگ تو کس گنتی مین ہین۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اپنی کمزوریون اور اپنے مصائب پر غور کرین تو ہمین خود بخود محسوس ہوگا کہ ہمنے جو حالت اپنی خود اپنے ہاتھون بنا رکھی ہے اس پر نظر کرکے ہم یقیناً حکمران طبقہ پر بداخلاقی اور بدسلوکی کا الزام نہین لگا سکتے حکام وقت سے ملاقات کے اوقات پر عموماً ہمارے دل و دماغ پرخوف بدحواسی بیجا چاپلوسی۔ ناواجب لجاجت اور نامناسب انکساری کے بادل اٹھتے

رہتے ہین - ہماری گفتگو خودغرضی اور اپنے ہموطنون کی بیجا پردہ دری پر مخصوص رہتی ہے - چنانچہ یہ خیالات اسی قسم کے خیالات کی کشش کرتے ہین جو نفرت اور بدسلو کی اور حقارت کی الجھنون کی شکل مین ہم پر برسا کرتے ہین اور ہماری رسوائی کا باعث ہوتے ہین - ایسی حالت مین اگر ہم سے سخت زبانی کیجائے - یا نامناسب برتاؤ کیا جائے یا ہم ذلیل بھی کیئے جائین تو کون سی تعجب کی بات ہے -؟

واقعہ یہ ہے کہ بے زبان جانور بھی اس بارہ مین ہمارے لیے سبق آموز ہین - اگر ہم ان سے خوف نہ کھائین اور نہ انھین ستائین بلکہ محبت اور شفقت کے خیالات کو ان کی طرف رجوع کرین تو یہ راستہ کے چلنے والے کی طرف مخاطب نہ ہون گے - سرکس والا اپنی بے خوفی اور شفقت کے طاقتور خیال سے شیر کی درندگی کی خصلت کو کچھ عرصہ کے لئے فراموش کرا دیتا ہے اور شیر سے ہم آغوش ہو جاتا ہے - اگر اسی بے خوفی کے خیال مین ذرا بھی جنبش آئی تو شیر نے اُس کو فوراً اپنا لقمہ بنایا - یہ ہر روز کا تجربہ ہے -

کیا وجہ ہے کہ ایک یوگی گھنے اور خوفناک جنگلون مین رہتا ہوا درندون اور زہریلے جانورون سے محفوظ رہتا ہے - شیر اور سانپ اُس کے نزدیک سے گذر جاتے ہین مگر اسپر حملہ نہین کرتے - وجہ صرف یہی ہے کہ اس کے دل مین "خوف" کسی شکل مین نہین رہتا - بلکہ ان جانورون کے لئے اس کے دل مین محبت رہتی ہے اگر خوف کمزوری بزدلی اور

نکمے پن کے خیالات کو ہم اپنے دلون سے نکال دین اور ان کے بجائے ہمت
بیباکی اور محبت کے خیالات کو جگہ دین تو زبردست سے زبردست شیر
ہمارے سامنے دُم ہلائے گا۔ بھلا ایک انسان یا ایک مہذب ملک کا مدبر
ہمارے ساتھ کیا بدسلوکی کر سکتا ہے۔

علاوہ برین اگر تعلیمیافتہ ملازمین طبقہ کی کیفیت پر غور کیا جائے تو ہماری
صفات اور اطوار کی اور بھی زیادہ کمزوری اور پستی کا انکشاف ہوتا ہی
کارہائے منصبی کے لئے بھی اگر اس طبقہ کا اپنے افسرون سے
سامنا ہوتا ہے۔ تو اُسکے دل اور چہرہ کی عجیب و غریب کیفیت ہوتی
ہے۔ جس کے عکس (فوٹو) کا دنیا کے ہر عجائب خانہ مین بہت معقول خیر
مقدم ہوگا۔

اب کبھی اگر ایک انگریز افسر یا گورے کا گذر گاؤن اور چھوٹے قصبون
مین ہو جاتا ہے تو عام خلقت کی کثیر تعداد بلا کسی غرض اور مطلب کے ان کے گرد
جمع ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت مین ہم کو ناچیز یا حقیر سمجھا جانا کوئی حیرت کا مقام نہین
ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ ہم خود اپنا سودا بالکل سستا بلکہ مفت فروخت کرتے
ہین۔ اور خریدارون کو زبردستی الزام دیتے ہین۔ کہ انھون نے
اسقدر سستا یا مفت کیون لیا۔ چونکہ ہمارے احباب نے عوام مین

سیاسی تعلیم کی ترویج اور اشاعت کو کچھ ضروری نہین سمجھا اور ابتک انھون نے سیاسی جدوجہد کے دایرہ کو گاؤن تک پہونچانا ضروری نہین تصور کیا - البتہ ایسا بہت ممکن ہے کہ کونسلون کا اشتیاق ہم کو گاؤن مین لیجائے اس لیے اس جہالت اور لاعلمی کا یہ نتیجہ ہے کہ جس ہیبت اور نفرت سے پولیس کا ایک معمولی کانسٹبل تک گاؤن مین دیکھا جاتا ہے ظاہر ہے تعلیمیافتہ طبقہ تو افسران کو تنفر اور شک کی نگاہ سے دیکھتا ہی ہے پھر کیون نہ یہ لوگ بھی موقعہ پاکر تنفر اور شک کا بدلہ اچھی طرح ان سے لین اور غیر تعلیم یافتہ لوگون کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھین جو کام چاہین انسے لین اور جو برتاؤ چاہین انسے کرین اگر ہمارے دلون مین بجاے نفرت اور ہیبت کے محبت مساوات اور بے خوفی کے خیالات ہوتے تو شائد ہماری یہ ناگفتہ حالت جو پنجاب مین ہوئی نہ ہوتی - اس کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہین - اور خصوصاً ہمارے لیڈران جنھون نے اپنے ہمجنسون اور ہموطنون کو ان کے فرائض قومی وملکی، ان کی ذمہ داریون اور ان کے حقوق سے آگاہ کرنا اپنا فرض تصور نہین کیا اور شائد اس کام کو کسی آئندہ زمانہ کے لیئے اٹھا رکھا ہو جبکہ خود ان کے ذاتی اغراض نمائشی قومی جوش اور حب الوطنی کے محرک ہون -

ہماری تحقیر کی ایک اور خاص وجہ یہ ہے کہ ہم عموماً انگریز افسران سے اپنے ہی ملک کے جانثارون اور رہبرون کے جھوٹی شکایتون کے پل کے پل باندھتے ہین انگریز افسران زیادہ تر ہوشیار اور عقیل ہوتے ہین - یہ لوگ ہماری حقیقت اور

خبث کو خوب پہچان لیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ جو لوگ اپنی ہی گھر اپنے ہی خاندان اور اپنے ہی ملک کے دشمن ہین وہ ہرگز قابل اعتبار نہین بلکہ قابل نفرین ہین اس طرح پر قوم کی قوم کو حقارت یا نفرت سے دیکھا جانا مسلمہ ہے اگر ہم چاہتے ہین کہ ہم سکون اور اطمینان، فراغت اور عزت سے زندگی بسر کرین اور اگر ہم کو اصلی حکومت خود مختاری (سلف گورنمنٹ) کی تمنا ہو تو اول اپنے دلون پر قابو کرنا چاہئے - انکا ناقدری - کمزوری و خوف - کم ہمتی اور ناچاری کے شرمناک خیالات سے پاک ہوجانا ضروری ہے بعدہ شرافت - برتری - ہمت - دلیری اتفاق اور محبت کے حوصلہ مند خیالات کا ان کے خمیر مین پیوست ہونا انکی تربیت اور ان کا فروغ لابدی ہے - اس اصول کی اصلیت اور حقیقت کا تجربہ فوراً ہی ہو سکتا ہے - کوئی دنیوی طاقت ہماری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکے گی اگر ہم کو اپنے دل ہی پر قابو حاصل نہین ہے تو ہم اپنے گھر کے انتظام پر کیا قادر ہو سکتے ہین اور جب اس پر قابو نہین ہے تو پھر ہم اپنے ملک پر کیا خاک حکومت کر سکتے ہین گداگری کی پالیسی سے تو دل ہی قابو مین آسکتا ہے اور نہ حکمرانی آسکتی ہے - ہمارا عقیدہ ہے کہ جو انسان اپنے جسم و دل پر حکومت کر سکتا ہے - وہ اپنے ملک پر بھی حکومت کر سکتا ہے اور جو شخص یا قوم اپنے ملک کو خوش و خرم اپنے قبضۂ اقتدار مین رکھہ سکتی ہے وہ دوسرے ممالک کو بھی اپنے زیر حکومت لا سکتی ہے اسلئے پہلا زینہ سلف گورنمنٹ کا یہی ہے کہ ہم اپنے اجسام اور دلون پر قابض ہون اور ان مین جرات - بیخوفی اور محبت کے پودون کو لگائین اور انکی سچی آرزون

اور اتفاق کی موجون سے لگاتار آب پاشی کرین چنانچہ ایسی ہی حالت مین ہمکو عزت
آزادی اور خوشی کے پھلون کے توقع ہو سکتی ہے حکومت خود اختیاری (سلف گورنمنٹ)
خواہ یہ ممکنات سے ہو کہ ہم کو مل بھی جائے۔ مگر ہم مندرجہ بالا اذیتون۔ پریشانیون
اور تکلیفون سے جنکا سوختہ پنجاب کو دیکھنا پڑا کسی طرح نہین بچ سکتے۔ جسم کو خواہ
آپ سفید کپڑے سے ڈھکین خواہ بھورے سے لیکن اندرونی حصہ یعنی دل وغیرہ
کی صفائی ناگزیر ہے ورنہ خوف ہے کہ سیاہی قلب اور دوچند ہی ہو جائے۔
چونکہ ڈھانچے مین کچھ تبدیلیان واقع ہو رہی ہین اس لیے بہتر ہے کہ اندرونی صفائی
بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جائے ہم اپنے نقائص کو دور کرین اور اتفاق محبت
ہمت۔ سچائی اور وقعت کی متواتر موجون سے اپنے قلوب کو صاف کرین اور یورپ
کی متمدن اور ترقی یافتہ اقوام کے ان اوصاف کی تقلید کرین اسی مین ہماری
مغفرت ہے۔

ہر گھڑی و ہر لحظہ ہم مدت سے دیکھ رہے ہین کہ غیر ممالک کے لوگ ہندوستان مین
صدہا حیثیتون سے آتے ہین اور اکثر مقیم بھی ہوتے ہین۔ مگر نہ تو گورنمنٹ عالیہ اور نہ
جنرل ڈائر سا کوئی افسران سے بدسلوکی کے خیال کی جرأت بھی کر سکتا ہے
حتیٰ کہ کابلیون کے غیر معمولی سود اور ان کی اکثر زیادتیون اور زبردستیون سے
ہندوستانیون کو مفر نہین۔ امریکہ۔ فرانس جاپان اور جملہ یورپی اقوام نے تو
ہندوستان کو اپنے گھر کی کھیتی عرصہ سے بنا رکھا ہے۔ ان لوگون نے تجارت

ذریعہ ہندوستان کو خوب ہی لوٹا اور ہمارے لہلہاتے ہوئے تجارتی پودے کی بیخ کنی کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مگر برطانوی سرکار نے کبھی کوئی مزاحمت نہ کی اور نہ ملکی تجارت کے تحفظ کے ضروری فرض کو اپنے مدنظر رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان بے زر ہوا اور برطانیہ عظمیٰ نے بھی نقصان اٹھایا اور بہت بڑا دھوکا کھایا۔ اگر تجارتی اور ملکی حقوق حاکم اور محکوم کے درمیان مخصوص ہوتے تو دونوں کے استحکام اور سرسبزی کے باعث ہوتے اور دنیا کی کل متحدہ طاقتیں انگلینڈ اور ہندوستان کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کرسکتیں۔ برخلاف اس کے یورپی اقوام کی خود غرضی اور سفلی جذبات کو اس حد تک راہ دی گئی کہ جنوبی افریقہ وغیرہ جیسے ممالک کے لوگ بھی ہمارے ملک میں بے عنان پھرتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبوں پر مقرر ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ ان ممالک میں ایک ہندوستانی کی حیثیت اس وقت ایک حقیر غلام سے بھی بدتر ہے۔

اس اندھیر کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہر ملک کی گورنمنٹ اپنی رعایا کے ہر فرد کی پوری پوری پشت پناہی کرتی ہے۔ اسی طرح جسقدر زیادہ ایک ملک متحدہ ہے اسی قدر اس کی طاقت بھی زیادہ ہے۔ اور اسکے مطابق اسکے ہر باشندہ کی بھی قدر و منزلت اور طاقت محسوس کی جاتی ہے۔ اگر اسی طرح پر ہندوستان کے جملہ افراد متحد ہوتے تو نہ تو پنجاب پر یہ مظالم ڈہائے جا سکتے تھے اور نہ

گورنمنٹ ہند اور نہ اس کے نائبوں کو ایسے قوانین کے نفاذ کی جرات
ہوتی جو ہماری ملکی ترقی کے سدراہ ہیں یا جو ہماری طبائع کے خلاف ہیں
ظاہر ہے کہ اگر پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت مدن موہن مالوی۔ اور سوامی
شردھانند وغیرہ مصیبت زدگان پنجاب کی امداد اور حمایت پر دلیرانہ تیار
ہوتے تو نہ معلوم کتنی قیمتی جانیں پھانسی کے تختوں پر اپنے ملک کی خاطر
قربان ہو جاتیں۔ کتنے زیادہ آدمی سزا پا جاتے اور کتنے دنوں تک پنجاب ایں
مظالم کا نشانہ بنا رہتا۔ چنانچہ جس لمحہ سے ان دلیران قوم نے پنجاب کی
تکلیفات کا سچا احساس کیا اور اس سے اپنی وابستگی اور تعلقات
کا عملی ثبوت دیا اسی وقت سے پنجاب کی مصائب میں کمی ہوئی اور گورنمنٹ
صوبہ کی پالیسی میں تغیر ہوا۔ اگر اس تعلق اور انسیت کا احساس قبل ہی
اسی حقیقی جوش وخروش اور دلیری کے ساتھ ہوتا اور ہمارے
اور ہمارے رہنماؤں کے درمیان ارتباط کا رشتہ قوی اور مستحکم
ہوتا تو پنجاب کی یہ نوبت ہرگز ہرگز نہ ہوتی حقیقت یہ ہے کہ اس اصول کو ہمارے
مدبران نے ہمیشہ ہی سے فراموش کیا ہے۔ بدنصیبی سے ہم میں اتحاد نہیں
اور جس قوم کا شیرازہ اس طرح منتشر ہو انہیں خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا
غیر تعلیم یافتہ ادنی ہوں یا اعلی نت نئی بلاؤں میں گرفتار رہتے ہیں۔ کیا
ہندوستان کے تعلیم یافتہ اور متمدن لوگ اپنے بے لکھے پڑھے یا کم ثروت

والے ہموطنوں کی کچھ وقعت کرتے ہیں ؟ کیا وہ ان کی تکالیف و مصائب کو کچھ بھی محسوس کرتے ہیں ؟ کیا وہ ان سے کچھ بھی انسیت یا محبت رکھتے ہیں ؟ ہمارے بیرسٹر اور قانون پیشہ صاحب جنکے ثروت اور عزاز کی کمی یا زیادتی ہندوستان کی نفاق اور پھوٹ پر منحصر ہے۔ ہمارے مہاجن زمیندار اور متمول اشخاص جنکا جاہ و جلال بیشتر چھوٹے لوگون کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ذرا اپنے اپنے سینون پر ہاتھ رکھین اور بتلائین کہ غیر تعلیمیافتہ لوگون کے ساتھ ان کا کیسا سلوک ہے ؟ اے ہندوستان کے پڑھے لکھے لوگو۔ اے وہ لوگ جو کانگریس کانفرنسون اور لیگون کے رکن ہو۔ اے وہ لوگ جو تہذیب اور تمدن کے ٹھیکہ دار بنتے ہو تمھارا اپنے ہمسایون اور چھوٹی چھوٹی قومون کے ساتھ کیا برتاؤ ہے ؟ کیا ان کی جہالت۔ دائم الغلام اور حقیر ہونے کے تم ذمہ دار نہیں ہو ؟ جب تمھارا ہی سلوک ان کے ساتھ تنفر ظلم اور جبر پر مبنی ہے تو غیر اقوام کے حکمران اگر ان سے وہی برتاؤ روا رکھین اور ان کے ساتھ ساتھ تم بھی گیہون کے ساتھ گھن کی طرح پیس ڈالے جاؤ تو حیرت کی کیا بات ہے اور شکایت کیون ہو ؟ دل ہلا دینے والے حادثات پنجاب بھی ہمین خواب غفلت اور خود فراموشی سے بیدار نہین کر سکتے ! کیا پنجاب کا قتل عام اور تمام ملک کی رسوائی و ذلت ہندوستان کے جملہ باشندون ہندو۔ مسلمان اور عیسائی

وغیرہ کو متحدہ کرنے کے لئے کافی نہین ہے ؟

جو قوت اور اقتدار یا جو محافظت یا جو امن و امان، چین اور اطمینان قانون کی ہیبت کے سایہ مین حاصل ہوتا ہے وہ محض فریب ہے اور چند روزہ ہوتا ہے - اول تو ایسے قوانین کا اجرا ہونا جنسے گورنمنٹ انگلشیہ کے دبدبہ اور عالمگیر طاقت مین نام نہاد بھی فرق آنے کا خوف ہو ناممکن ہے - دوسرے واقعات پنجاب نے گورنمنٹ کی شاہنشاہی پالیسی پر کافی روشنی ڈالی ہے سرمائیکل کی ملکی بیداری پر برہمی موقع پاکر پنجاب کو نیچا دکھانے کے لیے نہایت ہی ذلیل اور ناجائز مظالم کا ارتکاب - گورنمنٹ ہند کی خاموشی - شراب کے مانند صلاحات آئینی کا اعلان حقیقت واقعات پنجاب معلوم ہونے پر قانون تحفظ عمال کا فوراً ہی پاس ہونا - اور اس کے بعد ہی ہنٹر کمیٹی کا تقرر - اور میجاریٹی کا متمدن اقوام کو بہلا دینے کی غرض سے مارشل لاکے اعلان کو جائز قرار دینا اور گورنمنٹ پنجاب و گورنمنٹ ہند دونون کے ہاتھون سے خون کے رنگین دھبون کے مٹانے کی کوشش کرنا .... پھر

گورنمنٹ ہند کا اس کمیٹی کے فیصلہ سے متفق ہونا اور سکریٹری آف اسٹیٹ کا اس کی تائید کرنا اور گورنمنٹ ہند و گورنمنٹ پنجاب دونون کو خوشنودی مزاج کا پروانہ عطا کردینا - اور قبل فیصلہ ہنٹر کمیٹی عام معافی کا

اعلان یہ سب باتین امپیریل پالیسی کے گورکھ دہندے کی سلسلہ وار کتھیان صاف صاف نظر آتی ہین مگر ان کی عقدہ کشائی ہندوستان جیسے ملک کے لیے موجودہ حالت مین قطعی ناممکن ہے جس کی تمام قوتین اور طاقتین بکھری ہوئی ہین - اور اس پالیسی پر کوئی اثر ڈالنا اس وقت تک امر محال ہے جبتکہ کنیڈا - آسٹریلیا - نیوزی لینڈ وغیرہ ممالک کی طرح ہمارے کل ملک کی جملہ طاقتین ایک متحدہ شکل اختیار نہ کر لین -

حالانکہ انگلینڈ کے انصاف پسند مدبران اور ان کی اخبارات نے اس امپیریل پالیسی کی خوب دھجیان اڑائی ہین اور واقعات پنجاب پر بہت حیرت - دلی تعزیت - اور کمال افسوس کا اظہار کیا ہے - مگر اس پالیسی مین خاص تبدیلی کی توقع نہین ہو سکتی - اس لئے ہمارے لئے یہی چارہ کار باقی رہگیا ہے کہ ہم اپنے ملک کو متحدہ بنائین تاکہ اگر جسم کے کسی حصہ کو تکلیف بھی پہنچائے تو اس تکلیف کا کل جسم کو یکسان احساس ہو - مگر اپنی موجودہ طرز عمل سے ہم کیونکر سمجھ لین کہ ہمارے جملہ ملکی مدبران اور تعلیم یافتہ طبقہ اس قربانی اور ایثار نفسی پر کمربستہ ہین کیونکہ مقامی نمائندون کی چال ڈھال ابھی سے کچھ اور ہی رنگ دکھا رہی ہے -

ان لوگون نے اپنی پرانی وضع داری سے قدم بہ قدم اپنے شہرون، قصبون اور گاؤن کے ہموطنون کو پنجاب کے واقعات سے پورے طور پر متواتر

آگاہ کرنے اور ان لوگون کو بھی تعزیت پنجاب مین عام شرکت سے قطعی طور پر
محروم رکھا ہے۔ علاوہ معدودے چند مقامات کے اکثر جگہون پر دو ایک
نام نہاد جلسون ہی پر قناعت کی گئی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہین کہ اس سانحہ
غم و الم کو طاق فراموشی مین رکھ دینے کے ہر صوبہ مین آثار پیدا ہو چلے ہین۔
اپنی ملکی بیداری کی تاریخ کے اوراق الٹیے تو ہمین اپنی اس پرانی وضعداری
کی اور بھی زیادہ حقیقت کھلیگی۔ کیونکہ چند کارکنان قومی اور بزرگان ملک کے
سوا قبل تقسیم بنگال تو ہم گویا گھوڑا بیچکر سوتے تھے اور خواب غفلت مین پڑے
خراٹے لے رہے تھے کہ لارڈ کرزن نے ٹھوکر دی۔ یکا یک ہماری آنکھ
کھل گئی کچھ ہل چل ہوئی۔ مگر ہماری دلجوئی کی گئی اور ہم پھر سو گئے۔ بعدہ جلاوطنیان
نظر بندیون کے تند جھونکے متواتر آئے اور ہم پھر بیدار ہوئے اور تھوڑی
کچھ چیخ پکار مچائی چند دنون کے بعد نیند کا پھر غلبہ ہوا لیکن اس مرتبہ سر مائیکل
نے ذرا گہری فصد کھولی۔ چنانچہ ہماری آنکھین بھی کچھ زیادہ کھلین اور
ہمنے وہ سب کچھ دیکھا جو خود ہماری ہی غفلتون اور کمزوریون کا نتیجہ تھا۔
واقعات پنجاب کی عام اشاعت پر ہمارا اسکوت ہنوز نیند کے رفتہ رفتہ
غالب آنے کا پتہ دے رہا ہے۔ کیا یہ امر واقعی ہے کہ ہم اس وقت کے
پھر منتظر ہو چلے ہین جبکہ ہم پر مزید ذلتین اور اذیتین لوٹین ہم پھر جاگین
اور آواز بلند کرین۔ اپنی تقدیر یا حکام وقت کا صرف شکوہ و شکایت کرے

خاموش ہو جائیں اور پھر وہی اپنی نیند اور ہم - ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا
اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حسن اتفاق سے ہندوستان کی ملکی بیداری کی
باعث شاید سہواً ہی لارڈ کرزن اور سر مائکل ہوئے اس بیداری
کے نہ ہم کو نشان تھے اور نہ ہیں آخر یہ کھیل کیا ہے یہ حالت
کیا ہے اور یہ کیفیت کبتک -

اگر اہل ہند کو آئندہ زندہ رہنا منظور ہے اور ان کو یہ تمنا ہے کہ انکی
قومی کشتی ذلتوں اور مصیبتوں کے طوفانوں سے محفوظ رہے اور
عزت و وقعت، آزادی اور کامیابی کے ساحل مراد پہ سلامتی سے پہونچ
جائے تو ہمارے تعلیمیافتہ اصحاب اور رہنماؤں کو سوتے جاگتے ہر لحظہ
اور ہر گھڑی اپنے ملک کو متحدہ بنانے کی کوشش میں اپنی زندگی -
اپنے اثر و اقتدار اور اپنی جاہ و ثروت کو قربان کر دینا چاہیے - ان کا
فرض یہی ہے کہ وہ کل ملک کو بیدار رکھیں - اس کے ہر گوشہ اور کونہ کی
دیکھ بھال کریں اور اس کے جسم کے رگوں میں محبت اور اتفاق کا زندہ
خون جاری کریں اور قوم کے دل و دماغ کو تعلیم - ترقی پسند حوصلوں -
پاک محبت - ہمت اور بہبودی کے خیالات سے روشن کریں اسی میں
ہماری مغفرت ہے اور یہ حقیقی گوہر اس طلاطم پنجاب میں غوطہ زنی
کے بعد ہمارے ہاتھ آتا ہے جسکے مدد سے ہم فراغت اور آزادی

ساتھ اپنے ملک کی تحفظ، ترقی اور خوشحالی کی نت نئی راہیں نکال سکتے ہیں اور آخرکار آزادی کی منزل مقصود پر بآسانی پہونچ سکتے ہیں:۔

بینی پرشاد سنگھ

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ
(دیباچہ) ۱	۶	جبر و ظلم و ستم	جبر و ستم
اصل کتاب ۱	۴	پہنچی سے	پہنچتی
"	۶	سے	سے
۲	۲	ٹمیل	ٹھپیل
"	۴	و بیرونجات	اور بیرونجات
۴	۳	سمجھے	سمجھ
۵	۷	وحم	وہم
۷	۱۰	پایان کا	پایان کار
"	۱۵	مٹالے	مٹاسکے
۸	۱۲	سکڑ رہی	سکڑتے
۹	۱۱	پھٹنے	بڑھنے
"	۱۶	حلاکت	ہلاکت
۱۰	۸	آتشی	آشتی
۱۱	۳	انھونے	انھوں نے
۱۲	۱۵	شوزش	سورش
۱۴	۱۷	جیسے	جیسا
۱۵	۴	انھوں	انس
۲۰	۱۱	تعرض	تفریق
۲۱	۳	ششہر	ششدر

صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ
۲۲	۱۱	فوج	رسالے
"	۱۴	مصلح	مسلح
"	۱۵	"	"
۳۳	۶	دیوالون	دیوارون
۳۲	۱۴	بدتر تھا	بدتر شہ تھا
۳۳	۱۱	خترناک	خطرناک
۳۴	۲	کی گشت کی	کا گشت کیا
"	۹	سطرس	سشرس
۳۵	۱	یا جنگ کو نہین چاہتے	× × ×
"	۱۱	کہتے	لیتے
۳۷	۵	کوئی چیز	کسی چیز کی
"	۱۴	کسٹنون	گھٹنون
"	۱۷	بڑے	اعلے
۳۹	۷	کھر	گھر
۴۲	۳	پاخانہ	پاخانے
"	۱۷	رزقع	رقع
۴۴	۱	پلائمر	پلومر
"	۲	"	"
"	۵	چلالر	پیپل چلاکر
"	۱۰	پلائمر	پلومر
۴۵	۱۰	مقرر	مقررہ
"	۱۶	ڈسکے	ویرن
۴۶	۱	لیسکی	لیلیٰین

صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ
۴۶	۳	بمجلہ تمام	تمام
〃	۱۴	بہانٹہ	بہانیہ
۴۷	۱۶	مارشش لا	مارشل لا
۴۸	۱۵	کی گئی	لی گئی
۴۹	۳	چپکی	چپکے
〃	〃	اپنے	آپ نے
〃	〃	ہونے	وہ ہوتے
۵۰	۱۳	ہرائت	ہدایت
〃	۱۶	امرتسرے	امرتسر کے
۵۲	۱۳	چھے	رہے
〃	۱۶	تشبیہ	تشہیر
۵۴	۷	پھر	تھی
۵۶	۱۶	ہے	ہے کہ
۵۸	۵	کھوکدی	کھولدی
۵۹	۴	باب	باپ
۶۳	۱۲	بجشش	بحث
〃	۱۳	چھوڑا ہے	چھوڑا جائے
۶۵	۱۷	شناخت	ساخت
۶۶	۱	ہوئے	ہوتے
۶۷	۴	جلاء وطن	جلاوطن
〃	۶	جلار وطن	جلاوطنوں
۷۱	۱۶	اشتیال	اشتعال
۷۲	۵	لولیس	پولیس
۷۳	۱۲	جاموش	خاموشی
۷۵	۸	آواز	ان کی آواز

صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ	صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ
۷۶	۱۷	قصور	قصور	۱۱۳	۹	کریں	کرے
۷۷	۱۰	ہمیشہ	ہمیں	۱۱۵	۱۲	اسوقت کی	اسوقت
//	۱۱	حکمران کے	حکمران	۱۱۶	//	مجھ سے	مجھے
۸۰	۷	تو بھی	بھی	۱۱۸	۲	تفریق	تفریق
//	۱۵	سکون	پُرسکون	//	۹	بہت معقول	بہت سی معقول
۸۳	۱۶	ہمارے	ہمارے پاس	۱۲۲	۲	نذری	لازمی
۸۴	۵	حصہ اثر	حلقہ اثر	//	۱۵	خود	خود کو
۸۸	۳	اسی شہر	اس شہر	۱۲۹	۳	لگانے	لگائے
//	۱۳	اپنی	آہنی	۱۳۲	۱۲	جہان	وہان
۹۳	۱۱	ہے	نہین ہے	۱۳۵	۱۱	مذدی	مردودی
//	۱۴	بین	بیٹے	۱۳۹	//	عقل گڑھ	اکل گڑھ
۹۵	//	آشکارا	درج اشتہار	۱۴۱	۱۵	شرکش	سرکش
//	//	مزید	اضافہ	//	//	عبارت گاہ	عبادت گاہ
۱۰۱	۳	تنا	بنا	۱۴۵	۱	زیبا تھا	زیبا نہ تھا
//	۱۱	اصطلاح	اصلاح	۱۵۰	۴	بلا احتیاط	بلا امتیاز
۱۰۴	۹	دوسرے صحیح	دوسرے دن صحیح	۱۵۱	۱۷	پہلنے	پہنچنے
۱۰۶	۱۴	یونیورسٹی	یونیورسٹی	۱۵۵	۲	ازادقی	ازادقی
۱۱۰	۱۰	نے نقاب	بے نقاب	//	۱۶	عمیق	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ	صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح الفاظ
۱۵۸	۱	صدمہ پہونچائی	صدمہ نہ پہونچائی	۲۲۶	۴	لو	کو
۱۵۹	۱۲	دینا پڑتی	نہ دینا پڑتی	″	۱۷	وجہ سے	بناپر
۱۶۱	۱۶	ڈھنڈورے	ڈھنڈورہ	۲۲۷	۳	مصلح	مسلح
۱۶۷	۶	نہین	یقین	۲۲۹	۶	چسپان کرنے	چسپان کرانے
۱۷۰	۱۰	اس کے	ان کے	″	۹	انتجاہے کا	التجا کا
۱۷۱	″	جنمین	جسمین	۲۳۱	۷	پندرہ اپریل	۱۵ اپریل
۱۷۲	″	دو لڑکے	دو لڑکون	″	۱۳	واقع	واقعہ
۱۷۳	″	سنوائی	شنوائی	۲۳۲	۷	بروقت	ہروقت
۱۷۴	۹	جلانے کی	جلانے مین	″	۸	اورن	اوروں
۱۷۶	۱۶	شمہ	شعلہ	۲۳۳	۶	چیان	بیان
″	۱۷	جراح	جرح	″	۱۱	واقعہ	لغاد
۱۷۷	۹	رہے	رہا				
″	۱۲	ہے	سے				
۱۸۶	۳	جوالات	حوالات				
۱۸۹	۱۴	جبرتشدد	جبروتشدد				
۱۹۱	۴	۱۵	۱۱۵				
۲۲۲	۵	قدم نے	قدم سے				

سر سید بی — مسرت — کامرانی

مسرت

خاکساران جہان را بہ حقارت منگر — تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

کامیابی کے راز — نمبر (۱)

درخشان خیالات کے معجزے

زندگی کی رزمگاہ مین ہماری ناکامیابی کی صورت صرف یہ ہی ہے کہ ہم سب خیال کے فن سے مدت مدید سے منہ موڑے بیٹھے ہین چونکہ پیدا ہوتے ہی خیال کی دوڑ دھوپ شروع ہو جاتی ہے اسلئے خیال ہی کی چال ڈھال پر ہماری نشو و نما تربیت تعلیم اور ترقی سب کچھ منحصر ہے اگر سوار شہسواری کے علم سے بے بہرہ ہو اور عنان بھی اسکے ہاتھون سے چھوٹ گئی ہو اور گھوڑا اپنے جوش پر ہو تو اس سوار کا حشر ظاہر ہے ملک کے ملک کی جد و جہد کا نا درست ہونا اور بیکار جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اسکے کسی متنفس نے قوت خیال کے جوہر کو نہ تو پرکھا نہ اس پر قابو پایا اور نہ اس سے مناسب خدمت لی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ کل ہندوستان ترقی۔ آزادی اور عزت اور وقعت کے میدان مین ٹھوکرون پر ٹھوکرین کھاتا چلا جاتا ہے۔ ہمارے کسی بڑے نے نہ تو اس علم کو خود حاصل کیا اور نہ اسکی تعلیم کی اشاعت کیطرف توجہ کی۔ اسلیے ہماری زبانین بھی ان علوم سے خالی نظر آتی ہین۔ ناقص ناولون اور جھوٹے فسانون سے نہ صرف زبان بلکہ قوم کی قوم غارت ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ اردو دان اصحاب اپنی زبان کے خزانہ کی دیکھ بھال کرین اسکو کوڑے کرکٹ سے پاک کرین اور صرف قابل قدر جواہر سے اسے پر کرین

جن سے ہمارا ملک ترقی اور وقار کے میدان مین قدم مار کر سکے مین نے جرأت کی ہو کہ روٹھی ہوئی ملکۂ اُردو کو "خیال" کے قیمتی اور لازمی گوہر سے آراستہ کرون۔ چنانچہ امید کرتا ہون کہ اُردو کے زبانی دلدادہ اور جان نثار اب بھی اپنے جذبہ کا کچھ عملی ثبوت دینگے اور اس ہردلعزیز عروس کو اور زیادہ مستغنی ذی اقتدار، باوقار اور محیر بنانے مین میری سعی کرینگے۔

میری اول کتاب "درخشان خیالات کے معجزے" کا وعدہ اور دعویٰ ہے کہ اسکے خریدار کی مفلسی تونگری مین، پریشانی دلجمعی مین، تکلیف راحت مین، بیماری صحت مین، مایوسی کامرانی مین، رنج خوشی مین اور بے وقعتی وقار مین مبدل ہوگی۔ اگر اول ہی مطالعے کے بعد ناظرین نئی زندگی کی حرارت اور حجلہ ترقیون کے آثار اور حصول تمنا کی توقع محسوس کرین تو قیمت کتاب فوراً واپس ہوگی۔ کتاب زیر طبع ہے قیمت تقریباً (عہ) ہوگی۔ چونکہ کاغذ قریب قریب ناپید ہے اس لئے فی الحال کوئی مستقل وقت طبع مقرر نہین کیا جا سکتا۔ امید کہ معزز ناظرین اپنی خواہش خریداری سے فوراً اطلاع دینگے اور اس کتاب کے مطالعہ سے ہرگز ہرگز محروم نہ رہینگے اور میری ذمہ داری پر اسکے خریدار ہونگے۔

نیازمند

بینی پرشاد سنگھ

بھیرونجی روڈ۔ لکھنؤ۔

ضروری التماس

معزز ناظرین! آپ نے "حقیقت" کا مطالعہ کیا اور تہلکہ پنجاب کی حقیقت اسکے جملہ اسباب اور واقعات پر غور کیا مجھکو یقین ہے کہ جناب والا نے اس امر کو بھی محسوس کیا ہے کہ ہندوستان کے ہر بوڑھے۔ جوان اور بچے کے ہاتھون مین اس کتاب کا ہونا لازمی ہے اور ہر گھر مین بطور یادگار اس کا رہنا ضروری ہے۔ اس لیئے ہم سب کا یہ قومی فرض ہے کہ ہم اسکی کوشش کرین کہ ہندوستان کا کوئی متنفس اسکے مطالعہ سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ اس فرض کو ادا کرنیکی غرض سے مؤلف کی درخواست ہے کہ "حقیقت" (تہلکہ پنجاب) کا ہر معزز خریدار کم از کم دو خریدار بہم پہونچانے کی تکلیف گوارا کرے۔ یہ عنایت مؤلف کی ہمت افزائی کی باعث ہوگی اور دوسری ملکی کتابون کے شائع ہونے مین خاص مدد دیگی۔ ایک وطن پرست کی حوصلہ افزائی کی توقع لایق و مہربان ناظرین ہی سے ہوسکتی ہے اسلیے آپکی حب الوطنی اور قدردانی پر مجھکو پورا بھروسہ ہے اور امید کرتا ہون کہ آپ کم از کم دو خریدارون کا فوراً ہی مہیا کر دینا اور اس سلسلہ کا قائم رکھنا اپنا قومی اور اخلاقی فرض تصور کرینگے۔ ایک وطن پرست کی اعانت کرنا اپنے لیے ضروری سمجھینگے اور ناچیز مؤلف کی اس درخواست کو قبول فرما کر شکرگزاری کا موقع دینگے۔

نیازمند

بینی پرشاد سنگھ مؤلف

بھیرو بخشی روڈ۔ لکھنؤ

تاریخ گواہ ہے

مبنی بر رسالهٔ
تحقیقت (دانشگاه پنجاب) د

۳۵۷۵۸